[illegible]

[illegible]

[illegible]

مثنوی

شیرین و خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی

انتساب

یہ سلسلہ بصد فخر و مباہات حسبِ اجازت بندگان

عالی متعالی اعلیٰ حضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصف جاہ

مظفّر الممالک نظام الملک نظام الدّولہ

نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی یار وفادار دولت

برطانیہ خلّد اللہ ملکہ و سلطانہ واد ام برّہ و احسانہ کے

نامِ نامی و اسمِ سامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

فہرستِ مضامین

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رہائیِ اسیر

شیریں و خسرو بلحاظ ترتیب تصنیف خمسۂ خسروی کی دوسری مثنوی ہے جو
مطلع الانوار کے بعد ظلمتِ خیال سے نورِ ظہور میں آئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے
کہ کلیاتِ خسرو رحہ کے ذیل میں اس کی طبع واشاعت خمسہ کی تمام مثنویوں کے آخر میں
ہوتی ہے، حال آں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا تو (بماہ اگست ۱۹۱۵ء)
مطبع میں سب سے پہلے جو کتاب چھپنے کے لیئے پہونچی وہ یہی شیریں خسرو تھی مسودہ
کے ایک معتد بہ حصہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ اسے یہ کہہ کر واپس لے لیا گیا کہ ہنوز
اس کی تصحیح قابلِ اطمینان طور پر نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مسودہ دست بدست تنقید و مقابلہ کے لیئے گشت کرتا ہوا
مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر قادری نقش بندی بدایونی پروفیسر سینٹ جانس
کالج آگرہ کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب موصوف ۱۹۱۷ء میں اپنے فرض سے فارغ

ہو گئے۔ چنانچہ مقدمہ اور اس کے مختلف حصص کے ناموں سے جو ۱۳۳۶ھ ہجری برآمد ہوتے ہیں اس کا یہی سبب ہے کہ مقدمہ سنہ مذکور (مطابق ۱۹۱۷ء) میں پورا ہو گیا تھا۔ پھر اس کے نظر ثانی و منظوری کی منازل سے گزرنے میں بھی غیر معمولی تعویق پیش آئی تاہم یہ کام بھی فروری ۱۹۲۳ء میں بہمہ جہت مکمل ہو گیا۔ یہاں تک کہ موصوف نے متن کتاب کی پوری کتابت بھی اپنے ہی اہتمام سے کرا دی، اور اسی زمانہ میں یہ دونوں چیزیں مطبع میں بھی اس حیثیت سے واپس آگئیں کہ ان کے لیے سوائے چھپ جانے کے کوئی دوسرا مرحلہ باقی نہ رہا تھا پھر بھی ناموافق اسباب پیش آتے رہے اور تین سال یوں ہی گزر گئے ہیمبر ۱۹۲۵ء میں اسے ایسے خوش نویس صاحب کے سپرد کیا گیا جو مطبع کے نہایت وفادار و وضعدار پرانے کارکن تھے۔ وہ بلا مبالغہ مقدمہ کا ایک ہی صفحہ لکھنے پائے تھے کہ ایک حد درجہ مولم و موذی درد میں مبتلا ہوئے اور ہفتہ کے اندر اندر جان شیریں بسپرد جاں آفریں کر دی ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ   تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ان حالات میں سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ قادر مطلق و حاکم برحق کی مشیت ہی دگرگوں تھی کہ باوجود میری کوشش اور بعض محترم بزرگوں کی خواہش اور خود مقدمہ نگار صاحب کی بزرگانہ کاوش کے بارہ (یا کم از کم دس) برس سے پہلے یہ جوئے شیر جاری نہ ہو سکی "عرفت ربی بفسخ العزائم"

مولانا اسیر جب ملتے (اور انھوں نے آگرہ اور بدایوں سے علی گڑھ کے لیئے بارہا شدِّ رحال محض اس کتاب کی خاطر کیا) تو موانع کا حال سن کر اکثر یہی فرماتے کہ "ہماری زندگی میں یہ کام تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا" اور شاید خدا کو اپنے اس نیک بندے کی زبان پوری ہی کرنی تھی کہ تقریباً پوری کتاب اُن کے انتقال کے بعد چند ہفتہ کے اندر بلا زحمتِ خاص طبع ہو گئی۔ "ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ"

مولانا اسیر نے گزشتہ موسم میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں بحالت نماز صبح علایق دنیوی سے رہائی پائی

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیرِ عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

جنۃ البقیع میں آسودہ ہوئے۔ وفات سے قبل خود اپنا یہ شعر ورد زبان تھا

"الجھ کر رہ گیا میں وادیِ طیبہ کے خاروں میں
مجھے پہونچا دیا اس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خوب الجھے بہت خوب سلجھے بہت ہی خوب پہونچے۔

اندریں حالات اس کتاب کی اشاعت میں کمک (Comic) (طرب انگیز) اور ٹریجک (Tragic) (غم انگیز) دونوں پہلو مضمر ہیں۔ خوشی اس کی ہے کہ ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی اور ایک سلسلۂ نامکمل بالآخر

مسلسل ہوا، اور افسوس اس کا ہو کہ وہ شخص نہ رہا جو اس خوشی میں شریک ہونے کا سب سے زیادہ مستحق تھا جزاہ اللہ خیراً۔

عید رمضاں آمد و ماہِ رمضاں رفت
صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

مرحوم نے پورے مقدمہ کا تاریخی نام "بے بہا ارمغان جاوید" تجویز کیا تھا اس سے اور اس کے تین مختلف حصّوں کے تین مختلف ناموں سے بے کم و کاست ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے یہ خدمت نہایت محنت و عقیدت سے انجام دی تھی اور اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ ہر قسم کے مشوروں کو قبول کرنے میں بے حد ہضمِ نفس کا اظہار کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس سب کی ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

شیریں خسرو طبع ہو جانے کے بعد بفضلِ خدا پنج گنج خسروی سے خزاینِ فوق وطلب معمور ہوئے بلکہ اس کے علاوہ بعض ایسے نایاب جواہر زواہر بھی منظرِ عام پر آئے جن کا پیشتر کسی قیمت پر بھی دستیاب ہونا محال تھا۔ اس لحاظ سے اگرچہ بظاہر اب تک کچھ نہ کچھ ہوا ہو لیکن درحقیقت ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہو۔ اور اب اصل ضرورت اس امر کی ہو کہ اُن دفائن تک بھی دسترس حاصل کی جائے جو حضرت امیر خسروؒ کی ملکِ خاص ہیں۔ کیوں کہ جیسا کہ علم دوست اصحاب پر مخفی نہیں ہو ان کا حقیقی میدان غزل ہو، اور اُنھوں نے مثنوی کے لالہ زاریں اپنی روش خاص

سے گویا ہٹ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود فرماتے ہیں ؎

"از شیوۂ خود رمیدہ گشتم
تسلیم ہماں جریدہ گشتم"

(مجنوں لیلیٰ)

حضرت امیر خسروؒ کے متعدد ضخیم ضخیم دیوان باقی ہیں جو دراصل جان سخن ہیں۔ ان کے ماسوا کئی اور چیزیں قابل طبع و نشر ہیں۔

مع ہذا جب ہماری نگاہ سرمایہ پر جاتی ہے (جو ایسے تمام کاموں کے لئے ضروری ہے) تو حالی صفر نظر آتا ہے۔ اور یہ تصور تشنۂ یاس کی جھلک دکھانے لگتا ہے کہ جو گوہر پہلے جوئے تیسر تک پہونچے تھے وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں نواب اسحاق خاں صاحب نہیں رہے جن کا ادبی و شعری ذوق موروثی تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اب آکر چل بسے جن کو خصوصاً خسروؒ کے ساتھ ایک فطری مناسبت تھی لیکن پائے ثبات کے لئے لغزش کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے جب تک یہ سلسلہ حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ کے دامن دولت سے وابستہ اور سایۂ سرپرستی میں سیراب ہے اس کا منبع فیض اور چشمۂ بقا یقیناً برقرار ہے۔ یہ بھی ایک مبارک فال ہے کہ خسرو فنڈ کمیٹی کے صدر نواب صدر یار جنگ بہادر (صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی) تمام مالۂ و ماعلیہ سے واقف ہیں اور اس مقصد کے لئے ضرور کسی گنج باد آورد کی فکر کرینگے۔ ادھر مسلم یونیورسٹی

کی زمام نظم و نسق ہر ہائی نس مادر بیگم صاحبہ بھوپال (چانسلر) اور نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر کے سی آئی ای، او بی ای (وائس چانسلر) جیسی مسلمہ معارف پرور و علم دوست ہستیوں کے ہاتھوں میں ہے پس اُمید ہے کہ جو علمی کام مدرسۃ العلوم کے زمانہ میں ناتمام رہا تھا وہ اس کی مادر مشفقہ مسلم یونیورسٹی کے آغوش میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پایۂ تکمیل کو پہونچیگا - واللہ المستعان علےٰ ما تصفون -

محمد مقتدیٰ خاں شروانی
طابع و ناشر سلسلۂ کلیات خسرو
نائب ناظم خسرو فنڈ کمیٹی

علی گڑھ ۔
ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ
ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

مُقدّمہ

(حصّہ اوّل) حیاتِ دوامِ خسرو

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی شوخیِ برقِ تجلّٰی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسٰی کلاماں کن بیانم را

حضرت امیر خسرو شرفائے ترک کی معدنِ جواہر کے ایک بے بہا جوہر ہیں۔ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود ترکوں کے مشہور قبیلہ لاچین کے سردار تھے! اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہزارہ تھا۔ لیکن بعض مورخین نے

ترکستان کا شہر کش اور بلخ بھی وطنِ اصلی بیان کیا ہے۔

امیر سیف الدین محمود سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں بطور سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی شرافت کی وجہ سے بہت جلد اراکین دربار و امرائے ذی وقار میں شامل ہو گئے آپ کا عقد بھی اس عہد کے ایک مشہور عالی خاندان و صاحب نسبت امیر الامرا نواب عماد الملک کی دختر نیک اختر سے ہو گیا۔ خود امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے نانا کے پسندیدہ صفات کا اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ خود اپنی تحریر کے موافق بمقام مومن آباد عرف پٹیالی[۱] ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے اِن سے بڑے دو اور بھائی اعز الدین شاہ اور حسام الدین احمد تھے۔

---

[۱] پٹیالی فی الحال ضلع ایٹہ (کمشنری آگرہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر پہلے یہی ضلع کا صدر مقام تھا دریائے گنگا اس کے دامن میں بہتا تھا اب بہت دور ہو گیا ہے بعض مورخین کی تحقیق کے موافق سلطان بلبن کے عہد میں دوآبہ فتح ہونے کے بعد بغرض حفاظت راہ و قیام حکام پٹیالی میں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا تھا امیر خسرو نے خود بھی اس کا ذکر اپنی ایک مثنوی میں کیا ہے جو دیوان تحفۃ الصغر میں شامل ہے۔ اس وقت تک آپ اپنا تخلص سلطانی کرتے تھے اور غالباً زمرۂ سواراں میں ملازم تھے؎

گرچہ ایں رقعۂ یزدانی ست ۔۔۔ پتیالی چہ جائے سلطانی ست

من کہ از جملۂ سواراں ایم ۔۔۔ از تہی دستی اتنک باراں ایم

بعدہٗ سلطان جلال الدین اکبر کے عہد میں پٹیالی مستقل طور پر ضلع یا محل ہو گیا جس کا ذکر آئین اکبری میں حسب ذیل ہے۔

محل پٹیالی واقع سرکار قنوج صوبہ آگرہ رقبہ ۱۵۸۶۳۴ بیگہ ۱۴ بسوہ، جمع سرکاری ۱۸۷۷۶۵۲

آبادی اکثر راجپوت چوہان، فوج یک صد سوار دو ہزار پیادہ۔

آپ کا نام ابوالحسنؒ تھا اور ابتدائی تخلّص سلطانی عرف امیر خسرو تھا اور خسرو ہی آپ کا اخیر تخلّص قرار پایا اور مشہور ہوا حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہیؒ کی درگاہ سے ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا بعض مورخین نے آپ کا لقب یمین الدولہ بھی لکھا ہے۔

چار برس کی عمر تک آپ پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد ماجد کسی لڑائی میں شہید ہوئے اُس وقت بھی آپ کی شاعرانہ مشقِ سخن اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اپنے والد کا مرثیہ کہا۔ اس کے بعد آپ کے نانا نواب عماد الملک آپ کے مربی اور سرپرست ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں آپ نے تمام علوم و فنون عقلی و نقلی تحصیل کیے

آپ نے خود اپنی ابتدائی شاعری کی جو کچھ حالت اپنی بعض تصانیف میں رقم فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے زمانۂ طالب علمی میں بطور خود بڑے بڑے مشاعروں اور علمی معرکوں میں ایسی نغمہ سرائی فرماتے تھے کہ اہلِ سخن حیران ہو جاتے حقیقتاً آپ کی والدہ کا بطن گویا آپ کے لیئے منبع شیریں زبانی تھا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ سخنوری کے ضمن میں ہم کو اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ زمانہ نے آپ کے کمالات و حکیمانہ معانی آفرینی و خیالات کی کہاں تک قدر کی اور ایسی طوائف الملوکی کے پرخطر دور میں جس کے انقلاب کی طوفان خیز اور جوش انگیز موجیں آناً فاناً تمام جہان کو منقلب کر رہی تھیں

اور سلاطین کے باہمی اختلاف و ذاتی خصومات کی جاں گزا باد سموم کے جھونکے سارے اراکین دربار و اُمرار و مقربان ذوی الاقتدار و ارباب کمال مشاہیر روزگار کے مناصب جلیلہ و مراتب علیہ کے باغ و بہار کو مٹا رہے تھے، لیکن بایں ہمہ امیر خسروؒ ہر حکمراں اور ہر بادشاہ کے وقت میں محض اپنی خداداد قابلیت جامعہ اور قابل قدر لیاقت بالغہ سے کس طرح گلدستۂ بزم سلاطین رہے ۔
چنانچہ آپ کے کمالات صوری و معنوی کا سکہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ سلطنت سے محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت تک مختلف سلاطین عالم و شاہانِ جہاں و اُمرا کے دَور میں جاری رہا اور ان میں سے اکثر شاہانِ وقت کی مصاحبت و ملازمت کا بارِ عظیم بھی بضرورتِ زمانہ آپ نے اپنے دوش پر گوارا فرمایا، مگر کسی بازارِ حکومت میں آپ کی نقد کامل عیار کی کبھی کساد بازاری نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ہر دَور میں شاہانِ نامدار نے اپنا سرمایۂ افتخار سمجھا کہ آپ اپنی تصانیف کاملہ کو ہمارے ناموں سے معنون فرمائیں ۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تصنیفات و تالیفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اکثر مورخین و ارباب سیر نے اُس کے احاطہ کرنے سے اظہار عجز کیا ہے عربی و فارسی ہندی و بھاشا و سنسکرت و پنجابی وغیرہ کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں مستقل طور پر آپ کی تصنیفات نظم و نثر کا کامل ذخیرہ نہ ہو۔ ہم بہ خوف طوالت نہایت اختصار کے ساتھ اُس کا ایک شمّہ بیان کرتے ہیں ۔

آپ کی مستقل کتب کی مجموعی تعداد بعض نے بانوے[۹۲] اور بعض نے ننانوے[۹۹]
اور بعض نے ایک سوننانوے[۱۹۹] تک بیان کی ہے اور بعض محققین کا بیان ہے کہ آپ کے
مختلف اقسام کے اشعار کی تعداد چار لاکھ اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ ہمارے
نزدیک اگر یہ تعداد اس قدر ہو تو کچھ تعجب نہیں اس وجہ سے کہ آپ پادرزاد شاعر تھے۔
تمام عالم کے علوم وفنون کے آپ ماہر اور بالخصوص علوم ادبیہ نظم ونثر کے
تمام اقسام انشا و اصناف سخن پر قادر تھے۔ قصاید، مثنویات، رباعیات، و
قطعات، مسدّس و مثمن وغیرہ میں آپ کو جو یدبیضا حاصل تھا وہ آپ کے مُصنّفات
پر غور کرنے کے بعد ماہ نیم ماہ سے زیادہ روشن و متجلّی نظر آتا ہے۔ علم موسیقی کی طرف
جب آپ نے توجّہ فرمائی سلسلۂ ایجاد و اختراع کو آپ نے ختم کردیا آج تک تمام
دنیا کے گویّے آپ کا نام لے کر گانا شروع کرتے ہیں۔ صنایع وبدایع کی امامت کے
ثبوت پر آپنے خوارق عادات سے اعجاز خسروی کی بیّن شہادت ایسی قایم کردی
کہ آیندہ کوئی اُس کے خلاف پر دوسری برہان نہیں لاسکتا۔ مطائبات وظرائف و
لطایف، پہیلیاں، کہہ مکرنیاں، انمل، ڈھکوسلے، زمانہ کے تمام خوش کن وسایل و
ذرائع نے تکمیل فن سخن کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ فن معما میں اساتذہ سابقہ سے پیش قدمی
کرنے کی کوشش کی اور متأخرین کی تقلید کی راہ پر گویا ایک چراغ روشن کردیا۔
متقدمین اہلِ کمال کا ہم پایہ مسلم الثبوت شاعر شیریں کلام ہونے پر مولانا نظامی
جیسے پیش رو معجز بیان فصیح اللسان قادر الکلام اہلِ زبان شاعر کے جواہر خمسہ

کے جواب ایسے پنج گنج معانی کو اپنا یادگار بنایا کہ خود اہل زبان شعرا کو اُس کی
خوبی و سلاست زبان و فصاحت بیان کا اقرار کرنا پڑا اور آپ کے تمام اقسام کلام کا آج
تک اہل زمانہ کی زبانوں پر اپنی شیرینی و فصاحت کے اثر سے ہر بار اور ہر دور میں قندِ مکرر
کی طرح اپنا مذاق قائم رکھنا اُس کے قبولیت کی خاص دلیل ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے محبوب حقیقی شیخ المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز
کے انتقال کے چھ مہینے بعد دردِ فراق و سوزِ ہجر سے نہایت بے قراری کی حالت میں بروز چہارشنبہ
۱۷ یا ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی اور آپ اپنی واقعی تمنا و آرزو کے موافق جس کو آپ
بطور پیشین گوئی ظاہر کر چکے تھے ؎

کلامش را نیارم نام گیرم | زہے بخت ار بہ پایش بمیرم

اپنے شیخ کی پائیں میں حیات جاودانی حاصل کرنے کے ہمیشہ کے لیئے راحت گزیں ہوئے اور
آپ کے وصال کی تاریخوں میں جس طرح (طوطی شکر مقال) ۷۲۵ھ آپ کے حسب حال ہے، اسی طرح بلبل شیریں
کلام ۷۲۵ھ آپ کی صفات شاعری کا آئینۂ بے مثال جو فقیر کا نتیجۂ فکر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

(تاریخ وصال آں صاحبِ وجد و حال ہم صفیر طائر سدرہ و ہم زبان مرغ طوبیٰ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

خسرو ملک سخن سلطانِ دیں | عینِ عرفان خسروِ اربابِ یقیں
جانِ محبوبِ الٰہی محوِ ذات | اہلِ عشق و حسن را آبِ حیات
خسرو فرہاد و شیرین و شکر | زندۂ جاوید از رو باکر و فر
مہرِ اجلال و مہِ اوجِ کمال | شمعِ بزمِ قدس فانوسِ خیال
مہرِ تاریخش اسیر از اہلِ ہوش | بلبلِ شیریں کلام آمد بگوش

۷۲۵ھ

(حصۂ دُوم) ریاض الابصار

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی رنگ تاثیرے کرامت کن فغانم را
بموجِ اشکِ بُلبُل آب دہ تیغِ زبانم را

قبل اس کے کہ اس مثنوی کے مضامین کے متعلق کوئی بحث کی جائے ہم سب سے پہلے اس شاہانہ بزمِ سخن کے اُن چند صدر آرا اراکین کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے آیندہ بعض ضروری مقاصد میں بھی مدد ملیگی اور اربابِ ذوق اس داستان حُسن و عشق کی تاریخی اہمیت کے لطف سے بھی بے حد محظوظ ہونگے کہ شعرا کے لیئے یہ کس درجہ دل کش اور روح افزا نظارہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنی طبع نازک کی گُلکاریوں سے کیسے کیسے گُل کھلائے ہیں، اور خود اس مثنوی کی اجمالی حالت کی مختصر تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔

خسرو پرویز | ابن ہرمز سوم فارس کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا پوتا ساسانی شہزادہ شان و شکوہ مال و متاع، شجاعت و دلیری، استقلال و عزم میں مشہور

سلہ یورپین مورخین کی تحقیق کے موافق خسرو پرویز نے سنہ ۵۹۱ء سے سنہ ۶۲۵ء تک ملک ایران میں حکومت کی وہ شہنشاہ روم (Marucus ماریکس) کی مدد سے لیے ایہرمز کا تخت لیا چاہتا تھا ظالم سپہ سالار فوکس (Phocas) پر اس لیے فوج کشی کی عراق شام بیت المقدس مصر ایشیاے کوچک غیرہ تمام ملکوں پر قبضہ کیا خسرو نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے (مردزہ Mardaza) کو اپنا تخت نشین کرے مگر اس کے دوسرے لڑکے (شیرویہ Shirvat or Siroes) نے اس ترکیب کو سمجھ لیا اور خسرو کو قتل کر ڈالا۔

دیار و امصار، حسن پرستی و عاشق مزاجی میں سرمست و مخمور، مذہبی تعصّبات
میں مستغرق، احکام نجوم کا دلدادہ، ظلم و ستم کا عادی، مذہب زرتشت کا
پیرو، جو ۵۹۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ وہی خسرو پرویز ہے جس نے رسول کریم
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحیفہ گرامی کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اسی کی سزا میں
آخرکار وہ اپنے لڑکے شیرویہ کے ہاتھ سے ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد
۷ھ ہجری میں نہایت ذلّت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا جس کو مولانا نظامی
علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی خسرو شیریں میں بیان کیا ہے۔ مگر امیر خسرو نے غالباً
اس روایت کو قصّہ سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کر دیا۔ خسرو کے عہد اور افسانہ
کے متعلق چند چیزیں خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں یاد کی جاتی ہیں اُن میں بعض
کا ذکر ہماری مقصود بالذات تاریخی واقعہ سے بھی متعلق ہے جن کی اجمالی
تفصیل یہ ہے۔

پرویز[۱] | خسرو کا لقب یا عرف ہے جو اُس کے اصلی نام کا گویا جزو ہو کر بولا جاتا
ہے اور اُس کے معنی مختلف (مظفر و منصور و فتحمند و بزرگ منش و ماہی بزرگ) بیان
کیئے گئے ہیں اور اُس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ اور معانی کے سوا آخر معنی بھی مناسب
سمجھے جاتے ہیں اگر بقول بعض اُس کو ماہی دوست فرض کر لیا جائے مگر بعض اقوال
کے موافق پرویز غربال شکر کو کہتے ہیں اور وہ بھی چونکہ شکر لب و شیریں دہن

---

[۱] اسی خسرو پرویز کے عہد میں معجزہ شق القمر اور معراج موی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو اعظم المعجزات ہے ظہور میں آیا۔

وشکر ریز تھا اس لیئے اسی لحاظ سے اُس کا لقب پرویز ہوا اس معنی کو مولانا نظامی نے پسند فرمایا ہی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ازاں بُد نام آں شہزادہ پرویز
کہ بودہ در سخن گفتن شکر ریز

طاقدیس، مرصع تحت | یہ تخت اُس کو فریدوں سے وراثتاً پہونچا تھا اُس کا طول (۱۷۰) گز جواہر بے بہا سے مرصع علم نجوم کے موافق بارہ برجوں اور ساتوں سیاروں کی نقشوں سے گویا حکمت کے افلاک کا نمونہ۔

گنجہائے خسرو | خصوصیت کے ساتھ آٹھ خزانے بہت زیادہ مشہور ہیں جن کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہی اور بعض کا ذکر اس مثنوی میں بھی آیا ہی مثلاً گنج بادآورد وغیرہ۔

شبستان خسروی کے بارہ ہزار محبوبہ وحسینہ پریزاد | اس تعداد سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ کس طرح معشوقوں میں فنا ومحو تھا اور ایسا شخص شعرا کے عالم میں کس درجہ مقبول ہو سکتا ہی۔

شبدیز | خسرو کے بے شمار تازی وعراقی وترکی گھوڑوں میں اس نام کا ایک خاص مُشکی گھوڑا تھا جو تمام عالم کے گھوڑوں میں بے نظیر سمجھا گیا ہی۔ وہ اور گھوڑوں سے چار بالشت زیادہ بلند کہا گیا ہی اور اُس کے اوصاف ہمارے پیش نظر داستان میں جابجا مذکور ہیں مگر امیر خسرو کے خیال کے

موافق شبدیز شیریں[1] کے گھوڑے کا نام ہے۔

شاپور | لغات و اصطلاحات کے معانی مختلفہ کے علاوہ ہماری تحریر کے سلسلہ کی ضرورت کے موافق خسرو کی ایک ندیم خاص اور معزز جلیس کا نام ہے جو بالخصوص فن مصوّری میں یکتا و بے مثل مُونشگاف تھا اسی نے اپنی سحر بیانی سے شیریں کے صفات حُسن و جمال سُنا کر اوّل خسرو کو فرہاد کی طرح مجنوں بنایا اور ثانیاً اپنی مصوّری کی جادو نگاری سے خسرو کی مختلف اوقات کی دل فریب اور پسندیدہ تصویروں کے دل چسپ مرقعہ سے شیریں جیسی عذرا شمائل نازک اندام چمن آرا نوبہار حسن کو وامق سے زیادہ اس بلائے عشق کی بدولت صحرا نورد بنا دیا۔ اُس کا شیریں کے باغ میں جانا، ہر مناسب موقع پر جداگانہ خسرو کی ایک تصویر دکھانا، سہیلیوں کی مخالفت، باغبان کی حفاظت، شاپور کی حکیمانہ چالیں، حسن تدبیر سے سب کی تردید، شیریں پر اس کے سحر حلال کا پورا اثر، آخر میں نمایاں فتح، سارا قصہ گوہر گوش ہو گا۔

باربد | خسرو پرویز کے دربار تقرب کا ایک جلیس و ندیم ایک گویا ہے جس کا اصلی نام اس لقب کے سوا تحقیق نہیں ہوا۔ یہ شخص قصبہ جہرود اضلاع شیراز میں سے ایک مقام کا رہنے والا تھا فنون موسیقی میں یگانہ اور بالخصوص بربط نوازی کا لاجواب اُستاد تھا۔ سرود مسجع کا بھی موجد ہے دربار خسروی میں اس کی باریابی

---

[1] سمند رکی مثل شیریں کے دوسرے گھوڑے کا نام گلرنگ یا گلگوں ہے جو سرعت میں شبدیز کا جواب تھا

کے افسانہ کو آیندہ ہم اس مثنوی منظور نظر سے انتخاب کرکے پیش کرینگے۔ علم موسیقی میں اس نے گنجِ مرصّع نام ایک ایسی کتاب لکھی جس سے وہ تمام عالم میں مشہور ہو گیا۔

نکیسا | اس کو بعض محققین نے بکاف فارسی بیان کیا ہی یہ بھی خسرو کے مصاحبین و مقربین مجلس نشاط میں سے تھا اور علم موسیقی کا ماہر کامل اس ہنگام جشن مکالمہ کے موقع پر باربد کے مقابل شیریں کی طرف سے نغمہ سرا بنایا گیا ہی۔

بہرام چوبیں | دراصل ہرمز سوم پدر خسرو پرویز کا جنرل تھا ہرمز کے بعد اُس نے بغاوت کی اور خسرو پرویز نے ماریقوس قیصر روم کی معاونت سے اُس کا مقابلہ کیا اور وہ چھ ماہ سلطنت کرکے ۵۹۱ء میں مارا گیا۔ ایسے واقعات کا ذکر مولانا نظامی نے اپنی مثنوی میں تفصیل سے کیا ہی مگر امیر خسرو نے ایسی چند روایات کو ترک فرما دیا ہی یا مختصراً ذکر کر دیتے ہیں اُس کے چوبیں کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہی کہ وہ بہ اعتبار جسامت کسی قدر لاغر وضعیف تھا۔ محقق طوسی علّامہ فردوسی نے بہرام چوبیں کا حال نہایت توضیح کے ساتھ لکھا ہی اور اُس کے مختلف واقعات کا ذکر بجائے خود ایک مستقل تاریخی ناول سے ہے جس کے اعادہ کا یہ محل نہیں ہی۔

مریم | انگریزی محققین کے بیان کے موافق شیریں معشوقۂ فرہاد و محبوبۂ خسرو پرویز

ہی کا اصلی نام مریم یا ایرین تھا یونانی اُس کو رومی بتاتے ہیں۔ اہل مشرق کا
قول ہے کہ وہ ماریقوس[1] قیصر روم کی لڑکی ہے جو رومیوں کا بادشاہ تھا اور اُسی
کے ساتھ خسرو پرویز کی شادی ہوئی اور یہی معشوقوں کی دنیا میں شیریں کے
نام سے مشہور ہوئی اور اسی کے عشق میں فرہاد نے ایک دلالہ پیرزن عورت
کے فریب سے جس کا اصلی بانی خسرو پرویز تھا اپنے آپ کو تیشہ سے ہلاک کیا
یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کی اور اسی کے جذب محبت صادق کی تاثیر سے
بقول بعض اُس نے فرہاد کے لاشہ پر اپنے آپ کو خنجر سے قتل کیا۔ اس کا
مذہب عیسائی تھا مگر یہ روایت عام فارسی شعرا اور بالخصوص مولنا نظامی
اور امیر خسرو اور بعض مورخین کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم قیصر روم
کی ضرور لڑکی تھی اور اُس کی شادی بھی خسرو پرویز سے ہوئی اور اُسی کے
باپ کی وجہ سے پرویز بہرام پر غالب ہوا مگر یہ واقعات شیریں کے عقد سے
قبل کے ہیں اور شیریں اس مریم کے سوا ایک دوسری مہ پارہ خاتون کا نام
ہے جس کا مجمل ذکر اول ہو چکا ہے۔ فردوسی طوسی کی روایت کے موافق خسرو
پرویز کا لڑکا شیرویہ جس نے آخر میں پرویز کو قتل کرایا اسی مریم بنت قیصر روم
کے بطن سے پیدا ہوا جب تک مریم زندہ رہی ایوان خسرو پرویز میں شیریں

---

[1] یورپی تحقیق کے موافق یہی ماریس (Marcus) قیصر روم ہے جو ۵۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۶۰۲ء میں مقام جیل سیڈن (Chalcedon) واقع ایشیائے کوچک اپنے ظالم سپہ سالار (فوکس) کے ہاتھ سے قتل کیا گیا اُس نے شہنشاہ روم (ٹائبیرس) کی لڑکی قسطنطین سے شادی کی تھی اور وہ ایک قابل اور ہر دل عزیز حکمران تھا۔

کی قدر و منزلت کا کچھ اظہار نہ ہوا۔ فردوسی کا قول ہے کہ قیصر روم نے مریم کو مختلف اقسام کے زر و جواہر و کنیزانِ ماہ رو و غلامانِ پری پیکر و افواجِ بے شمار کے ساتھ اپنے شجاع و جنگ جو بھائی نیاطوس کے ہمراہ خسرو پرویز کی خدمت میں بطور ہدایا بھیج کر نیاطوس سے درخواست کی تھی کہ نصائح مذکور پر عمل رکھے ؎

نیاطوس جنگی برادرش بود　　بداں فوج سالار لشکرش بود

بدو گفت مریم بخوں خویش است　　براں بر نہادم کہ ہم کیش است

سپردم بہ تو دختر و خواستہ　　سپاہے بریں گونہ آراستہ

شیریں | ہماری بزم سخن کا دوسرا صدر آرا شیریں ہے جو شہیرا خاتون مہین بانو ملکۂ آرمن کی سلطانہ کی پاک دامن و عصمت شعار بھتیجی تھی جس کا پایۂ تخت بروع تھا اور وہ اس محبوبہ مہ جبیں گل اندام لڑکی کو چونکہ شیر خوارگی کے زمانہ سے غلبۂ محبت اور پیار کے باعث سے لفظ شیریں کے ساتھ پکارتے تھے اس لیئے وہ اس کا نام ہو گیا بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اُس زمانہ کی رسم و رواج کے موافق جن چالیس صفات حسن و جمال و اوصاف دل رُبائی و کمال کا ہونا معشوقوں میں ضرور تھا شیریں اُن کی جامع تھی اور انھیں اعتبارات سے اُس کا زیورِ حُسن خداداد ایام طفولیت سے حمائل گردن آفاق بنا اور تمام دُنیا کے عاشق مزاج شاہزادوں اور حسن پرست نوجوان اُمرا کو اُس نے اپنا والہ و فریفتہ بنا رکھا تھا مگر یہ دولت خسرو کی قسمت میں تھی

جو دشوار گزار مصائب و آلام کے جاں گزا و خوں خوار منازلِ عشق طے کر کے
اُس کے وصل سے کامیاب ہوا اور قیامت تک کے لیئے شیریں کے عشق و
محبّت نے اُس کو معنی طراز و نازک خیال شعرا کی بزم سخن کا شمع انجمن بنا دیا۔
اِسی نغمۂ دل کش و ترانۂ ہوش ربا کو نظامی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے مختلف دُھنوں
اور انواع و اقسام کی راگنیوں کی پسندیدہ لے میں اَلاپا ہے جس سے لذات
اربابِ ذوق جلد لطف اُٹھانے والے ہیں۔ مگر علامہ فردوسی کے قول کے
موافق جب کہ خسرو پرویز شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ بغرض شکار صحرا نوردی
کر رہا تھا شیریں اُس کی آمد کی خبر سُن کر خود حاضر خدمت ہوئی اور پہلی ہی نگاہ کے
ساتھ باہم بنیادِ عشق قایم ہو گئی اور خسرو کے حکم کے موافق شیریں کو محل سرائے
خسروی کا شمع انجمن بنا دیا گیا۔ اگرچہ تمام بزرگان ایران اور اراکین دربار نے
مخالفت ظاہر کی مگر خسرو نے اُس کو اپنے عقد کے شرف سے محروم نہ رکھا۔
آخر کار آتش رشک و حسد سے مشتعل ہو کر ایک روز شیریں نے مریم کو شربت
زہر پلا کر ہمیشہ کے لیئے سرد کر دیا۔

چو بشنید شیریں کہ آمد سپاہ	بہ پیش سپہ آں جہاں دار شاہ
از ایوان خسرم برآمد بنام	بروز جوانی ہمہ شاد کام
ہمی بود تا خسرو آں جا رسید	سرشکش ز مژگان برخ بر چکید
چو روے ورا دید برپاے خاست	بہ پرویز بنمود بالاے راست

چو آواز در گوش خسرو رسید | نگہ کرد در رخسار شیریں بدید
فرستاد بالائے زرّیں ستام | زر و می چہل خادم نیک نام
کہ او را بمشکوے زرّیں برند | سوئے خانۂ گوہر آگیں برند
ز مریم ہمی بود شیریں بدرد | ہمیشہ ز رشکش دو رخسار زرد
بفرجام شیریں بدو زہر داد | شد آں دختر خوب قیصر نژاد

ارمن | یا ارمینیا کوہ قاف کے جنوبی سمت میں ملک کا ایک حصّہ تھا جو جارجیہ و سرکیشیہ کی طرح حسن خیزی میں مشہور ہے۔ شیریں اسی گل زمین کی ایک نونہال تھی

تہمیرا یا مہیں بانو | وہی ملک ارمن کی حکمران شیریں کی مربّیہ و سرپرست پھوپی یا چچی ہے جس کا ذکر اول بھی ہو چکا ہے۔

مداین | انگریزی تحقیق کے موافق زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ پر بغداد سے جانب جنوب ایک مشہور مقام خسرو کا پایۂ تخت تھا جس کو فی الحال لشتی نان کہتے ہیں۔ مگر مداین دراصل جمع مدینہ ہے۔ چونکہ ابتداءً اس مقام پر بفاصلہ دور و نزدیک چند شہر آباد تھے جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہے اور ہر شہر عراق عرب کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا اس لیئے فی الحال انھیں ویران شہروں میں سے ایک شہر پر لفظ مداین کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کا اصلی نام (طیسفون) تھا اور اس شہر کی عمدہ عمدہ عمارات عالیہ میں سے ایک خاص عمارت طاق کسریٰ تھی جس کو ایوان کسریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس محل میں نوشیرواں

عادل نے ایک ناقوس کلاں زنجیر میں اس طرح آویزاں کیا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے ہر دادخواہ ضرورت کے وقت دربار کسریٰ میں بلا واسطہ حاضر ہو کر اپنا عرض حال کر سکے اُس کی تعمیر کے عجائب وغرائب حالات کتب تواریخ میں مذکور ہیں چنانچہ اس کا طول یک صد و ہشتاد قدم اور ارتفاع ہشتاد قدم بیان کیا گیا ہے۔ اور ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ وجلال وشکوہ اقبال کے اثر سے یہی محل شق ہو گیا تھا جس کا ذکر صاحب قصیدہ بردہ نے کیا ہے ؎

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع

کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتئم

بعض محققین ارباب سیر کا قول ہے کہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن ہے وہ محل آسمان پایہ مختلف قسم کے پردہائے مرصع وزر و جواہر متنوعہ وفروش ابریشمی سے آراستہ تھا۔ چنانچہ اُس کا ایک بساط زرّیں وطلاکار ابریشمی جو شصت در شصت ذرع مربع اور مختلف الالوان جواہر سے مُزیّن تھا زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی فتح کرنے کے وقت جب دیگر اموال غنائم کے ساتھ مسلمانوں میں باہم پارہ پارہ ہو کر تقسیم ہوا تو اُس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آٹھ ہزار درہم یا دینار باختلاف روایت بیان کی گئی ہے جس کو آپ نے بعد فروخت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

مداین سال چہاردہم ہجری وسال دوم خلافت فاروقی میں فتح ہوا اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ اُس کے فاتح و والی قرار پائے آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قایم مقام بنایا حضرت سلمان نے وہیں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ عالم ہی اور حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری اور عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی مداین میں ہیں۔

مداین، یہ وہی شہر عبرت انگیز ہی جس کی عمارت کی شکستہ حالی پر حکیم خاقانی سا مستقل مزاج قدیم شاعر کس کس افسوس کے ساتھ آنسو بہاتا ہی ؎

ہاں اے دل عبرت بیں از دیدہ نظر کن ہاں — ایوان مداین را آئینۂ عبرت داں
یک رہ ز رہ دجلہ منزل بہ مداین کن — وز دیدہ دوم دجلہ بر خاک مداین راں
کسریٰ و ترنج زر پرویز و بہ سیمیں، — بر باد شدہ یکسر با خاک شدہ یکساں
پرویز بہر خوانے زرّیں ترہ بنہادے — کردے ز بساط زر زرّیں ترہ را بستاں
پرویز کنوں گم شد زاں گم شدہ کمتر گو — زرّیں ترہ کو بر خواں رو کم ترکوا بر خواں
خون دل شیریں ست ایں مے کہ دہد رز بن — ز آب و گل پرویز ست ایں خم کہ نہد دہقاں

(آثار عجم مرزا فرصت شیرازی)

جوئے شیر یہ وہی نہر ہی جس کو فرہاد کوہکن کی عاشقانہ کوشش کا نتیجہ بیان کیا گیا ہی اور وہ شیریں کے خوش کرنے کی غرض سے کھودی گئی تھی تاکہ کوہ بیستون کی چراگاہوں سے مویشی کا تازہ دودھ شیریں تک پہنچ سکے۔ مگر بعض انگریزی

مورخین نے اُس کے وجود سے انکار کیا ہے اُن کا قول ہے کہ دراصل وہ پانی کی نہر تھی ہمارے نزدیک اگر یہ روایت صحیح ہے تو غالباً اُس کے پانی کے صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے اُس کو جوئے شیر سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

کوہکن فرہاد | ایک راستباز صادق الوداد عاشق جاں باز کا نام ہے جس نے اپنے سچّے جذبۂ عشق کی وجہ سے اپنے نام کو تمام عالم کے مشہور عشاق کے مجمع میں انتخاب کا شرف حاصل کرکے ارباب سخن کی زبانوں کا ورد بنایا اور اُسی کی بے لوث پاک محبت کی بدولت جس کا سلسلہ شیریں کے ساتھ وابستہ تھا خسرو کے تاج حکومت پر شہرت کا طرّہ لگا ورنہ وہ اس درجہ اہل کمال کی نمایش گاہوں کی مجالس کا فانوس خیال بننے کی قابلیت نہ رکھتا تھا جس طرح شیریں عرب کی مشہور دل ستاں محبوبہ لیلیٰ سے مقدم ہے اسی طرح فرہاد اپنے حریف عشق قیس سے پیش رو وہ شاپور ندیم خاص خسرو و مشہور حکیم و مصوّر ایرانی کا ہم مکتب و ہم سبق اور بالخصوص علم ہندسہ و سنگ تراشی میں بے نظیر بیان کیا گیا ہے شاپور اگر قلم صنعت سے صفحۂ قرطاس کو رشک چمن بنا سکتا تھا تو وہ اپنی سحرکاری و حکمت آذری سے پتھروں کو گویا حیوان ناطق کا جامہ پہنا دینے میں کمال رکھتا تھا۔ باختلاف روایت اس نے شاپور کے مشورے یا محض عشق ازلی شیریں کی مجرّد تحریک پر حصول وصل محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خسرو کے دھوکے سے جو بظاہر اوج وصال کی معراج معلوم ہوتا تھا شیریں پر عاشق ہو جانے کے بعد کوہ بیستون

سے جوئے شیر لانے کی نمایاں کوشش کی کیونکہ جب سے شیریں مداین میں جا گزیں تھی اس کو شیر تازہ نہ ملنے سے گونہ انتشار رہتا تھا اسی بنا پر ایک ایسی نہر نما نالی کی ضرورت ہوئی کہ وہ شیریں کے حوض باغ سے باہم شیر و شکر ہو کر کوہ بیستون کی چراگاہ کی مویشی کے تازہ دودھ سے شیریں کو شیریں کام بنا سکے شیریں جس سے فطرتاً شوق رکھتی تھی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور اسی کوہکنی کی وجہ سے فرہاد نے کوہکن کا لقب حاصل کیا۔

فرہاد کا کوہ بیستون پر شیریں کو اس وقت دیکھ کر از خود رفتہ ہونا کہ جب شیریں عشق خسرو کے اثر سے بے سروپا مسافرانہ وطن سے دور مداین کی طرف صحرا نوردی کرتی ہوئی اس پہاڑ پر اتفاق سے گزری تھی یا خسرو سے پوشیدہ شاپور نے بہ نظر ہمدردی شیریں جب کہ فرہاد کو اس کے پاس اس کی مجلس آرائی کے لیے پہونچا دیا تھا کہ وہ تازہ دودھ کے بہم پہونچانے میں شیریں کا معین و مددگار ہوگا، اختلافی مسئلہ ہے مگر بزم تحقیق کے شمع انجمن اوّل صورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اکثر اہل تحقیق اس کو چین کے شاہی خاندان سے بیان کرتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ اس نے فنّ مصوّری اور سنگ تراشی کے شوق میں ریاست و امارت کی کچھ پروا نہ کی اور آخر کار اسی خیال میں ہلاک ہو گیا۔

جوئے شیر کی حقیقت سے اگرچہ بعض مورخین نے انکار کیا ہے اور اس کی نسبت مختلف تاویلیں بیان کی ہیں لیکن فرہاد کی کوہکنی، جوئے شیر کی دقت و پر لطف

روانی، تیشۂ فرہاد کے جوہر، تصویر شیریں کی پتھر پر جلوہ آرائی، فرہاد کے لیے
اُس کا محرّک ہونا، پیرزال کے مکر و فریب سے مرگ شیریں کی خبر سُن کر اُس عاشق
ناکام کا تیشہ مار کر خودکشی کرنا اُس کے غم میں شیریں کی نالہ و زاری، یہ سب
وسیع میدان شعرا سخن سنج کے وہ دل کش مناظر ہیں جن میں ہر ایک نے اپنی طبع
رسا کے جوہر دکھائے ہیں اور بالخصوص امیر خسرو اُس کے مرد میدان ہیں [1]

آصفی

کام خسرو از لب شیریں شور انگیز یافت   کوہ را فرہاد کند و لعل را پرویز یافت

ثابت

نیست کارے با سر دستار عاشق تیشہ را   می زند چوں گل بسر فرہاد زخم تیشہ را

مظہر

دید چوں خوش کاریم در کندن جاں کوہکن   از زبان تیشہ کرد اقرار اُستادی مرا

بابا فغانی

ملامت بیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد   ہوا می گیرد و ہم بر سر فرہاد می آرد

دیگر

فرہاد رفت و کوہ ملامت بجا گزاشت   کارے تمام ناشدہ در پیش ما گزاشت

---

[1] امیر خسرو کی تحقیق کے مطابق فرہاد سنگتراش کا اصل قاتل ایک رنگی سیہ کار تھا جس نے خسرو پرویز کے حکم کے موافق اسی مکر و فریب سے فرہاد کو یقین کرا دیا تھا کہ شیریں کا انتقال ہو گیا اور اُس نے غلبۂ جوش عشق کے اثر سے اپنے آپ کو کوہ بیستون سے گرا کر ہلاک کیا۔ مولانا نظامی کا قول بھی ماحصل نتیجہ اسی کے قریب ہے۔

نظامی

چو آگه گشت ازاں اندیشہ فرہاد — نہاد آں حکم را بر دیدہ بنیاد
چناں از ہم درید اندام آں بوم — کہ می شد زیر زخمش سنگ چوں موم
ز تیشہ روئے خارا می خراشید — چو بید از سنگ حجری می تراشید
چناں ترتیب کرد از سنگ جوئے — کہ در درزش نمی گنجید موئے

ولہ

مہندس کارئے فرہاد مسکیں — نشانِ جوئے شیر و قصرِ شیریں
اساسِ بیستون و شکلِ شبدیز — نشانِ قصر و آں جوئے دلاویز

ولہ

ہشتی پیکر آمد سوئے آں دشت — بگرد جوئے شیر و حوض می گشت

ولہ

نخستن آزرم کرسی را نگہ داشت — برو تمثالہائے نغز بنگاشت
پس آں گہ از سنانِ تیشۂ تیز — گزارش کرد شکلے شاہ و شبدیز
بہ تیشہ صورتِ شیریں برآں سنگ — چناں برزد کہ مانی نقشِ ارژنگ
شدے نزدیکِ آں صورت زمانے — وزاں سنگ از گہر جستی نشانے

ولہ

زدی بر پائے آں صورت بسی بوس — برآوردے ز عشقش نالہ چوں کوس
کہ اے محرابِ چشمِ نقشبنداں — دوا بخشِ درونِ دردمنداں

غالب

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

ایضاً

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ایضاً

عشق و مزدوریِ عشرتگہِ خسرو کیا خوب ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں

ایضاً

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کی پاؤں ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کی پاؤں

ایضاً

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر ہنوز اُس خستہ کے نیروئے تن کی آزمایش ہے

ایضاً

کوہکن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

ایضاً

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

ایضاً

تیشے میں عیب نہیں رکھیئے نہ فرہاد کو نام

ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

عرفی شیرازی

بنوش آں مے کہ گر بر صورتِ شیریں برافشانی
بروں آرد ز قیدِ بیستوں سرمست و رقصانش

سائلۂ ایران

نہ چو فرہاد بود کوہ کنی پیشۂ ما   کوہِ ما سینۂ ما ناخنِ ما تیشۂ ما

بیستوں | بعض عجمی مورخین کی تحقیق کے موافق وہ ایک پہاڑ ہے کرمان شاہاں سے اٹھارہ میل کوہ طاق بستاں سے ملا ہوا۔ اس کی بلندی ایک ہزار یا نسو فٹ اُس کے دامن میں ایک چشمہ نہایت صاف جاری ہے جو باہر حل کر رودخانہ سے مل جاتا ہے، اس پہاڑ کو ایسا ہموار و خوش قطع بیان کیا گیا ہے کہ گویا کسی صنّاع و چابک دست کے ہاتھ کا تراشا ہوا ہے اسی پہاڑ کے ایک موقع پر ایک خوبصورت رعنا قد نوجوان ساسانی شاہزادی کی تصویر لباس جواہر نگار سے آراستہ شمشیر بلند ہاتھ میں اور تاج مرصّع زیب سر اور اُس کے مقابل میں ایک محبوبہ حسینہ عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تصویریں غالباً خسرو پرویز اور شیریں کی ہیں اور اُس کے دوسری سمت میں پرویز کے گھوڑے شبدیز کی تصویر ہے۔

دوسرے موقع پر ایک اور مرقع ہے جس میں اکثر پیادہ و سوار فوجی جماعت کی مٹی ہوئی تصویریں پائی جاتی ہیں اور اُن تصویروں پر منحنی خط میں کچھ الفاظ

کندہ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ مگر بعض نے قطرزس کا نام بعض جگہ پر پڑھا ہے
جو اسکندر رومی کے بعد اُس نواح میں حکمراں تھا۔

اِسی پہاڑ کے دامن میں ایک مرتفع اور وسیع حصّہ زمین پر ایک حلیۂ خاص کا
مرقع ہے جس میں اکثر اشخاص محبوس و مقید ہیں اکثر کا لباس مختلف و جُدا گانہ وضع کا اور
بعض سر برہنہ و سراسیمہ حال اور اُن سب کے مقابل ایک بادشاہ تاج بر سر و کمان
در دست اور کمان پر ٹیک لگائے کھڑا ہے اور بادشاہ کے پیر ایک افتادہ شخص
کے سینہ پر ہیں جو الحاح و زاری کر رہا ہے۔ بعض سیّاحوں نے اپنے سفرنامہ
میں لکھا ہے کہ وہ تصویر بادشاہ داریوس اوّل کی ہے جس کو دارائے اوّل
کہتے ہیں اور بعض محققین اُس کو کلدانی نسل کا حکمراں کہتے ہیں جو لہراسپ کے ورثہ
میں تھا اور اُس نے خود یہ مرقع تیار کرایا تھا۔ بعض مورخین متاخرین کا خیال ہے
کہ کوہ بستیوں کی تمام صورت نگاری اسی فرہادِ ناشاد کوہکن جاں باز کے خامۂ
آذری کی سحر کاری کا نمونہ ہے جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن آرا ہے۔ فافہم۔

شکر | بکاف فارسی مخفف و مشدّد محاورات و مصطلحات اہلِ لغت کے موافق
مختلف معانی میں مستعمل ہے جس کی تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے مگر ہمارے مدّ نظر افسانے کی
اعتبار پر اصفہان کی ایک جہانِ آرا حسینہ و جمیلہ مہروش شاہزادی کا نام ہے جس پر
خسرو نے فریفتگی ظاہر کر کے شیریں کی مخلصانہ حقیقت بیں نظر میں اپنے آپ کو
بے اعتبار ثابت کیا وہ اپنے محبوبانہ نازو ادا اور دل ربایانہ شان و شکوہ میں

اپنے نام کی طرح شیریں کے ہم پایہ تھی اسی لحاظ سے اُس کا ذکر شیریں کے تذکرہ کے ساتھ بہت زیادہ پُرلطف ہی۔ اگرچہ خسرو کچھ زمانہ کے لیئے اُس کی ہمکنار سے شیریں کام ہوا مگر جس طرح خسرو نے رشک وحسد کی وجہ سے ایک سچّے اخلاص مند بے گناہ عاشق فرہاد کے خون سے ہمیشہ کے لیئے اپنے نیک نامی کے دفتر کو سیاہ کیا اسی طرح شیریں نے بھی رقیبانہ آتش غیظ وغضب سے مشتعل ہو کر اُس شاخ گل کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ مولٰنا نظامی نے اس روایت کو بہت اختصار سے اور امیر خسرو نے نہایت پرلطف تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی۔

مثنوی شیریں خسرو جس طرح جواہر خمسہ نظامی کی سلک مسلسل سے یہ مثنوی دوسرا جوہر ہی، اسی طرح پنج گنج خسروی سے اس گنج معانی کو بازار شمار میں دوسرا نمبر حاصل ہی۔ مولٰنا نظامی نے اس مثنوی کو ۵۷۱ھ میں اہل نظر کے ہاتھوں کا دستنبو بنایا اور اُس میں چھ ہزار تین سو چھیاسٹھ ۶۳۶۶ اشعار آبدار کی تجلیات سے ہر صفحہ کتاب کو ورق زر سے زیادہ روشن فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گذشتہ از پانصد ہفتاد و یک سال	نزد بر خط خوباں کس چنیں خال
شود پیدا اکنوں گر بازدانی	ترا اعداد ایں درمعانی
درغلطاں کہ صبح از عقد بگسست	شش ہزار و سی صد و شصت

مگر اس وقت مولٰنا نظامی کی اس مثنوی کے جو دو نسخے ہمارے پیش نظر

ہیں ایک مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ جو دراصل کاتبوں کے قلم نسخ سے اس درجہ مسخ
ہوگیا ہے کہ اکثر مقام پر معانی و مطالب کی دقت کے سوا قصہ کا سلسلہ بھی ٹوٹ جاتا
ہے اور دوسرا نسخہ قلمی خوش خط عمدہ کاغذ پر قدیم طریقہ کے موافق بہت صاف
لکھا ہوا جو نواب صاحب ممدوح کے لطف و عنایت سے امیر خسرو کے نیریا
خسرو کے ساتھ ہمارے پاس پہونچا ہے اُن کو جب ہم کوشش کی نظر سے دیکھتے
ہیں تو مطبوعہ نسخہ میں اشعار کا شمار (۷،۱۰۱) ہے اور دستی لکھے ہوئے نسخہ کے
اشعار کی تعداد (۷،۱۰۳) نظر آتی ہے دونوں نسخوں میں باہمی تفاوت صرف
دو شعر کا ہوتا ہے جو کسی طرح قابل لحاظ نہیں مگر مولانا نظامی کے اشعار کا اگر یہی
مطلب ہے جو بظاہر الفاظ سے متبادر ہے تو دُور از عقل اختلاف پایا جاتا ہے۔
اور وہ یہ کہ مصنف کے خود بیان کئے ہوئے اشعار سے (۷،۳۵) شعر اور بڑھے
جاتے ہیں اور اگر لفظ (سی صد) کے لکھے ہوئے املا کے رسم خط کے موافق
جیسا کہ دونوں نسخوں میں یائے تحتانی معروف کے ساتھ تحریر ہے (سی صد) کے
معنی تین ہزار کے لئے جاتے ہیں تو کُل اشعار کی تعداد (۹۰۶۶) ہوتی ہے اور
ایسی حالت میں (۹۶۵) اشعار کی کمی ہوگی۔

بہرحال ہم اس وقت اس تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہیں کیوں کہ وہ
ہمارے اُن فرائض میں داخل نہیں جن کی پابندی ہم پر واجب ہے۔ صرف اس قدر
عرض کرنا ضرور ہے کہ اس روانی کے ساتھ بھی مولانا کا پانچواں شعر دراصل

موتیوں کی ایک لڑی ہے اور صبح کا اپنے عقد سے درِ غلطاں کا جدا کرنا کس قدر بلیغ استعارہ ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مثنوی کو مطلع الانوار کے بعد ماہ مبارک رجب ۶۹۸ھ ہجری میں بزمِ اربابِ کمال کا فانوس خیال بنایا اور شیرین وخسرو کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پس از کلکم چکید آں شربتِ نو ۔۔۔ کہ نامش کردہ شد شیرین وخسرو

اِس مثنوی میں آپ کے فخریہ ارشاد کے موافق (۴۱۲۴) اشعار کے جواہر درخشاں جلوہ گر ہیں جس کی شہادت حاضر ہے اور اسی سلسلہ میں آپ نے مثنوی کا زمانہ تصنیف بھی بیاں کر دیا ہے ؎

نظامی کابِ حیواں ریخت از حرف ۔۔۔ ہمہ عمرش درآں سرمایہ شد صرف

چناں زخمہ داد اندیشہ را داد ۔۔۔ کہ در سبع شدا وش بست بنیاد

دلم ویراست کیں سودا بسر داشت ۔۔۔ کہ گل چینم زباغے کو گزر داشت

ولے ترسیدم از گل خندہ باغ ۔۔۔ کہ دانم رقص کبک از جستن زاغ

تگ تیری بود یا گاؤ نیلی را ۔۔۔ کشد چوں بوم بلبل را از سیلی

فراغ دل مرا از صد یکے بود ۔۔۔ ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت ۔۔۔ دل از اندیشہ بے آزرم تر گشت

میان ربستم و جستم بزاری ۔۔۔ زبازوے توکل دستیاری

بدیں ابجد کہ طفلاں راکند شاد | مثالے جستم از تعلیم اُستاد
گرت شیریں نہ خوانی بار بد ہست | وگر جاں نیست بارے کالبد ہست
گرم فرصت دہد لطف خداوند | کنم حلوائے او را تازہ زیں قند
کتا دادیج گنج از گنجہ خویش | بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش
فرد گویم ز شیریں ترزبانے | بعرض داستانے داستانے
کہ تا گوید مرا عقل گرامی | زہے شایستہ فرزند نظامی
نخست از پردۂ ایں صبح سورم | نمود از مطلع الانوار نورم
پس از کلکم چکید آں تربت نو | کہ نامش کردہ شد شیریں و خسرو
بقا را گر تہی باید خزینہ | سہ گنج دیگر افشانم زسینہ
در آغاز رجب شد فرخ ایں فال | زہجرت شش صد و ہشت و نود سال ۶۹۸
وگر پرسی کہ بیتش راسد چیست | چہار الف وچہار راست وصد و بیست ۴۱۲۴

اگرچہ بعض ارباب سیر کے خیال کے موافق امیر خسرو کی یہ مثنوی نایاب ہو گئی اور اس کس مپرسی کے عالم میں کہ زمانہ نے ارباب کمال کو مٹا دیا اور وہ اُن کے آثار اور یادگاروں کو فنا کر رہا ہے اُس کے شوق میں مشتاقوں کی نگاہیں ربع مسکوں کے چاروں سمت کا دورہ کر رہی ہیں مگر پھر بھی ادیب لبیب تنفار الملک سخن جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ناظم کالج علی گڑھ دام فیضہٗ کی علم دوستی و ہنر پروری سے جن کو حقیقتاً امیر خسرو کی حیات جاودانی

کے لیئے عالمِ سخن کا خضرِ طریق سمجھنا چاہیئے اس وقت میں چار نسخے ہماری
آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نسخہ پانچوں خزانوں کا مجموعہ جو
واقعی دولت خانہ انعامات اسحاقی کا پنج گنج ہے اور ۹۸۴ھ کا لکھا ہوا قدیم تنہا نئے
طرز کا مطلا و مذہب ہے اور دوسرا دار الحبیب حبیب گنج کا شروانی جوہر فرد
اور تیسرا نسخہ علمی خزانہ آصفیہ کا دُرِ بے بہا جو اوّل سے آخر تک دوسرے
نسخہ کی مثل ہے اس کے علاوہ ایک اور مسودہ تھا پہلے اور دوسرے اور
تیسرے نسخہ شفا نے اگرچہ غلطی اور تحریف کے اکثر امراض مزمنہ و اسقام کہنہ
کے دُور کرنے میں باوصف اپنی بے حد پیچیدہ نقایص کے ایک طبیب حاذق
کا کام دیا ہے مگر پھر بھی اکثر شکایتیں باقی ہیں۔ اشعار کی تعداد کی صحت کی غرض
سے ہم نے اپنی کوشش کے سوا اور بعض احباب سے بھی مدد لی مگر پھر بھی پہلے
اور چوتھے نسخوں کے اشعار کے نجوم باہم موافقت کے ساتھ (۳۹۴۵)
اور تیسرے اور دوسرے نسخہ کے ابیات کے انجم (۴۱۰۹) جلوہ افروز
ہوئے مگر ہم نے خود جو نسخہ کمال عرق ریزی سے صحت کے ساتھ مرتب کیا
ہے اس میں کل اشعار کا شمار حقیقتاً ۴۱۲۰ ہے۔ بہرحال پھر بھی اہل زمانہ کی دہری
کی دست برد اور اصحاب علم کی بے توجہی کے صدمات سے چار شعروں کی
کمی ہو گئی اور اس نقصان مایہ کا صدمہ اُس مرصّع کار تاجر سے دریافت کرنا چاہیئے
جس نے ایک ایک جواہر گراں قدر کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہو ؎

خراب آں کو ز چندیں بیت معمور کند بیتے ز جائے خویشتن دور

ہم کو اس مثنوی کی صحت و تکمیل میں سب سے زیادہ دشواری اس وجہ سے واقع ہوئی کہ جو دو نسخے مستقل دیئے گئے اُن میں نسخہ جہاں گیری سے جو نسخہ نقل کیا گیا تھا اُس میں اشعار کی بہت کمی تھی اور جابجا کثرت سے الفاظ غلط تھے دوسرا نسخہ حبیب اگرچہ اشعار کی کمی کا نقصان کم رکھتا تھا لیکن اُس کے صفحات کے ہندسے غلط اور اوراق کی جزبندی کے غلط ہونے کے ساتھ اُس کا رسم خط سراسر غلط پایا گیا مگر بہر حال امکانی کوشش کر کے مذکورہ نقص دور کیا گیا ہے۔ اور تیسرا حیدرآبادی نسخہ بعینہٖ نسخہ حبیب کی مثل تھا۔

امیر خسرو کے اس مجموعہ پنج گنج فصاحت کے اشعار کی کمی کی خاص وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نظامی نے نفس قصّہ شیریں و خسرو کے علاوہ اُس کے متعلق اکثر تاریخی واقعات ایسے نظم کر دیئے ہیں جو غالباً امیر خسرو کی نظر غائر میں قصّہ کی نسبت سے وہ ضروری نہ سمجھے گئے ہونگے اور اس روش پسندیدہ کو آپ نے اپنے پنج گنج میں خصوصیت کے ساتھ مدّ نظر رکھا ہے کیونکہ عادتاً آپ ہر داستان اور ہر واقعہ کی تحقیق و تنقیح میں اُس کی اِغلاقات اور پیچیدگیوں کے صاف کرنے کی بے حد کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس امر خاص کے متعلق اسی مثنوی شیریں و خسرو میں فرماتے ہیں ؎

ورق در پیچم از بسیار گفتن کہ دُر سفتن بہ از بسیار گفتن



[illegible] کہ بیش اندیش باشد | کہ در بیشی خصومت بیش باشد
چو بازان شو بہ کم گوئی فسانہ | مگو بسیار چون گنجشک خانہ
نظامی چون سخن ناگفتہ نگزاشت | زخوبی گوہری ناسفتہ نگزاشت
درآن گنجے کہ بست از گنج بنیاد | دگرگون کرد گنجور دگر یاد
من از رشتے چیدہ ام پیرایہ چند | دریں گنجینہ خواہم کردنش بند

اس مثنوی کے صفات شاعرانہ وخصوصیات سخنورانہ کی نسبت متقدمین ومتأخرین نقادانِ فن کی جو رائے ہے اُس کا خلاصہ امام المورخین صاحب منتخب التواریخ کا یہ قول ہے جو فی الحقیقت قابل قدر ہے جو آپ نے ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی اس تین سو سال کی مدت میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیرین وخسرو کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے تصنیف کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ تحریر امیر خسرو کی مثنوی کی مدح کا پورا مرقع ہے جس کے ضمن میں نلدمن کی ثنا بھی پائی جاتی ہے۔

بعض شاعرانہ خصوصیات واقسام مثنوی کے تھا اُس کی معنوی اہمیت

اگرچہ نظم سخن کے اقسام معنوی بے شمار ہیں لیکن اس جگہ صرف اُن خاص خاص قسموں کا ذکر کیا جائیگا جن پر شعرا کے کلام کا کمال منحصر ہے۔

کلام رزمیہ، بزم آرائی، تذکرۂ حسن و عشق، فلسفیانہ شاعری، اخلاقی نظم، جذبات انسانی کا اظہار، مناظر قدرت کا نظارہ، سوز و گداز کا التزام، متکلمانہ استدلالات، صوفیانہ رنگ، درد و غم رنج و الم، عاشقانہ مناجات اور ہر قسم کی شاعری کے لیئے جن جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اجمالاً حسب ذیل ہیں اور اُن کا ذکر مقامات مختلفہ پر جداگانہ طور پر بھی کیا گیا ہے۔

جامعیت، ایجاد و اختراع استعارات و تشبیہات، صنائع و بدائع، واقعہ نویسی، قوت تخئیل، سلاست و قوت کلام، فصاحت و بلاغت، جدت اسلوب

اب ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ مثنوی تمام اقسام شاعری و محاسن نظم کی جامع ہے۔

کلام رزمیہ | میدان جنگ کا خاکہ اور معرکہ حرب کی تصویر۔ فردوسی اس فن کا مرد میدان ہے اور نظامی نے اپنی نئی نئی شگوفہ کاریوں سے اُس کو چمن ہمیشہ بہار بنا دیا۔ امیر خسرو اُس کے گلچیں ہیں اور بہار آرا۔ دیکھو داستان جنگ خسرو و بہرام چوبیں۔

بزم آرائی | سامان نغمہ و سرود کا مرقعہ اور رباب و جام کے دور کا نقشہ۔ نظامی خاص طور پر اُس کے صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو نے اس کو بہرہت کر کے اہل نظر کو ششدر بنا دیا ہے۔ دیکھو داستان بنائے مشکو خسرو و شیریں کی بزم آرائی۔

تذکرۂ حسن و عشق | ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی اساس اسی مضمون کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام شعرا اسی وادی کے قافلہ سالار ہونے کے ساعی رہے ہیں۔ امیر خسرو خصوصیت کے ساتھ اس میدان کے خضر طریق ہیں۔ کُل مثنوی اس نقد گراں مایہ کا گنجینہ ہے۔

فلسفیانہ شاعری | حکیم ناصر خسرو و سنائی میں سے اس طرز خاص کا ہر ایک امام ہے اور مولانا نظامی نے اس فن خاص میں بہت ترقی کی اور بحری سکندر نامہ میں اُس کے اکثر پیچیدہ مسائل کو نہایت خوبی سے حل کیا مگر امیر خسرو بھی جابجا مراحل مختلفہ میں اُن کے ہمقدم ہیں۔ ملاحظہ ہو مکالمہ و مناظرہ خسرو و حکیم بزرگ امید۔ قابل دید۔

اخلاقی نظم | متأخرین نے اس قسم کو اپنا مطمح نظر بنا کر اُس میں بہت ترقی کی لیکن یہ سب متقدمین کی تقلید کا اثر ہے اس وجہ سے کہ نظامی اُس کے کامل الفن اُستاد مانے گئے ہیں بعدہ امیر خسرو کے جدّت پسند طبیعت نے اپنی نئی نئی گُل کاریوں سے اُس کی پامال سرزمین کو گلزمین بنا دیا ہے۔ اکثر داستانہائے حسن و عشق کے ضمن میں جب وہ متکلمانہ اور حکیمانہ نتائج بیان کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ متکلّم و عالم دنیا کی بے ثباتی، عالم کے انقلابات طرز معاشرت کے آداب درستی اخلاق وغیرہ وغیرہ مسایل اخلاقی پر تقریر کر رہا ہے۔

جذبات انسانی کا اظہار | فردوسی اُس کا حاکم ہے اور نظامی اُس کے زیور کے مرصّع کار جوہری اور خسرو اس متاعِ سنجیدہ کے گراں بہا بنانے والے قدر افزا سوداگر۔

مثلاً شیریں جب خسرو کو دروازہ قصر پر چھوڑ کر بامِ ایوان پر چلی جاتی ہے اور خسرو پرویز پر رسائی کا دروازہ بند ہے اُس وقت خسرو پرویز با وصف عشق کی ازخود رفتگی کے اپنے حفظ مراتب کے ساتھ جس جس طرح سے اپنے جذبات کو ظاہر کر رہا ہے یا شیریں اُس کے جواب میں اپنی شانِ محبوبی کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس جس ادا سے اپنے دلی خیالات کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ بھی مولٰنا نظامی کے مقابل یہ سب امیر خسرو ہی کا کمال شاعری ہے

مناظر قدرت | شاعری کے مختلف مناظر میں یہ ایک خاص دل کش اور پُر فضا منظر ہے اس پر شعرا نے طرح طرح سے موشگافیاں کی ہیں اس کے موضوعات خاصہ میں سے باغ و بہار آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب، صبح و شام کا جلوہ بعض قدرتی اشیاء کا بیان وغیرہ ہیں۔ اس میں نظامی نے جس قدر جدّتیں کیں تھیں امیر خسرو نے اُس کی تکمیل کر دی۔ دیکھو مختلف مقامات پر

مختلف داستانوں میں مہر و ماہ کا طلوع و غروب اور صبح شام کے جلوے۔

سوز و گداز | ہر شاعری کا لطف اسی پر موقوف ہے جب تک کلام میں سوز و گداز

نہ ہو وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا نظامی نے اگرچہ اس مضمون کو عروج کمال پر پہونچا دیا تھا مگر امیر خسرو نے اپنے دم مسیحائی سے دبی ہوئی آتش مردہ کو از سرِ نو بھڑکا دیا۔

مثلاً داستان نمبر ۴۴ میں شیریں اپنا سوز و گداز ظاہر کرتی ہے جس سے ارباب سماع کے کانوں کے پردے جل اُٹھتے ہیں۔ گرم آنسو مژگاں کو جلائے دیتے ہیں یا مثلاً داستان نمبر ۳۲ میں فرہاد کا سوز و گداز وغیرہ۔

متکلمانہ استدلالات | شعرا کا کمال سخن متکلمانہ شاعری پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مولنا روم علیہ الرحمۃ امام المتکلمین سمجھے گئے ہیں۔ امیر خسرو بھی کسی طرح ان سے عموماً پیچھے نہیں ہیں۔ کوئی داستان نہیں جو اس کمال سے خالی ہو۔ خصوصاً ابتدائی داستان میں حمد و نعت قابل دید ہیں۔

صوفیانہ رنگ | حقیقتاً شاہد سخن کے عارض گل رنگ کا غازہ بھی صفت ہے متقدمین شعرا میں اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور مولنا نظامی نے خصوصیت کے ساتھ اس رنگ کو بہت شوخ کر دیا۔ لیکن امیر خسرو نے اُس کی رنگینی کو ایسا چمکا دیا کہ اہل نظر کی مشتاق نگاہیں اُس کی منتظر رہتی ہیں۔ بالخصوص داستان نمبر ۴ و ۵ ہمارے اس دعوے کے شاہد ہیں۔

درد و غم و رنج و الم | شاعری کا دوسرا رُخ یہی مضمون ہے جس سے شاعر کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے امیر خسرو ہر قسم کی تصویر کھینچنے میں بے مثل مصور ہیں۔ دیکھو

باہمی مراسلت کی داستانوں میں شیریں وخسرو کی اندوہگیں حالت۔

عاشقانہ دعا و مناجات | مولانا نظامی نے اس خاص گلزمین میں ایسے نونہال لگائے تھے کہ اُس کے مقابل دوسروں کی چمن آرائی دشوار معلوم ہوتی تھی امیر خسروؒ نے اُس کو اپنا گل گشت بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ کسی کی خاص جاگیر نہیں ہے۔

مثنوی کے بعض اقسام شاعری کی ذکر کرنے کے بعد ضرور ہے کہ اجمالاً اُس کی بعض خوبیوں کو بھی بیان کر دیا جائے۔

جامعیت | متکلّم اور کلام دونوں کی صفات میں اس خاص وصف کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ مختلف علوم وفنون واکثر السنہ متنوّعہ کے واقف و ماہر کو عالم وادیب جامع کہتے ہیں اور امیر خسرو اس خلعتِ فاخرہ کے شرف سے بھی ممتاز ہیں جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اور جس کلام میں تمام خوبیاں اور اقسام محاسن نظم پائے جائیں وہ کلام جامع ہے جس کی بے مثل مثال موجودہ مثنوی ہے، اور بیان صدر و ذیل اس دعوے کے اثبات صدق پر قطعی برہان۔

اختراع استعارات و ایجاد تشبیہات | سب سے پہلے شعرا میں مولانا نظامی نے اس کی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور امیر خسرو نے اُس کی کمی پورا کر کے تکمیل کر دی اس مضمون کو مواقع مختلفہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

صنائع و بدائع | ہر کلام نظم و نثر کی علم معانی و بیان کے اعتبار سے اصلی وقعت اس مضمون کی پابندی پر موقوف ہے مگر امیر خسرو اس فن کے متفق علیہ امام الائمہ ہیں اور اعجاز خسروی آپکے اعجاز سخن پر گویا ایک روشن دلیل ہے اس کے علاوہ موجودہ مثنوی کو بھی اس گنج معنوی سے جس قدر سرمایہ حاصل ہے من وجہ اُس کا تذکرہ ہو چکا اور آیندہ ہوگا۔

واقعہ نویسی | عشق و محبت اور وصل و فراق کی دُنیا میں جو واقعات و معاملات واقع ہوتے ہیں اُن کی واقفیت کے ظاہر کرنے کو واقعہ نویسی یا معاملہ نویسی کہتے ہیں اور کسی خاص طرز ادا سے اُس کا بیان کرنا واقعہ نویسی کا کمال ہے۔

حضرت آزاد بلگرامی کے قول کے موافق امیر خسرو اس کے موجد اور پورا کرنے والے ہیں اور بالخصوص مثنوی کی نظم اس متاع گراں بہا کے لیئے گویا بازار مصر ہے شیریں و خسرو کی باہم مراسلت کے متعلق تمام داستانیں اور باربد و نکیسا کی زبان سے دونوں کی واقعات مختلفہ کا بیان قابل لحاظ ہے۔

قوت تخیل | ہر قسم کی شاعری کی رنگینی مضامین کی موشگافی جدت طرازی کی خوبی استعارات و تشبیہات کی نزاکت وغیرہ شاعر کی اسی قوت پر منحصر ہے۔ مولانا نظامی نے قوت تخیل سے جس قدر کام لیا تھا وہ گویا اُن کا حصہ معلوم ہوتا تھا لیکن امیر خسرو نے اپنی قوتِ تخیل کے اظہار کمال سے ثابت کر دیا کہ دراصل

یہ وہی دولت ہے مبدء فیاض کے غیبی خزانے سے جس قدر حصہ جس کو مل جائے وہ اُس کا گنجور سمجھا جاتا ہے۔ تمام مثنوی اس نوائے دلکش کا پردۂ راز ہے۔

سلاست و قوتِ کلام | کسی سادہ اور سلیس مضمون کو چست بندش اور پرشکوہ الفاظ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ بیان کرنا کہ مضمون میں علو پیدا ہو جائے اور سننے والوں کے دلوں پر اُس کا ایک خاص اثر پیدا ہو۔ نظامی نے اس امر میں جس قدر ترقی کی وہ اُن کے اکثر کلام سے ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو نے باوصف تقلید اُس کو بجائے خود اپنا خاصہ طبعی بنا دیا۔

مثلاً شیریں و خسرو کے باہمی نامہ و پیام میں خودداری و شان و شکوہ کا دونوں کی زباں سے اظہار وغیرہ۔

فصاحت و بلاغت | ہر نظم کا واقعی زیور یہی خاص صفت ہے۔ ہر دور کے شعرا نے پوری قوت کے ساتھ اس میں اپنا کمال دکھایا ہے لیکن امیر خسرو اس بزم میں صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مختلف مقاموں پر آپ کے اس وصف خاص کو دکھایا گیا ہے۔

جدت اسلوب | داختراع و ایجاد استعارات و تشبیہات میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے غزل کی شاعری کے ساتھ متقدمین نے اس صفت کو وابستہ

کردیا تھا مگر امیر خسرو نے اُس کو دربارِ عام میں قبولِ عام کے زیور سے مرصع کرکے مردم دیدۂ عوام وخواص بنا دیا۔ تمام مثنوی اُس کی تجلّیات سے متجلّی ہے اکثر داستانوں میں اس کی تمام عالم افروز شعاعیں جلوہ آرا نظر آتی ہیں دیکھیے داستان نمبر ۱۳ میں شیریں کی بعض صفات ناوک زنی و تیر اندازی وغیرہ کا ذکر یا داستان نمبر ۱۲ کی تمہید میں سوادِ شب کی حجلہ آرائی یا داستان نمبر ۲۴ میں شکر کا تذکرہ۔

مثنوی کے بعض صنائع و بدائع

اگرچہ اس مضمون کو جدا گانہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، اس وجہ سے کہ تمام اربابِ فن جانتے ہیں کہ امیر خسرو اس علم کے امام و مجتہد وقت ہیں اور آپ کی کتاب اعجازِ خسروی اس دعوے کی شاہدِ عادل ہے اور بالخصوص بعض صنائع کا ذکر بھی بعض اشعار کے ساتھ کر دیا گیا ہے مگر مختصراً ایک جگہ پر اُس کا تحریر کر دینا اس غرض سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی کے پڑھنے سے قبل اہلِ نظر خیال کر سکیں کہ ہر اعتبار سے یہ مثنوی کس قدر وقعت رکھتی ہے۔

استعارہ

کسی چیز کو بطور عاریت مانگنا اور اہلِ معنی کی اصطلاح میں وہ مجاز کی ایک خاص قسم ہے کیوں کہ جب کسی لفظ کو کسی جگہ اُس کے اصلی معنی سے نقل کرکے عاریتاً کسی دوسرے معنی میں بعلاقہ تشبیہ استعمال کیا جائے تو یہی دراصل مطلقاً استعارہ ہے۔ مثلاً نرگس و سنبل مستعار منہ کو بجائے چشم و زلف

یا ذکریں اور مستعار لہ کا ذکر نہ ہو اور اس کے اقسام مختلف ہیں۔

استعارہ بالکنایہ
استعارہ تخییلیہ
استعارہ ترشیحیہ

مستعار لہ کو ذہن میں کوئی شے فرض کر کے صرف اُس کے لوازم کا ذکر تخییل اور مناسبات کا ذکر ترشیح ہے اس صنعت خاص میں امیر خسرو نے جس قدر ابداع و اختراع سے کام لیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے اور آپ کی نظم میں جس جگہ دیکھو ہر جگہ موجود ہے

حمد

خداوندا دلم را چشم بکشائے　　بمعراجِ یقینم راہ بنمائے

نعت

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال　　از و در ساقِ عرش افگندہ خلخال

مجاز مرسل　کسی شے کو اصل معنی سے جدا سمجھ کر تشبیہ کے علاقہ کے سوا کسی اور دوسرے علاقہ کلیت و جزویت یا علاقہ ظرفیت و سببیت وغیرہ کے لحاظ سے غیر معنی موضوع لہٗ میں استعمال کرنا جو در اصل استعارہ ہی کے اقسام میں داخل ہے۔ تمام مثنوی اس صفت سے دوسری خوبیوں کے ساتھ پُر ہے۔

حمد

چو گردد نقشِ این دیبا مکمّل　　بعتق النّار کن آنرا مسجل

نعت

بنانش خنجرِ مہ کردہ چو جو　　ز بیم معجزش نیمہ مہِ نو

تشبیہات

شاہد نظم کے عارض کا غازہ اور عروس سخن کا زیور یہی استعارات و تشبیہات ہیں جن کا وجود قدیم ہے اہلِ عرب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ کلام ایسی خوبیوں سے آراستہ ہو جب آفتاب اسلام کی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کیا سارے علوم و فنون کے چشمے جاری ہو گئے۔ قرآن مجید و احادیث حمید انا افصح العرب والعجم نے سب کے سر نیچے کر دیئے۔ جس قدر صنایع بدایع ایجاد ہوئے یا آیندہ ہونے والے فرض کیئے جائیں کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی اُس کے جامع ہیں۔ ایرانیوں نے باوجودے کہ وہ اپنی زبان پر نازاں تھے اسلام ہی کے برکات کے آثار سے خصوصیت کے ساتھ ادبیت میں بہت ترقی کی مگر متقدمین شعرائے فارس جن تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتے تھے وہ سادے اور آسان ہوتے تھے۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا گیا ادراکات و احساسات میں نازک خیالی کی لطافت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مولٰنا نظامی نے اس میدان کے محدود دائرہ کو اپنی فکر کی آبیاری سے وسعت دے کر چمن ہمیشہ بہار بنا دیا ایک مدّت دراز کے بعد امیر خسرو نے اپنی خداداد جدّت اور قدرتی ذہانت سے ایسے نئے گُل کھلائے اور نو بنو نونہال اُگائے کہ اہلِ نظر کی نگاہیں اُن کی جس روش پر جاتی ہیں دامنِ گل چیں سے زیادہ پُر گُل نظر آتی ہیں۔ آپنے اِس فن کی تکمیل کے کمال کو انتہا پر پہونچا دیا۔ چنانچہ آپ کی یہ مثنوی ہمارے اس دعوے کے اثبات کے لیئے برہان قطعی ہے جس جگہ نظر کی جائے

نئے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم اس وقت حتی الامکان صرف حمد و نعت وغیرہ کی ہی چند ابتدائی داستانوں پر نظر رکھتے ہیں ورنہ مثنوی کا ہر حصہ اور ہر جز و کلیتاً تمام خوبیوں کے جواہر کا گنجینہ ہے۔

حمد

اُمیدم را بجائے کش عماری | کہ باشد پیش گاہ رستگاری
برافروزایں زیارت خانۂ خاک | بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

نعت

بنامِ احمد اندر سجدہ نہ بام | مگر رحم سجدہ است اندراں بام
ملایک خواندہ شمع آسمانش | دخانِ نورِ روشن از زبانش

تنسیق الصفات | ممدوح واحد کے چند صفات کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنعِ او یک گل زباغے | زملکش نہ فلک دو دِ چراغے
رموز آموز عقلِ نکتہ پیوند | شناسائی دہ جانِ خردمند

نعت

مسیحا از دم خود رفتہ جایش | خضر از آبِ حیوان تشنہ پایش
براہلِ اُقتلوا راندہ غضب را | بلوحِ فاستقم خواندہ ادب را

تضاد | باہم مخالف المعنی الفاظ کا ذکر۔

حمد و دعا

درآسانیم شکر اندیش گرداں　　　بدشواری سپاہم بیش گرداں

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی　　　جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

تقابل | باہم متقابل المعنی الفاظ کا ذکر جن میں تخالف و تضاد طبعی نہ ہو۔ مثلاً بندگی و خواجگی۔ زندہ و قرباں وغیرہ۔

حمد

چو ہر زندگی بخشید ہر چیز　　　کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

نعت

دو قرباں یافتہ زو زندگانی　　　دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

سیاقۃ الاعداد | بہ ترتیب یا بغیر ترتیب چند اعداد کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل زباغے　　　زہ کش نہ فلک دو دو چراغے

نعت

ندارد ہفت مرد و چار زن نام　　　مگر زاں شاہِ ہفت ایوان و نہ طام

تلمیح | کسی قصہ یا خاص واقعہ کی طرف اشارہ۔

حمد

بشکرش ہر گلو نے راز بانی ست   وزاں ہر ذرہ تسبیح خوانی ست

نعت

ز حکمت نامۂ او حی کلامش   باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش

ایہام | ایسے لفظ کا ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں اور کبھی اس کے بعید معنی مراد ہوں اور قریب معنی کے مناسب اور الفاظ مذکور ہوں اور کبھی اس کا عکس چونکہ یہ صنعت خصوصیت کے ساتھ استعارہ کی خوبی کو دو چند کر دیتی ہے اس لیئے تمام اساتذہ عموماً اور خسرو خصوصاً اس صنعت کا استعمال اپنے ہر کلام میں بہت کرتے ہیں چنانچہ یہ مثنوی بھی اس کا گنجینہ ہے۔

نعت

نوشتہ از دخاں پر نور منشور   دخانش نور بل نور علیٰ نور

رجوع یا رد و اصرار | کسی صفت کو بیان کرنے کے بعد اس کی تردید اس طرح کرنا کہ پہلے مضمون پر اور ترقی ہو جائے

معراج

نہ اختر لیک ز اختر پاک جان تر   نہ گردوں لیک از گردوں روان تر

دو قافیتیں | ایک شعر میں دو قافیوں کا ذکر۔

نعت

بوکبِ دارش ناموسِ اکبر   خراماں گشتہ چوں طاؤسِ اخضر

گریز | تشبیب کے بعد اصل مقصود کی طرف عمدہ طریق سے رجوع۔ یہ صنعت اگرچہ قصیدہ کے ساتھ خاص ہے مگر امیر خسرو نے مولانا نظامی کی تقلید کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مثنوی میں بھی بعض مواقع پر اس کا التزام کیا ہے۔

از حمد بہ نعت

اُمیدم را برآتے کن حوالت   کہ باشم پیرو ختمِ رسالت

تجنیسِ تام | ایسے لفظ کا دو بار لانا جو دو معنی رکھتا ہو۔

نعت

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشودہ   باقصیٰ قبلۂ دیگر نمودہ

تجنیسِ ناقص | ایسے دو متجانس الفاظ کہ جن کا رسمِ خط یکساں ہو۔

نعت

براتِ رحمت از غیبِ انس و جاں را   خطِ آزادیِ آتش جہاں را

تجنیسِ خطی | ایسے دو متجانس الفاظ جن میں صرف حرکات یا نقاط کا فرق ہو

نعت

بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش   مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

تجنیس زائدہ اول | ایسے دو متجانس الفاظ کہ ایک میں ابتداءً کوئی حرف زائد ہو

نعت

محمد کاصل ہستی شد وجودش　　　جہاں گردے نشاد وانِ جودش

تجنیس زائد با وسط | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے وسط میں کوئی حرف زائد ہو

نعت

در احمد از احد کامل جمالیست　　　چو احمد بے احد شد صفر خالیست

تجنیس زائد آخر | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے آخر میں کچھ زیادتی ہو۔

حمد

جواہر بند ناہید از ثریا　　　چراغ افروز در در قعر دریا

تجنیس مطرف | ایسے ایک قسم کے چند الفاظ جن کے حروف روی یکساں ہوں۔

نعت

سیاست در کفِ بہرام دادہ　　　سعادت مشتری را دام دادہ

اشتقاق | ایسے متجانس الفاظ کا ذکر جن کا مادّہ واحد ہو۔

منقبت

بسیر طیر ہمّت کردہ در کار　　　کہ در سیر او ہم در طیر طیّار

رد العجز علی الصدر | شعرا کے اصطلاح کے موافق، رکن اوّل مصرعہ اول کو صدر اور رکن آخر مصرعہ اوّل کو عروض، اور رکن اوّل مصرعہ دوم کو ابتدا اور

رکن آخر مصرعۂ دوم کو عجز اور ہر دو رکنوں کی درمیانی الفاظ کو حشو کہتے ہیں
پس رد العجز علی الصدر وہ صنعت ہے کہ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر
کرے اُسی کو اوّل بیت میں لاوے۔

حمد

رقم کو بازنتناسد قلم را　　　　چہ داند باز نقاشِ رقم را

ردالابتدا علی الصدر | جو لفظ مصرعۂ دوم کے ابتدا میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے
شروع میں لایا جاوے۔

نعت

ولایت داری از توقیع درگاہ　　　　ولایت نامۂ او لی مع اللہ

ردالعجز علی العروض | جو لفظ مصرعۂ دوم کے آخر میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے آخر
میں لایا جائے۔

نعت

ہمیں او را بگویم سایہ یار است　　　　دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار است

ردالحشو علی الصدر | جو لفظ درمیان مصرعہ ہو وہ ابتدا مصرعہ اوّل میں لایا جائے۔

مناجات

بخوابِ غفلتم مگزار زین بیش　　　　مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

ردالحشو علی الحشو | ایک لفظ ہر مصرعہ کے درمیان لانا۔

مناجات

چراغم را چو خود بخشیدۂ نور　　مکن بخشیدۂ خود را ز من دور

ردالابتدا علی الحشوالاول | جو لفظ مصرعہ دوم کے اوّل ہووے وہی لفظ مصرعہ اوّل کے درمیان آئے۔

نعت

نوشتہ از دخاں پر نور منشور　　دخانش نور بل نور علےٰ نور

مراعات النظیر | باہم متناسب الفاظ کا ذکر مثلاً چراغ، روشن، نور، ظلمت وغیرہ موجودہ مثنوی اس صنعت کا گویا مرقعہ ہے۔

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی　　جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

حسن التعلیل | کسی دعوے فرضی یا واقعی کے اثبات پر ایسے برہان قایم کرنا کہ بہ اعتبار واقع وہ دلیل نہ ہو مگر تمثیلاً بحیثیت برہان دعوے کو ثابت کردے مثلاً نبی کریم کے اتحاد ذاتی پر حضور کے نام کی صوری ترکیب کو برہانِ قطعی بنانا۔ یہ صنعت بھی اس مثنوی کا جزو لازمی ہے نعت

بد انساں گشتہ در وحدت یگانہ　　کہ نا گنجید خود ہم در میانہ

در احمد از احد کامل جمالی ست　　چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

مذہب الکلامی | کلام کا اکثر حصّہ جو دلائل و براہین پر مبنی ہو۔ امیر خسرو کا اکثر حصّہ کلام اس صنعت کے محیط کا مرکز ہے۔

نعت

دل خصماں گواہ بر صدق ذاتش — گواہی دادہ سنگ از معجزاتش

لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب | اوّل مصرعہ یا فقرہ میں چند اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مصرعہ یا فقرہ میں اور ایسے چند اشیاء کا ذکر کرنا کہ بہ ترتیب یا بغیر ترتیب باہمد گر کسی قسم کے تعلق رکھتے ہوں۔

حمد

نہ دانا زو خبر دارد نہ اوباش — کہ حربا نیز کور آمد چو خفاش

نہ در ماگنجد اسرار الٰہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

مبالغہ | مطلق کسی کام میں حد سے زیادہ کوشش۔ اور اُس کی تین قسمیں ہیں

تبلیغ، غلو، اغراق | اگر صفات محمودہ یا مذمومہ میں ایسی زیادتی کی جائے کہ بظاہر مستبعد یا محال معلوم ہو۔ عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ تبلیغ ہے اور اگر بہ اعتبار عقل ممکن اور بہ اعتبار عادت غیر ممکن ہو تو مبالغہ (غلو) ہے اور اگر عقلاً و عادتاً ہر طرح غیر ممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے چونکہ ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی بنیاد اسی صفت مبالغہ پر قایم کی گئی تھی اس لیئے ہر طبقہ کے شعرا ہر دور اور ہر زمانہ میں اس شاہد رعنا کی غازہ طراری میں ہمیشہ ترقی کرتے رہے۔

اسی بنا پر امیر خسرو نے اُس کو سب سے زیادہ اوجِ کمال پر پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ
موجودہ مثنوی میں بھی اُس کی تجلیات کی ہر جگہ جلوہ افروزی ہے۔

اول مدح شیخ

بسقفش کردہ جبریل آشیانہ　　فلک در صحن او کنجشک خانہ

دوم مدح سلطان

ستارہ را تیغش را نہفتہ در زیر　　فلک با حملۂ او کُند شمشیر

سوم مدح سلطان

فلک را گرد محش ہفت جا جیح　　جہت را دادہ میدانش و نیش طرح

سجع موازنہ | ایسے چند الفاظ کا ذکر جو وزن میں اکثر موافق ہوں۔

معراج

گریبانِ جہت را پارہ کردہ　　جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

التفات | کسی ممدوح کی مدح کے وقت کبھی ضمیر غائب اور کبھی ضمیر حاضر سے
اُس کو یاد کرنا۔ اگرچہ اس صنعت کو قصائد کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہے مگر مثنوی
میں بھی اس کا التزام موجود ہے۔ اوّل مناجات و دوم توحید و سوم پھر مناجات
کا سلسلہ اُس کا شاہد ہے۔

مُعمّا | کسی خاص خوبی کے ساتھ بقاعدۂ ریاضی وغیرہ کسی شعر سے کوئی نام
پیدا کرنا۔ امیر خسرو نے اس فن میں بھی اپنی جدت طرازی کو اوجِ کمال پر

پہونچا دیا ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں بھی آپ نے ایک موقع پر
اپنے فکر بلند پرواز کے جوہر دکھائے ہیں جس کا اجمالاً صرف نشان بتا دینا
کافی ہے تاکہ حمد و نعت کا سلسلہ باقی رہے اور خلاف ذکر صنائع الٰہیہ محاسن
رسالت پناہیہ دوسرا ترانہ زبان پر نہ آئے۔

وصل الحروف میں	ایسے الفاظ لانا جو زیادہ ترمل کر لکھے جاتے ہیں۔

نعت

ریاحین بخشِ باغِ صبح گاہی   کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت

انگریزی تحقیق کے موافق تمام اقسام کے قصّے اور افسانے دو قسم پر منقسم
ہیں، ناول، ڈراما اور اُن میں باہم فرق یہ ہے کہ کسی واقعہ حُسن و عشق کو صرف
زبان سے نثر میں بیان کرنا ناول ہے اور اُس کو عملی صورت میں مختلف طریقوں
سے دل چسپ بنانے کے لیئے نظم میں دکھانا ڈراما اور پھر اُس کی دو قسمیں ہیں
(کامیڈی) اور (ٹریجڈی) ڈراما کو سب سے پہلے تو یونانیوں نے اختیار کیا
مگر اہلِ یونان کی عورتیں ایسے تماشاؤں میں شریک نہیں ہوتی تھیں حضرت
عیسےٰ علیہ السلام سے صدہا سال قبل اہل ہند نے اس تماشہ کو دل کش بنانے کے لیئے

پردے ایجاد کیے اور اُن کی عورتوں نے اپنے گانے بجانے اور خوشنما نقلوں سے اُس کو ہوش ربا بنا دیا چنانچہ والمیک نے بیان کیا ہے کہ اجودھیا میں چار ہزار (نٹنی) عورتیں موجود تھیں۔ بعدہٗ یونان سے روم میں اور روم سے باقی یورپ میں اُس کا رواج ہوا اور ناچنے گانے میں ایسی ترقی ہوئی کہ جو اسٹیج ڈراما کے لیئے بنائے گئے وہ اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ دو دو لاکھ آدمی اُن میں بہ آسانی آجاتے تھے۔ پھر اہلِ جرمن و فرانس وغیرہ نے اُس میں ترقی کی چونکہ اسلام اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اُس کا مخالف تھا عرب و ایران وغیرہ ممالک میں اُس کا رواج اُس حد تک نہیں ہوا کہ جیسا دوسرے ملکوں میں عملاً تھا۔ بالجملہ شیکسپیر نے کچھ ترمیم کے ساتھ ڈراما کو ایسی ترقی دی کہ آج زمانہ اُس کا فریفتہ ہے مگر وہ (ٹریجڈی) قصّوں کو جس کا ترجمہ (غم انجام) ہے بمقابل (کامیڈی) افسانوں کے زیادہ پسند کرتا ہے جس کے معنی (مسرّت انجام) ہیں۔

اب ہم اپنی پیش نظر مقصود بالذات مثنوی کو پیش کر کے یہ امر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ فی الواقع یہ قصّہ بھی کس قدر دل چسپ (ٹریجڈی) ڈراما ہے اور کس مرتبہ کا دل کش افسانہ اور امیر خسرو نے (ٹریجڈی) ڈراماؤں کی ضرورتوں[1]

---

[1] ڈراما کے وہ بعض ضروری خصوصیات جن کی پابندی نے شیکسپیر کے سب سے بہترین ٹریجڈی ڈراما (Macbeth) (میکبتھ) کو قبولِ عام اور شہرتِ دوام سے فلک الافلاک کا مہر عالم تاب بنا دیا ہے حسب ذیل ہیں۔

انسانی زندگی کے اہم اور خطرناک حالات سے بحث۔ روحانی جذبات پر خاص قسم کا اثر۔ معانی کی قدرتی آمد۔ گہری اور سنجیدہ سبقوں کی تعلیم۔ انسانی ہمدردی کبھی غیر معمولی اور خلاف فطرت واقعات کا ذکر۔ اور کبھی سنجیدہ ظرافت و تمسخر۔ خیالات کا علو۔ مضامین کا مسلسل شاعرانہ نازک خیالی۔ کسی خاص زمانہ کے خاص خاص اشخاص کے واقعات کا خوبی کے ساتھ بیان۔ خوفناک اور درد انگیز واقعات کا مؤثر الفاظ میں ذکر۔ اور موجودہ مثنوی امیر خسرو اور تمام خوبیوں کے ساتھ ان کو صفات کی جامع ہے۔

کو ایسا پورا کیا ہی کہ (شیکسپیر) کے ایجاد و اختراع بہ نظر تحقیق گویا اُنھیں خوبیوں کا ایک پردہ ہیں اور اگر اُس کو عملی ڈراما بنایا جائے تو وہ بھی کسی طرح (شیکسپیر) کے منتخب اور مشہور ڈراما سے کم حیرت افزا ثابت نہ ہوگا اُس کی ترتیب کا پورا لطف اُس وقت حاصل ہو سکتا ہی کہ اُس کی مختصر خلاصہ کو بہ نظر غور دیکھا جائے اور (شیکسپیر) کے کسی پسندیدہ (ٹریجڈی ڈراما) سے اُس کا مقابلہ کیا جای باایں ہمہ امیر خسرو کی سخن طرازی کا اعجاز یہ ہی کہ آپنے ایک (ٹریجڈی) ڈراما کو اپنی جدت پسند طبیعت کی پُرزور قوت کے اثر سے ایسا اخلاقی پندنامہ اور ادبی گنجینہ بنادیا ہی کہ اوّل سے آخر تک ہر داستان کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کا انقلاب، حکیمانہ نصائح، صوفیانہ مواعظ، متکلمانہ مباحث، شراب کے نقایص ہوا و ہوس کی تنقیص، حکمرانی کے اُصول، معاشرت کے قواعد، منہیات سے اجتناب، عدل و داد کے فضایل، جور و جفا کے قبائح، عبادت الٰہی کی تاکید اسلام کی خوبیاں، مذہب کی ضرورت وغیرہ وغیرہ جلوہ آرا ہیں -

اجمالی طور پر قصّہ کا اختصار

شاہزادہ ساسانی خسرو پرویز بن ہرمزد بن نوشیرواں اپنے باپ ہرمزد کے قتل کے بعد تخت نشیں ہوتا ہی اور سب سے اوّل اپنے باپ کے سپہ سالار بہرام چوبیں پر حملہ کرتا ہی جو شہر مداین پر حکمراں تھا آخر کار غلبۂ خصم کی وجہ سے اُس کو

شہر مداین چھوڑنا پڑتا ہے۔ اُس کا ندیم و رفیق شاپور سفر میں بھی اُس کا ہم رکاب ہے، وہ اُس کی تفریح طبع کی غرض سے سفر کے مختلف واقعات و عجائبات سنانے کے ضمن میں شیریں کی تصویر بھی خسرو کو دکھا دیتا ہے۔ جو ارمن کی ملکہ مہیں بانو کی عصمت شعار بھتیجی تھی۔ خسرو یکایک از خود رفتہ ہو کر شاپور سے تدبیر وصل دریافت کرتا ہے اور اُس کے مشورہ کے موافق بحیلۂ شکار ارمن کی طرف قصد سفر کرتا ہے۔ حُسنِ اتفاق شیریں بھی اُسی شکار گاہ میں جلوہ آرا ہے جہاں خسرو کا قیام ہے۔ شیریں اپنی ایک گلبدن کنیز کو سفیر بنا کر استفسار حال کرتی ہے۔ شاپور حُسن تدبیر سے جواب کو خود شیریں کے دریافت کرنے پر موقوف رکھتا ہے اور شیریں کے طلب پر شاپور حاضر دربار ہوتا ہے اور بعد اصرار خسرو پرویز کا نسب نامہ سُنا کر شیریں کو اُس کا غائبانہ مشتاق بنا دیتا ہے۔ شیریں اپنے جذبِ شوق کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر بزم خسرو میں پہونچ جاتی ہے۔ خسرو اظہار تمنّائے ملاقات کے ساتھ اپنے قصد سفر سے شیریں کو مضطرب الحال بنا دیتا ہے اور افسوں گری کی تاثیر سے واقف ہو جانے پر لطف تقریر سے اُس کو اطمینان دلاتا ہے کہ ایسا ارادہ محض بطریق امتحان تھا۔ شیریں کے اصرار پر خسرو پرویز اُس کا مہمان ہوتا ہے اور ملکہ مہیں بانو اُس کے آنے پر شاہانہ طور پر سامانِ ضیافت بہم پہونچانے میں مبالغہ کرتی ہے۔ بزم نشاط گرم ہے، شراب کے دَور چل رہے ہیں خسرو جوش نشہ و سرور سے مست ہو کر اظہار تمنا پر مجبور ہے مگر شیریں اپنی سچّی عصمت شعاری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو

محفوظ رکھنے میں کامیاب ہے۔ کچھ مدت کے بعد خسرو شیریں سے اجازت لے کر قیصر روم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے شیریں کے پیش کیئے ہوئے دونوں صبا رفتار گھوڑے شبدیز و گلگوں اُس کے ہمراہ ہیں۔ قیصر اپنا تاج و تخت اُس کو دے کر اپنی مہ پارہ لڑکی مریم سے اُس کا عقد کر دیتا ہے اور بے شمار خزاین و افواج سے اُس کا معین و مددگار ہو جاتا ہے اور خسرو اپنی مخالف قدیم بہرام چوبیں پر دوبارہ بمقام مداین سخت حملہ کرتا ہے جنگِ شدید کے بعد بہرام شکست کھا کر بھاگ جاتا ہے اور خسرو اُس وقت اطمینان کے ساتھ حکمراں ہو جاتا ہے اور طالع کی یاوری سے قیصر روم کے بہت سے خزانے گھر بیٹھے خسرو پرویز کے ہاتھ آجاتے ہیں، اور خسرو آزادی سے زر بخشی اور بزم آرائی میں مشغول ہے۔ ایک مدت کے بعد مریم ملکہ جہاں رشکِ شیریں سے گھٹ گھٹ کر جان دیدیتی ہے اور خسرو اُس کے غم و الم فراق کا حیلہ کر کے شیریں کے خیال میں پھر سفر کرتا ہے، اور شیریں سے مل کر بزم نشاط گرم کرتا ہے۔ خسرو ہر چند شیریں کے ساتھ ہمکناری کا قصد کرتا ہے مگر وہ ہر حالت میں اپنی عفت و عصمت کی پاسبان ہے۔ خسرو نے ایک اور حیلہ پیدا کیا ہے کہ تمام ماہرو کنیزوں کا عقد اُن کے خواستگار مہ جبیں غلاموں کے ساتھ ہو جاوے اور پھر بھی وہ اپنے حصول مقصود میں کامیاب نہیں اور شیریں ابھی تک اُس سے دُور ہے۔ شاپور خسرو کی حالتِ تباہ دیکھ کر طرح طرح سے اُس کو شیریں کی طرف سے بدظنی کے خیال پر آمادہ کرتا ہے مگر اُس پر کچھ اثر

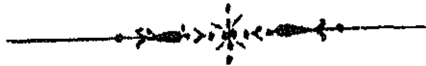
نہیں ہے۔ آخر کار شکر ملکۂ اصفہان کی حُسن جہاں گیر کی ثنا و صفت سُنا کر
خسرو کو شکر کا دل دادہ بنا کر سفر اصفہان پر تیار کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی طبعی عیش
پرستی سے مجبور ہو کر اصفہان پہونچتا ہے اور شکر سے اُس کا عقد ہو جاتا ہے۔

جب شیریں کو یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے وہ آتشِ رشک سے سوختہ جگر ہو جاتی
ہے اور شب و روز گریہ وزاری کے ساتھ مناجات میں مشغول ہے اور کبھی کبھی
سیر و شکار سے دل بہلاتی ہے۔ ایک روز کوہ بیستون پر اُس کا گزر ہوتا ہے اور
فرہاد کوہکن کو دیکھ کر اُس سے ہم کلام ہوتی ہے وہ نظر اوّل میں اُس کا دلدادہ
ہو جاتا ہے۔ شیریں اُس سے جوئے شیر کھودنے کی فرمایش کرتی ہے کہ جس سے
تازہ دودھ بہم پہونچنے میں آسانی ہو وہ بہ عوض وعدۂ دیدار اس کام پر
آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش میں کامیابی کا اُمیدوار ہے مگر آتشِ عشق
نے اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب خسرو پرویز اس خبر جاں کاہ کو سُنتا ہے رشکِ رقابت سے جل جاتا ہے
اور طرح طرح سے اپنے حصول مقصود کے لیئے چارہ جو ہے شاپور اُس کا ندیم خاص
خسرو پرویز کو شیریں کے نام خط لکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ باہمی خط و کتابت کے
بعد خسرو اصفہان سے چل دیتا ہے اور ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر حصولِ مدّعا
ہے۔ بعدہٗ خسرو تبدیل لباس کے ساتھ فرہاد کے پاس پہونچتا ہے اور اُس سے
بطور تجاہل مناظرہ کرتا ہے۔ خسرو کی تمام کوشش یہ ہے کہ فرہاد خیال شیریں سے

بازرہے مگر اُس کا جوش و خروش دو نا ہوتا جاتا ہے۔ خسرو مجبور ہو کر ایک زنگی سیہ کار کو مامور کرتا ہے اور وہ کوہ بیستون پر پہونچکر شیریں کے مرجانے کی غلط خبر سنا کر فرہاد کو یقین دلا دیتا ہے کہ شیریں مرگئی یہاں تک کہ وہ اسی صدمۂ فراق کے باعث پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شیریں اس دل خراش خبر کو سن کر بے اختیار ہو جاتی ہے اور گریہ و بکا و آہ و زاری کے بعد مراسم تعزیت بجالاتی ہے اور شاہانہ طور پر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اُس کو دفن کر دیتی ہے مگر اُس کو کسی طرح صبر نہیں آتا وہ اُس کے عوض ایک دلاّلہ پیرزن بدخصال کو مقرر کرتی ہے کہ اُس کی حریف شکر ملکۂ اصفہان کا کام تمام کرے۔ وہ اصفہان پہونچکر اپنے مکر و فریب سے اُس کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کی مُنہ بولی ماں بن کر فرصت کے وقت اُس کو زہر سے ہلاک کر دیتی ہے اور محل شیریں میں واپس آ کر اپنی اس ظالمانہ کارروائی کی داد چاہتی ہے۔ شیریں خسرو کی طرح اپنی اس بے گناہ کشی پر نادم ہے۔ خسرو اس خبر کو سُن کر سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع میرے اُس گناہ کا عوض یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب خسرو قصر شیریں پر حاضر ہے۔ مگر شیریں دروازہ بند کر کے محل کی چھت پر چلی گئی ہے اور وہیں سے فیمابین مکالمہ ہو رہا ہے۔ بہت سے سوالات و جوابات کے بعد شیریں اپنے دلدادہ خسرو کو محل میں بلا لیتی ہے اور پھر بزم نشاط گرم ہوتی ہے اور باربد خسرو کی طرف سے اور نکیسا شیریں کا ہم زبان بن کر غزل سرائی سے بزم آرا ہیں۔ بالجملہ منگنی

کے مراسم ادا ہونے کے بعد خسرو و شیریں کا باہم عقد ہو جاتا ہے اور وہ دونوں مغموم و مہجور عیش و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خسرو حکما کے ساتھ بزم آرا ہے اور اُن کی حکیمانہ پند و نصایح و فلسفیانہ مسائل حکمیہ کے بیان سے ہر دم مستفید ہوتا ہے۔ آخر میں ارا کین سلطنت کے اغوا سے اُس کا بیٹا شیرویہ اُس کو قتل کرا دیتا ہے اور خود تخت نشین بن جاتا ہے۔ شیریں اس ماجرائے جاں گزا سے واقف ہو کر خسرو کے بالیں پر آتی ہے اور خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر کے اُس کے ساتھ ہم کنار ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی لحد میں دفن کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے دُنیا میں اپنا افسانہ چھوڑ جاتے ہیں۔



(حصۂ سوم) موازنۂ زبان اساتذہ

(۱۳۳۶ھ)

الٰہی نقشِ اسم ذاتِ خود گرداں بیانم را

بہ قطعِ ما سوا مقراضِ لا گرداں زبانم را

اب اصل کتاب کے مضامین کو سلسلہ کی پابندی کے ساتھ شروع کرنے کا خیال کیا جاتا ہی۔ بعض بعض اشعار کے بعض بعض صنائع و بدائع لفظی و معنوی کو ہر شعر کے مقابل بطریق اشارات بنظر اختصار تحریر کر دیا جائے گا اور بعض ضروری خصوصیات فی الجملہ مشرح لکھے جائیں گے۔ لغات و محاورات و مصطلحات خسروی کو اصل مثنوی شیریں و خسرو میں حواشی کے طور پر جابجا بیان کر دیا گیا ہی اس جگہ صرف جستہ جستہ بعض مشکل اشعار کے معانی کو چند ابتدائی داستانوں میں ظاہر کر کے آئندہ بخیال اطناب کتاب محض خلاصہ ما فی الباب پر ہی اکتفا کرنا ضروری سمجھا گیا ہی۔ مختلف نسخوں کے اختلافات کو بھی اسی اصل کتاب میں ظاہر کر دیا ہی جس کو بغرض طبع مکمل کیا گیا ہی۔ چوں کہ بعض ابتدائی داستانوں میں مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اور بعض اساتذۂ کرام کا بھی ذکر آگیا ہی بنا بریں علیٰ ہذا مناسب ہی کہ پہلے امیر خسرو کا خلاصہ

گنج معانی بازارِ تنقیدِ سخن میں پیش کیا جائے اور بعدہٗ حضرت مولانا نظامی کے جواہر زواہرِ معنوی اپنے جلوہ جہاں افروز سے مشتاقوں کی نگاہوں کا کحل الجواہر بنیں اور سب سے آخر میں کہیں کہیں دوسرے بعض صرافانِ فن کے سرمایۂ فکر رسا کا انتخاب بھی بطریقِ مشتے نمونہ از خروار حاضر کیا جائے۔ واللہ المستعانُ وھو المعین

عروسِ دعایہ حجلۂ حمدِ کبریا

امیر خسرو	مولانا نظامی
خداوندا دلم را چشم بکشاے	خداوندا درِ توفیق بکشاے
بمعراجِ یقینم راہ بنماے	نظامی را رہِ توفیق بنماے
برحمت باز کن گنجینۂ جود	دلے دہ کو یقینت را بشاید
درونم خواں بشادروانِ مقصود	زبانے کافرینت را سراید
دلے بخش از ثنائے خویش معمور	مدہ ناخوب را در خاطرم راہ
زبانے زافرینِ دیگراں دور	مدار از ناپسندم دست کوتاہ
در آسانیم شکر اندیش گرداں	درونم را بنورِ خود بیفروز
بدشواری سپاسم بیش گرداں	زبانم را ثنائے خود در آموز
اُمیدم را بجائے کش عماری	بداؤدی دلم را تازہ گرداں
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری	زبورم را بلند آوازہ گرداں

خسرو کا پہلا شعر نظامی کے شعر اول کا اور شعر سوم شعر چہارم کا جواب ہے
مضمون حقیقتاً یکساں ہے مگر طرز بیان اور حسن زبان جداگانہ۔ با ایں ہمہ نقل کو بذاتہ
ایک مستقل جداگانہ اصل بنا دینا امیر خسرو کے خصوصیات میں سے ہے شعر چہارم میں
مراتب شکر کی التجا کو جس مرتبۂ کمال پر پہنچایا ہے اُس کی اہمیت کو اہل معانی جانتے
ہیں کیونکہ انسان راحت و آسانی کے وقت جس طرح شکر الٰہی سے غافل ہو جاتا
ہے اُس سے زیادہ دشواری و مصائب میں اُس پر غفلت طاری ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے
دوسرے مصرعہ میں اصل مضمون سے بہت ترقی کی ہے۔ مگر مولانا نظامی کا مطلع کتاب کی
خصوصیت کے ساتھ ایسا لاجواب ہے کہ اکثر اساتذہ نے اُس کے مقابل طبع آزمائی کی
ہے، مگر وہ فصاحت و سادگی کی ضمن میں بلاغت نما پہلو ایسا نہ پیدا کر سکے جو مولانا
نظامی کے اس مطلع میں موجود ہے۔ اگر بقدر ضرورت تمام خوبیوں کو پورا کرتے ہوئے
قابل لحاظ ہے تو امیر خسرو ہی کا یہ مطلع ہے جو اس مثنوی کا سرنامہ ہے۔ مولانا نظامی کے
مطلع کے دوسرے مصرع میں ایک دقیق تلمیح قول مشہور رب ارنی حقائق الاشیاءَ
کے ساتھ جو مضمر ہے اُس نے شعر کو گنجینۂ جواہرِ عرفاں بنا دیا ہے۔

امیر خسرو

(تضاد و تقابل) چو خود برداشتی اول ز خاکم | مده آخر بطوفانِ ہلاکم
(رد علم کلام) بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم | بجوشیم زندہ گرداں تا نہ میرم
(معنی دیاں) نہ دل پژمردۂ دارم نہانی | تو بخشی مردگاں را زندگانی

(استعارہ) برافروز ایں زیارت خانۂ خاک — بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

(تجنیس) بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش — مرا خود خواب دیگر ہست در پیش

(ایہام) خیالے را کہ می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج

(تشبیہ) زبہر گرمیِ ہنگامۂ خویش — سوادے می کنم در نامۂ خویش

(تعلیق) چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمل — بعتق النار کُن آں را مسجّل

مولانا نظامی

عروسے را کہ پروردم بجانش — مبارک روے گرداں در جہانش

سوادش دیدہ را پر نور دارد — دماغش مغز را معمور دارد

معانی را بدودہ سربلندی — سعادت را بدو کن نقشبندی

بیان کی سلاست اور زبان کی فصاحت صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے علاوہ امیر خسرو کی ہر شعر سے ظاہر ہے بالخصوص شعر دوم و سوم میں مناجات و التجا کے ساتھ اثبات دعوے پر جس طرز خاص سے استدلال کیا ہے اُس سے آپ کے علم کلام کی پر زور قوّت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کالبد عنصری کو زیارت خانۂ خاک قرار دے کر عقلِ روشن اور اندیشۂ پاک سے اُس کے منور کرنے کی درخواست کس درجہ لطیف استعارہ کے ساتھ قابل قدر بنا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی فطرتی جدّت اور قدرتی ذہانت سے اپنی اس مثنوی میں اس موقع پر اپنے کلام کے متعلق مناجات کے ضمن میں جن الفاظ سے اور

جو دعا کی ہے وہ اکثر شعرا کے خلاف سراپا اصلی اور واقعی مناجات ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میرے اس دیباچۂ سخن کی تصویر درجۂ کمال کا شرف حاصل کر لے اُس وقت اُس کو عتق النار کی مہر سے آراستہ کر دینا تاکہ وہ تیری رحمت عامّہ سے میرے لیے آتش دوزخ سے آزادی کا فرمان بن جائے۔

توحید باری عزّ اسمہ

امیر خسرو	مولانا نظامی
(شیریں خسرو) بنامِ آں کہ جاں را زندگی داد	بنام آں کہ ہستی نام ازو یافت
خلائق را بجاں پایندگی داد	فلک جنبش زمیں آرام ازو یافت
(ہشت بہشت) خداوندے کہ حکمت بخش خاک ست	خدائے کافرینش در سجودش
کمینہ بخشش او جان پاک ست	گواہِ مطلق آمد بر وجودش
(قران السعدین) دو کون از صنع او یک گل زباغے	تعالی اللہ یکے بے مثل و مانند
زملکش نہ فلک دودِ چراغے	کہ خوانندش خداوندان خداوند
(ہشت بہشت) رموز آموزِ عقل نکتہ پیوند	فلک بر پائے دار و انجم افروز
شناسائی دہِ عقلِ خردمند	خرد را بے میانجی حکمت آموز
(مطلع الانوار) بصارت بخش چشمِ پیش بیناں	مراد و مایۂ تاریک بیناں
تمنائے درونِ شب نشیناں	انیس خاطرِ خلوت نشیناں

جواہر بند ناہید از ثریا — غم و شادی نگار و بیم و امید
چراغ افروز در در قعرِ دریا — شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

وحدت باری کا اثبات جو دراصل علم کلام کا ایک خاص مسئلہ ہے۔ امیر خسرو کے کلام سے ضمناً اور مولانا نظامی کے اشعار سے پرجوش استدلالات کے ساتھ صراحتاً ظاہر ہے۔ مثلاً تخلیق روح اور روح سے استقامت ماسوا۔ خاک کی حکمت آموزی ہر دو عالم و نہ افلاک کا ظہور پیش بینوں پر بصارت چشم کی بخشش وغیرہ یہ تمام اشیاء وحدت ذات کے دلائل ہیں، اگر بغور دیکھا جائے، بالخصوص امیر خسرو کا شعر پنجم مولانا نظامی کے پانچویں شعر کا پسندیدہ جواب ہے۔

امیر خسرو

بعنوانِ عنایت کردہ تحریر — حساب کائنات از کلکِ تقدیر
سپردہ در جہانِ بے نیازی — ارادت را عنانِ سرفرازی
اگر تقدیر او مرگ ست و گر زیست — ہم او داند کہ حکمت اندرو چیست
نہ دانا زو خبر دارد نہ اوباش — کہ حربا نیز کور آمد چو خفاش
تو شوخی بین کہ ادراک اندریں راہ — بجاسوسی کشادہ چشم کوتاہ
زغیرت لطمۂ خوردہ خطرناک — کنوں تاریک گشتہ چشمِ ادراک

مولانا نظامی

بجست و جوی او بر بام افلاک — دریدہ وہم را نعلین ادراک

خرد در ہستیش ہشیار برخاست | چو او دیدش نہ بیداند چپ و راست
نہ بخشندہ خبر داند ز دادن | نہ آنکس کو ستاند از ستادن
چناں کرد آفرینش را بآغاز | کہ پے بردن نداند کس بداں راز
چنانش در نوردد در سرانجام | کہ نتواند زدن فکرت دراں گام
ز ہر شمعے کہ جوئے روشنائی | بوحدانیتش یابی گوائی

افعال الٰہیہ و صنائع نامتناہیہ صانع حقیقی کو اس خوبی سے متواتر و مسلسل بیان فرمایا ہے کہ ہر مضمون بجائے خود ثبوت وحدانیت پر ایک کامل دلیل ہو سکتا ہے۔ امیر خسرو کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع میں جو در اصل مولانا نظامی کے دوسرے شعر کا جواب ہے ایسا بلیغ استعارہ ہے کہ اہل معنی ہی اُس کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ حربا ہمیشہ آفتاب کے مقابل نظرباز رہتا ہے اور اسی وجہ سے اُس کو آفتاب پرست کہتے ہیں اور خفّاش اُس کے خلاف سورج کے سامنے کور چشم۔ مگر مہر عالمتاب ذات کے پرتو نے مقربان انوار ذات و محرمان اسرار صفات کو بھی بے بصروں کی طرح خیرہ چشم و تیرہ نظر بنا دیا ہے اور (خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا) اُس پر استدلالی شہادت ہے۔

امیر خسرو

(ملسعہ خاص) کسے کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوہم آدمی زاد
(تمثیل استدلال) رقم کو باز نشناسد قلم را | چہ داند باز نقاش رقم را

نہ در ما گنجد اسرار الٰہی
نہ در یا گنجد اندر گوشِ ماہی

خرد از بود او کے گردد آگاہ
کجا نابود را در بودِ او راہ

نہ آں بودست کو نابودہ گردد
نہ مصنوع ست کو فرسودہ گردد

لشکرستش ہر کلوخے راز بانیست
وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانیست

چو داد از جانور زیور زمی را
طرازِ معرفت بست آدمی را

زباں را بابقا زاں گونہ حدیست
کہ دانش ہر امانِ ابدیست

جہاں را تا بیارد فتنہ در زیر
بہ بازوئے شریعت داد شمشیر

ہدایت را طریق از اصل تا فرع
حوالت کرد با دروازۂ شرع

چو بہرِ بندگی بخشید ہر چیز
کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

چو شکرِ بندگی گفتن نیارم
سپاسِ خواجگی را چوں گزارم

مولانا نظامی

فگند از ہیأتِ نہ حرفِ افلاک
رقومِ ہندسی بر تختۂ خاک

جہت را شش گریباں در سر افگند
زمیں را چار گوہر در بر افگند

نبات روح را آب از جگر داد
چراغِ دیدہ را پیہ از بصر داد

خرد بخشید تا او را شناسم
بصارت داد تا از وے ہراسم

گہ از خاکے چو گل گنجے بر آورد
گہ از آبے چو ما نفقتے بر آورد

زور کلام، جدّتِ استعارات، بیان کی سلاست، ہر دعوے کے اثبات پر

کامل استدلال، تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اُس پر ایک کامل الفن موشگاف مصور کا مرقع پیش نظر مگر ممکن نہیں کہ اپنے نقش و نگار کا رنگ جداگانہ نہ ہو۔ اہل نظر کو غور کے ساتھ یاد رہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے کس درجہ قدرت بیان کو ملحوظ رکھا ہے کہ کسی جگہ تقلید و نقل کا دھوکہ نہیں ہوتا اور کس قدر ادبیت کا لحاظ ہے کہ کہیں نظم مثنوی کا پایہ نیچا نظر نہیں آتا اگرچہ مولانا نظامی اس معرکۂ سخن میں بہیئت مجموعی بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہیں اور خاص طور آپ کا دوسرا شعر لاجواب ہے۔ لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کے شعر سوم کا آخر مصرع اور شعر ششم استعارہ کی خوبی اور اظہار شکر کی جامعیت کے اعتبار سے قابل قدر ہے اور آخر اشعار میں ضروریات شریعت کو علم کلام کے اصول پر متکلمانہ حیثیت سے جس طرح ثابت کیا ہے اور بندگی و خواجگی کے حسن صفات متضادہ کو زمان و مکان کی وحدت کے ساتھ جس بے مثل طرز پر ایک ہی آئینۂ مظہر ذات میں ایک خاص پر لطف پہلو سے متجلی بنایا ہے وہ آپ کا حصہ ہے۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات وشمار نعمائے بے غایات

امیر خسرو

(علم کلام والہی تمار نعما تصدق) خدایا چوں بہ منشور الٰہی — رقم کردی سپیدی و سیاہی

(مراعات النظیر صنائع تمار آلا) ز بارانِ عنایت گل سرشتی — براتِ مردمی بروے نبشتی

(جود و عطا) مثالِ ہستیِ ما ہم ز اوّل — بہ توقیعِ کرم کردی مسجّل

مراعات السطیر اکرام انعام — زگنجِ بخششم ہر چیز دادی — کلیدِ گنجِ ایمان نیز دادی

" متکلما ستدلالات — تو با چنداں کرمہائے نواساز — ز مفلس کے ستانی دادہ را باز

" دعا والتجا — چراغم را چو خود بخشیدہ نور — مکن بخشیدہ خود را زمن دور

" طلب مقام رضا — بہر فعلم کہ گردانی سزاوار — رضائے خویش کن با فعلِ من یار

مولانا نظامی

خدایا چوں گلِ مارا سرشتی — وثیقت نامۂ ما را نوشتی

توئی کاول ز خاکم آفریدی — بفضلم ز آفرینش برگزیدی

تو با چندیں عنایتہا کہ داری — ضعیفاں را کجا ضائع گزاری

چو روا فروختی جانم برافروز — چو نعمت دادیم شکرم درآموز

ز فضلِ خویش لطفے کن مرا یار — بہ فعلِ من مکن با جانِ من کار

بدیں امیدہائے شاخ در شاخ — کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

مناجات عنوان کتاب اور اس التجا و درخواست میں فرق یہ ہی کہ وہ خالص مقام عبدیت ہی کہ گدائی و بینوائی کا اظہار ہو اور اصل مدعا سے سروکار۔ اور یہاں خلعت انسانی کے عطیات عظیمہ کے افتخار کے ساتھ منعم حقیقی کے نعما و آلا کا بطور مشتے نمونہ از خروارے شمار کرکے اُس کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہی اور یہ پورا ترانہ بھی نتیجہ پر نظر کرتے ہوئے حقیقتاً اُسی وحدت کے نغمۂ حقیقی کا ایک پردہ ہی آدابِ نظم کی تکمیل کی ضرورت قابل اظہار نہیں۔ امیر خسرو ہمیشہ آزادی کا پہلو

مد نظر رکھتے ہوئے مولانا نظامی کے ہم پہلو رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں مگر وہ گلِ سرسبدِ چمنِ فصاحت جس جگہ اپنی بیساختہ بہار آرائی کے رنگ و بو کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں، نگاہوں کے دامن اور دماغوں کے پردے دامنِ گلچیں سے زیادہ رنگین و معطر نظر آتے ہیں۔

نعت سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا و علیہم الصّلوٰۃ والسّلام

امیر خسرو

(علم کلام و علم الٰہی و علم معنی و بیان و علم تفسیر و حدیث کا آئینہ)

اثبات اولیتِ حضور — محمد کاصلِ ہستی شد وجودش — جہاں گردید نثارِ روانِ جودش — اشتقاق

اثبات ہدایتِ حقہ — چراغِ روشن از نورِ خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی — تقابل

اثبات سوتِ عامہ — دلِ خصمان گواہ بر صدقِ ذاتش — گواہی دادہ سنگ از معجزاتش — تلمیحات متواترہ

اثبات مسیحائی اسلام — دمِ خلقش کہ جان دادہ عرب را — فروکشتہ چراغِ بولہب را — تناسب و تقابل

اثبات مگس پراری — شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے — مگس گیرے شدہ عنقا شکارے — مراعات النظیر

اثبات مسیحائی عنکبوت — دو قرباں یافتہ زو زندگانی — دو زندہ گشتہ از وے جاودانی — تقابل و تضاد

اثبات تسہادت عام اسلام — نجیب کونِ دنیش را بوادی — خضرِ ثانی و دو فرزند حاوی — ایہام معنوی

معجزات مشہورہ — گہے آہو سخن گو و گہے شیر — گہش حجت زبان و گاہ شمشیر — اشتقاق و تقابل

ختم نبوت و مختاری کل — طرازِ خاتمیت نقشِ نگینش — کلید بہ فلک در آستینش — ایہام و تناسب

بیانِ شکوہِ نبوت — شکوہ آفتاب از پایۂ او … بجز وے ہر کہ باشد سایۂ او — تقابل

بے سایگی حضور جانِ نور — ہمیں او را نگویم سایہ یارست … دگر ہر کس کہ بینی سایہ دارست — تناسب

اتحادِ ذاتی لوازمہ خلق — بداں ساں گشتہ در وحدت یگانہ … کہ ناگنجید خود ہم در میانہ — مراعات النظیر

مولانا نظامی

محمد کآفرینش ہست خاکش … ہزاراں آفریں بر جانِ پاکش

چراغ افروزِ چشمِ اہلِ بینش … طرازِ کارگاہِ آفرینش

ریاحین بخشِ باغِ صبحگاہی … کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

جواں مرد و رحیم و تند چوں شیر … زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر

یتیماں را نوازش از نسیمش … ازینجا نام شد درِّ یتیمش

مولانا جامی

محمد کش قلم چوں نامور ساخت … ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت

خطِ لوحِ عدم زاں حرف حک شد … ازاں سر حلقۂ ملک و ملک شد

تواند شد ز سرِّ حاش آگاہ … خرد با جملہ دانش حاش للّٰہ

دریں دیر سدرس ز دست و تش … نشیمن روضۂ از ہشت گلشن

چو پا آراست از نعلین اِکلش … سرِ دیں پروراں شد پائمالش

چہ نام ست ایں کہ در دیوانِ ہستی … برو نگرفت نامے پیش دستی

امیر خسرو کا پہلا شعر بلیغ اور مولانا نظامی کا شعر اول فصیح ہے اور آیندہ کے

دونوں شعر ہر دو اصحاب کے نفس مضمون و سلاست بیان کے اعتبار سے ہم پہلو سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو کے آیندہ اکثر اشعار ایہامات پسندیدہ اور دقائق معانی نو بنو و اختراعات استعارات و تشبیہات جدیدہ کے اعتبار سے مضمون نعت میں اس جگہہ مولانا نظامی کے علاوہ اکثر شعراے متقدمین و متاخرین کے منتخب کلام پر افضلیت و فوقیت کے شرف کے ساتھ ممتاز ہیں۔ چنانچہ آپ چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور حبیب اکرم کے اخلاق کریمہ کے اُسی دم عیسوی نے جس سے تمام عرب کے مردہ دل زندۂ جاوید ہو گئے تھے، بولہب کے چراغ کفر کو ایک دم میں بجھا دیا اور مسیحائی سے بڑھکر اپنے لب جاں بخش کو صفات متضادہ کا مظہر بنا دیا جو فی حد ذاتہ ایک جداگانہ اعظم المعجزات ہے (سبحان الملک القدوس) اس کے علاوہ بولہب کے چراغ کو دم حلق سے کشتہ کرنے میں جو ایہام لطیف و استعارۂ بلیغ ہے اُس کا پورا لطف چراغ کے مقابل لفظ لہب اور دم کے معنی پر غور کرنے سے اہل معنی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ علاّمہ ہروی نے بھی تقلیداً اس مضمون کو خاص طرز پر لکھا ہے لیکن پھر بھی اُس کا پہلا مصرع کسی قدر بے لطف پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے

دم علمت زدہ بوجہل را سر
چراغ بولہب را کشتہ صرصر

بعدہٗ شعر پنجم میں امیر خسرو نے عنکبوت کے مضمون تار و پود کو جس آب و تاب کے ساتھ اہل نظر کے پردۂ چشم کے لئے عینک نور بنا دیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے

آپ فرماتے ہیں کہ حضور بےکس نواز اپنی رحمتِ عامّہ سے جس وقت غارِ حرا میں
ایک اذلِ حشرات عنکبوت کے فرقِ افتخار پر سایہ گستر ہوئے حضرت سلیمان سے
بدرجہا افضل و اعلیٰ طور پر آپ کے کرم عمیم نے اُس ادنیٰ حیوان مگس گیر کو عنقا شکار
ہونے کی عزت سے سرفراز بنا کر اس درجہ کے مرتبۂ مسیحائی پر پہنچا دیا کہ خود حضورِ اقدس
اور آپ کے یارِ غار ابوبکر صدیق نے جو در اصل رضائے الٰہی کے میدان کے شہید
اور تسلیم کے قربان گاہ کے قربان تھے اُسی عنکبوت کی حکمت مسیحائی کی وجہ سے جو حقیقتاً
اسرارِ حِکَمِ بالغۂ الٰہیہ کا پردہ تھا از سرِ نو حیات تازہ پاکر زندۂ جاوید ہونے کا خلعتِ
فاخرہ حاصل کیا اور یہ مضمون آیندہ اور بعض مضامین کی طرح خصوصیت کے ساتھ
جدّتِ خسروی کے اعجازِ سخن کا ایک پاکیزہ نتیجہ ہے مگر بعض وجوہ پر نظر کرتے ہوئے
ممکن ہے کہ دو قربان سے مراد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت عبدالمطلب ہوں
جو بغرض قربانی پیش کئے گئے تھے اور جن کی نسبت بروایت صحیحہ حضورِ اقدس کا
ارشاد ہے (انا ابن الذبیحین) ایسی حالت میں از دو کا مرجع خود ذاتِ اقدس کو
قرار دیا جائے گا کہ آپ ہی کی برکت عامّہ و رحمت خاصہ سے آپ کی اجداد میں سے
حضرات مذکور الصدر کو حیات جاودانی کا شرف حاصل ہوا اور گویا دوبارہ زندگی
پائی۔ شعرِ ہفتم۔ عجیب کون الخ جس کے الفاظ مختلف نسخہائے حیدرآباد و
حلب و جہاں گیری میں صور مختلفہ و اشکال متنوعہ کے ساتھ جلوہ آرا ہیں اور
اُن کو اصل کتاب میں بصراحت ظاہر کر دیا گیا ہے در اصل معنی خیز نہیں معلوم ہوتے

اور کاتبوں کی تحریف و تصحیف سے غالباً شعر کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ مگر تاہم
بدقت تمام جس نسخہ کو اس جگہ اختیار کیا گیا ہے وہ من وجہ کچھ معنی رکھتا ہے کہ حضور اقدس
حدیث صحیح کے موافق تمام عالم میں شریف و نجیب اور برگزیدۂ موجوداتِ جہاں
ہیں اور جمیع دیار و امصار اور وادی و کہسار میں حضرت خضر آپ کے دین پاک کے
ثنا گو اور نغمہ سرا اور خود آپ کے دونوں فرزند حسنین علیہما السلام جو محض
بغرض اشاعت اسلام خالصاً لوجہ اللہ میدان رضا و تسلیم میں شربت شہادت سے
سیراب ہوکر شہرت مذہب حقہ کے باعث ہوئے یا حضرت جابر بن عبداللہ کے وہ
دونوں کشتہ فرزند جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ضعیفہ مشہورہ
اپنے لب جاں بخش کی ادنیٰ جنبش سے زندہ فرمایا تھا اسی دین حنیفی کے
حدی خواں اور زمزمہ سنج ہیں اس نسخہ کی صحت پر امیر خسرو کی روش کے
موافق لفظ نجیب کا دقیق ایہام جس کے معنی لغت عرب میں ناقۂ شریفۃ النسب کے
ہیں بمقابل حدی خوانی قوی استدلال ہے اور ثانی کا لفظ اگرچہ عرف عام میں
ثنا گو و نغمہ سرا کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن اگر اس کو ثنا مثناۃ مصادر سے
جن کے معنی ستائش و نغمہ کے ہیں مشتق سمجھا جائے تو لغتاً کوئی استحالہ لازم
نہیں آتا اور ایک دوسرا ایہام پیدا ہوجاتا ہے (فافہم)۔

امیر خسرو کے شعر ہشتم کا مصرع آخر مولانا نظامی کے شعر چہارم کے دوسرے
مصرع کا پورا خاکہ ہے۔ مگر پہلے مصرع نے کچھ لطف بڑھا دیا ہے آخر اشعار میں

(جملہ)

ے سائیگی کے مضمون کو اگرچہ پسندیدہ طور پر بیان کیا ہے لیکن اس بارہ میں زیادہ تر قابل قدر ظہوری ترشیزی کی موشگافی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ظہوری

سبک پی چناں در طلب قطرہ ریخت — کہ سایہ ز فرط گرانی گریخت
چو بر توسن وحادثش ہے زدند — ز ہمراہیش سایہ را پے زدند
کجا دید کس سایۂ آفتاب — کجا دردِ ظلمت کجا نور تاب
ازاں شمعِ قدش نینداخت ظل — کہ خورشید تاباں نگردد خجل
ازو گر شدے سایہ تشریف یاب — شدے ابرہ او آستر آفتاب
بکوشش شد از سایۂ خود جدا — جدائی چنیں باید از ما سوا

ظہوری کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد اس امر پر غور کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ظہوری نے آخر شعر میں اپنے کمال قدرت سخن طرازی سے اگرچہ مضمون اتحاد ذاتی کو جس خوبی سے بیشتر کے اوج کمال پر پہونچا دیا ہے وہ اہل نظر پر ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو کا شعر آخر جس کی واقعی خوبی کو آئندہ شعر کے ساتھ بیان کیا جائے گا گویا آسمان توحید و اوج وحدت کا ایسا آفتاب نصف النہار ہے کہ جس نے بہت سے چمکتے ہوئے نجوم کو ذرّوں سے زیادہ بیتاب بنا دیا ہے اور اس سے امیر خسرو کے علم کلام کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

مولانا جامی نے اس موقع پر لفظ محمدؐ کے حروف مفردہ کے اسرار و نکات

جو بیان کئے ہیں وہ بجائے خود نہایت پسندیدہ ہیں۔ مگر امیر خسرو نے دوسرے موقع پر
جو ایک شعر لکھا ہے اُس کو ہم اس کے مقابل اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہو
کہ اس سلسلہ میں بھی آپ کی جدّت طرازی قابل تعریف ہے ؎

نہ فلک از نامِ محمد مقیم　　　ہر دو جہاں در رحِدِ نامش دو میم

امیر خسرو

(اثبات ثنا فی الذات) در احمدؐ از احد کامل جمالی ست　　چو احمد بے احد شد صفر خالی ست (علم کلام والہی — تفسیر)

(اسمات تجلی ذات) بنامِ احمدؐ اندر سجدہ نہ بام　　مگر حُم سجدہ ہست اندراں نام ۔ (اشتقاق)

(مداحی ملائکہ) ملائک خواندہ سبعِ آسمانش　　دخان و نور روشن از زبانش ۔ (لطیف ایہام)

تجلیات صفاتیہ نوشتہ از دخاں پر نور منشور　　دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور ۔ (تلمیح)

مظاہر تجلیات خاصہ کرامی ناخنش در مہر بنانے　　کہ از نون و القلم نہ بدنشانے ۔ (تلمیح)

رد و رد اللّٰہی بنانش خرمنِ مہ کردہ جو جو　　زمیم معجزش نیمہ مہِ نو ۔ (اشتقاق)

تلمیحات زحکمت نامۂ او حی کلاہش　　باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش ۔ (تقابل لطیف)

ہمارے پہلے دعوے کے موافق امیر خسرو نے اس جگہ بلاغت کی خصوصیت کے ساتھ
مضمون آفرینی کے اوج کمال پر اپنے آپ کو مہر عالم تاب بنا کر چمکا دیا ہے۔ چنانچہ
فرماتے ہیں کہ اُس آئینۂ مظہر اتم ذات نے اپنے تعین صوری کو جو برائے نام پردۂ
حقیقت تھا، بحر وحدت میں مستغرق ہو کر ایسا یگانہ بنایا اور نشان دوئی اس درجہ
مٹایا کہ خود اپنی ہستی ذاتی کے شمار کی بھی گنجائش نہ رہی اور اُس پر برہان قطعی

یہ ہے کہ اگر احد کو احمدؐ سے جدا کر لیا جائے تو صرف نقطۂ سرِ میم کے سوا جو حقیقتاً ایک خالی صفر اور نفی کی علامت ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور بحالت موجودہ ترکیب صوری بھی احمدؐ سراپا تجلّی عین احد ہے جس کا فرضی پردہ مردم صورت کے دیدۂ ظاہر بیں کے لئے وہی نقطۂ میم کے سوا جو خالی صفر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں ہے۔ وللہ درّہٗ قائلاً۔

علم معنی و بیان و فن صنائع و بدائع کی تکمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے متکلمانہ حیثیت سے کسی مسئلہ اہم تصوف کو سلسلۂ سخن میں اس طرح ثابت کر دینا کہ ہر صحیح الفکر شخص اُس کو تسلیم کرے اور طرزِ ادا بھی لاجواب ہو، امیر خسرو کے خصوصیاتِ خاصہ سے ہے۔ احد اور احمدؐ کے اس اتّصال حقیقی کے پیچیدہ معمے کے عقدۂ مالاینحل کو جس قدر موشگافوں نے اپنے ناخن فکر سے باوقاتِ مختلفہ حل کیا ہے اس سے بہتر کوئی مثال ہم نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر چند منتخب مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا نظامی

تختۂ اوّل کہ الف نقش بست — بر درِ محجوبۂ احمدؐ نشست
حلقۂ حا را کالف اقلیم داد — طول ز دال و کمر از میم داد
لاجرم او یافت از آں میم و دال — دائرۂ دولت و خطِّ کمال

زلالی

زمیم ست آنکہ احمدؐ را کمر بست فگندہ درمیانِ او احد دست
کہ سوئے خلوتِ خاصش کشانند بہ معشوقی بر او رنگش نشانند

اس کے بعد کے شعر میں علم کلام کا دوسرا پہلو اختیار کیا ہے کہ دلیل قطعی کے ساتھ
جب احمدؐ کا پردہ احد ہونا ثابت ہوگیا تو یہی وجہ ہے کہ نہ افلاک اور تمام عالم احمدؐ کے
نام پر سجدہ کر رہے ہیں اور اُس کا ثبوت وہی حکم سجدۂ آدم علیہ السلام جس کی واقعی
حکمت عظمت نور (اول ما خلق اللہ نوری) تھی یا شب اسریٰ امامت و
حصول قرب احدیت ہے اور وہ کیوں کر سجدۂ تعظیم نہ کریں۔ آپ کے اسم شریف
(احمدؐ) میں حکمت ازلی حکیم احد مطلق کے موافق سورۂ حٰم سجدہ کے انوار اسرار
(حا و میم) کے اتصال سے جلوہ آرا ہیں اور وہ ایک خاص سورۂ قرآنی ہے جس میں
آیۂ سجدۂ واجب موجود ہے جس کا تفصیلی ذکر اصل کتاب کے تحت میں کیا گیا ہے۔
اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ایسی دقیق مسئلہ اتحاد ذاتی کو کس خوبی سے ثابت
کیا ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم و چہارم میں آپ کو ملائکہ کی زبان سے شمع آسمانی قرار
دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے شمع افلاک حسن و جمال الٰہی ہیں کہ اُس شمع
کی زبان اپنے رخ انور و گیسوئے منور کی تجلیات صفاتیہ سے سورۂ دخان
و سورۂ نور کے انوار ظاہر کر رہی ہے اور حضور اقدس کے زلف مشکیں کا
نور جو سراسر سورۂ دخان کا ظہور ہے، آپ کے روئے روشن کی سورۂ نور

پر تجلّی ہو کر گویا نورٌ علیٰ نور کا مظہر اتم بن گیا ہے

پانچویں اور چھٹے شعر میں ایک اور عجیب و غریب بلیغ استعارہ اور دقیق ایہام سے شاہد نظم کے عارضِ تاباں پر اور چار چاند لگا دیئے ہیں کہ آپ کے انگشت مبارک کے ناخن کا ایسا کون سا بدر یا ہلال ہے کہ جس سے سورۂ ن والقلم کی درخشاں تفسیر کے عالمتاب انوار جھلکتے نظر نہیں آتے گو دیدہائے مردم خیرہ ہوں کیونکہ اگر پشت ناخن کے ضیائے بدر کو اظہار تجلی جمال (ن) میں ید بیضائے کمال حاصل ہے تو آپ کا تراشۂ ناخن جو اوج حقیقت کا ہلال ہے والقلم کے جلوۂ جہان آرا کا مشرقستان جلال بن رہا ہے اس کے علاوہ قلم کے ایہام پر لطف نے جس کے خود معنی تراشہ قلم کے ہیں اور خرمن مہ اور جو جو کے دوسری صورت کے پاکیزہ ایہام اور تناسب کے دل فریب انداز نے کلام کی حسنِ بلاغت کو چہار چند کر دیا ہے۔

اب ہم اس جگہ مولانا نظامی کے اور چند اشعار اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دعوئے تفضیل خسروی کی تائید ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ کلیتاً مولانا نظامی کا نعتیہ کلام پایۂ فصاحت و بلاغت یا مرتبہ شاعری سے گرا ہوا ہے بلکہ ہر شعر کی فصاحت اور بیان کی سلاست پسندیدہ ایہامات کی لطافت مضامین کی آمد، قابل تعریف ہے۔ صرف مضمون آفرینی کی جدّت اور معانی کی شوخی اور بلاغت کے اختراعات کے اعتبار سے امیر خسرو کی نظم کو اس موقع پر ضرور

فوق ہے۔

نظامی

بمعنی کیمیائے خاکِ آدم	بصورت توتیائے چشمِ عالم
ایازِ خاص واز خاصاں گزیدہ	زمسعودی بمحمودی رسیدہ
سریرِ عرش را نعلین او تاج	امینِ وحی و صاحب سرِّ معراج
برنج و راحتش در کوہ و غارے	حرم غارے و محرم سوسمارے
گہے دنداں بدستِ سنگ دادہ	گہے لب بر سرِ سنگے نہادہ
لب و دندانش زاں در سنگ زد چنگ	کہ دارد لعل و گوہر جائے در سنگ

وصف معراج شہسوار میدان دنیٰ فتدلّیٰ

امیر خسرو	مولانا نظامی
شبے تنگ آمدہ زیں حجرۂ تنگ	شبے رخ تافتہ زیں دیر فانی
زپستی سوئے بالا کردہ آہنگ	بخلوت در سرائے اُمّہانی
رسیدہ پیکِ حضرت از رہِ دور	رسیدہ جبرئیل از بیت معمور
براقے غیب سنج آوردہ از نور	براقے برق سیر آوردہ از نور
ہمائے جلوہ در نہ باغ کردہ	زرنگ آمیزیِ ریحانِ ایں باغ
بہ نرگس سرمۂ ما زاغ کردہ	نہادہ چشم خود را مُہرِ مازاغ

نہ اختر لیک ز اختر پاک جاں تر　　　نہ ابر از ابرِ نیساں دُر فشاں تر

نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر　　　نہ باد از بادِ بستاں خوش عناں تر

دوالِ چابکاں ناسودہ دوشش　　　نگارین صورتے چوں صورتِ باغ

صفیرِ رائضاں نشنودہ گوشش　　　سرش یکہ از لجام و رانش از داغ

زمیں تا آسمانش نیم گامے　　　براں پرّندگی طاؤس اخضر

ز گامش سیر گردوں نیم وامے　　　فگندا ز سرِ عقش ہم بال و ہم پر

موجودہ اشعار جس ترتیب سے مقابلتاً سلسلہ وار مذکور ہیں اُن پر نظر کرنے سے باہمی فرق ظاہر ہو سکتا ہے کہ خسرو کے کلام میں جدّت و اختراع اور نظامی کے اشعار میں سلاست و فصاحت کس درجہ پائے جاتے ہیں۔ دوسرا شعر نظامی کا نہایت صاف اور شستہ الفاظ کے ساتھ ایک بولتی ہوئی زبان کی تصویر ہے۔ اگرچہ خسرو نے نقش ثانی کی رنگینی میں بہت کوشش کی ہے۔ علی ہٰذا شعر سوم خسرو بظاہر جدّت اسلوب کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اُس کو براق کی مدح قرار دی جائے تو ایک تازہ خیال ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کے آنکھوں پر محویت جمال انور کی وجہ سے مازاغ کی مہر فرض کی جائے تاکہ آدابِ نعت نبوی کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بالجملہ فضائے معراج میں طائرِ فکر نظامی کی بلند پروازی قابلِ تسلیم ہے گو امیر خسرو پہلو بہ پہلو رہنے کی کوشش میں ہر دم بال افشاں ہیں لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کی ہر شعر میں استعارہ کا پہلو جداگانہ تشبیہ کی جدّت

نرالی۔ بندش کی چستی بے مثل۔ مثلاً کہنا یہ تھا کہ براق ایسا اسپ تیز رفتار تھا
کہ کسی سوار نے اُس پر سواری نہ کی تھی اُس کو جس ترکیب سے بیان کیا ہے اُس کا
جواب نہیں ہوسکتا۔ الفاظ کی خسروانہ شان وشکوہ جملوں کا شاہانہ جاہ وجلال
دلوں کے ہلادینے میں جذب مقناطیسی کا اثر رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

دوال چابکاں ناسودہ دوشش صفیر رائضاں نشنودہ گوشش

مولانا نظامی کا جو شعر اس کے مقابل ہے وہ اپنے حسن سلاست کے ساتھ
اس قدر پرزور نہیں ہے۔ براق کی تیز روی وسرعت پر متقدمین نے اگرچہ
مختلف طور پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور بالخصوص مولانا نظامی و امیر خسرو نے
اکثر مقامات پر اس کے متعلق موشگافی کو درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا ہے۔ لیکن متاخرین
میں مرزا غالب نے براق کی صفت کو جس خوبی و نازک خیالی کے ساتھ بلاغت و
فصاحت کے پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے عروج کمال پر پہنچایا ہے وہ بے عدیل و
بے نظیر ہے۔ اگرچہ امیر خسرو نے مثنوی دولرانی وخضرخاں میں اُس کا خاکہ قائم
کردیا ہے۔

غالب

براقے زمقراض لا تیز تر جمالے زِ الّا دلاویز تر

لیکن مولانا نظامی نے اس موقع پر بھی جس قدر مضمون آفرینی کی ہے وہ نقش اول
ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
نخست از بیت اقصیٰ در کشوده	چو مرغے از مدینه بر پریده
باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده	باقصیٰ الغایت اقصیٰ رسیده
چو در محراب اقصیٰ ریخته نور	بروں رفته ز وہم تیز ہوشاں
جنیبت رانده سوئے بیت معمور	ز خرگاہِ کبودِ سبز پوشاں
لبش کرده بچندیں رشتهٔ دُر	فلک را قلب در عقرب رسیده
گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر	اسد را دست بر جبهت رسیده
ز شادی زہره بربط گیر گشته	ازیں گرداہ چوں بادِ بہشتی
عطارد چشم بر رایتش گشته	به ساحل گاہِ قطب آورده کشتی
چو دیده پرتو آں نورِ جاوید	ز رفعت تاج داده مشتری را
بخواہش بر زمیں غلطید خورشید	ربوده ز آفتاب انگشتری را
سیاست در کفِ بهرام داده	چو یوسفؑ شربتے از دلو خورده
سعادت مشتری را وام داده	چو یونسؑ وقفهٔ در حوت کرده
راقش چوں به کیواں در رسیده	ثریا در رکابش مانده مدہوش
ز نعلش گوش چوں ہندو بریده	بسرہنگی حمائل بسته بر دوش
ثوابت راہ او از دیده روباں	چو بنوشت آسماں را فرش بر فرش
دو دیده در رکابش پایئے کوباں	باستقبالش آمد تارکِ عرش

سلاست بیان، طلاقت لسان، حسن معانی، روانی و درفشانی وغیرہ نظم کی تمام خوبیاں ادھر کلام خسرو میں موجود ہیں اُدھر نظامی کی نظم کی بلندی۔ الفاظ و معانی کے باہم روابط۔ بندش کی بیساختگی مضامین نو کی آمد، فصاحت کی صباحت اہل نظر کو آئینۂ حیرت بنا رہے ہیں نظامی نے بعض ثوابت و سیاروں کے ساتھ اکثر بروج کا ذکر جس طرح پسندیدہ طور پر کیا تھا خسرو نے اپنی خدا داد جدّت اور فطری ذہانت سے اس کے مقابل ترتیب کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کل سبعہ سیارکے پُرلطف نظارہ کو ایسی خوبی سے دکھایا ہے کہ ارباب نظر حیران ہو جاتے ہیں اُس پر اکثر اشعار میں ایسے استعارات عجیبہ و ایہامات غریبہ ہیں کہ جن کے تخیلات کے پرتو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں تلملا جاتی ہیں آیندہ منازل افلاک کے طے کرنے کے بعد سیر عرش کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کو نظامی نے نہایت فصاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

نظامی

چو بنوشت آسمان را فرش برفرش ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ باستقبالش آمد تارکِ عرش

مگر اس کے مقابل خسرو کی جدت طبع قابل دید ہے۔

خسرو

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ‍ ازو در ساقِ عرش افگندہ خلخال

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ) بلاغت کی وہ آب و تاب ہے کہ برگِ گل

اور پردۂ چشم ماہ میں چھپی ہوئی عروس فکر کی جدت ہے کہ مریم کی طرح وصف بکارت کے ساتھ مسیحا نفس معانی کی حامل۔ خلخال اور ساق کے بے عدیل استعارہ سے حضور اقدس کی نعلین مبارک کے عز و جاہ کے بیان میں خسرو کے اس شعر کو ورقِ عرش سخن کا گویا درۃ التاج بنا دیا ہے۔

مقام سیر میں جس طرح حضور اقدس ترقی کر رہے ہیں اسی نسبت سے آپ کے شیدائیوں اور دلدادوں کے ذہن رسا و بلند پرواز فکروں کو معانی کی اوج گرائی میں روز افزوں افزائش ہے (قاب قوسین) پر آپ کا گزر ہے۔ واقعہ نویسی کے طور پر کہا جاتا ہے۔

نظامی

فرس بیروں جہاند از جملہ کونین علم زد بر سر یر قاب قوسین

فصاحت نے بڑھکر قائل کا موںھ چوم لیا دوسرے صاحب دل اسی نغمۂ دل کش کو اپنی جوش انگیزے میں کچھ ایسے دھن سے الاپتے ہیں کہ بلاغت فصاحت کو ساتھ لئے ہوئے آپ کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔

خسرو

شدہ عین الیقیں را قرۃ العین گزشتہ ہمچو تیر از قاب قوسین

حضور رحمان نور کے مقام تقرب کے سیر کو سلسلۂ ترقی لحاظ رکھتے ہوئے قرۃ العین یقیں ہوئے اور تیر کی طرح قاب قوسین سے گزرنے کے ساتھ تعبیر کرنا ایسی

شیوا بیانی ہے کہ اُس کا لطف (در گفتن نمی آید) آئینہ حضور اقدس حبیب اکرم مکاں لامکان کی بزم قرب میں مسند نشین ہیں اور ذات بحت کے دائرہ انوار نے اپنے آغوش شوق کے احاطہ سے آپ کو مرکزِ محیط بنا کر حجابِ دوئی اُٹھا دیا ہے نہ تعلقات امکانی کا کچھ اثر باقی ہے نہ لوازم انسانی کا کوئی نشان۔ خوش گفت آں کہ گفت۔

نظامی

جہت را جہد جہت شکستند — مکاں را نیز بر قع مار لبستند
قدم بر قعہ ز روئے خویش برداشت — حجاب کائنات از پیش برداشت
کلام سرمدی بے نقل بشنید — خداوندِ جہاں را بے جہت دید
بہر عضوے تنش رقصے برآورد — ز ہر موئے دلش چشمے برآورد

بے جہتی کے مضمون کو پہلے مصرع میں جس بلاغت سے بیاں کیا ہے وہ آخر شعر کے حسن ادا کے ساتھ لاجواب ہے اور اُس کا مقابلہ خسرو کے سوا دوسروں سے دشوار

خسرو

رہا ہش گرد وہم از پیش و پس حاست — صفیت جہت کردہ از چپ و راست
گزشتہ از حدِ بالا و زیری — بملکِ لامکاں کردہ دلیری
گریبانِ جہت را پارہ کردہ — جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

بیان میں سادگی ہے مگر طرز تقریر کا پہلو جداگانہ اور جدت کا رنگ ظاہر

جہات ستہ پیش و پس چپ و راست بالا و زیر کی تشریح پردۂ اجمال میں اس
خوبی سے بیان کردی ہے کہ اس کا جواب نہیں ہوسکتا اس کے علاوہ جنبیت قصد
نبوی کا میدان چپ و راست سے جست کرنا اور گریبان جہت کی دریدگی کے ساتھ
عالمِ بے جہت کا نظارہ امیر خسرو کے حسنِ نظم کے جلوے ہیں حضورِ اقدس
انعاماتِ الٰہیہ سے مالا مال ہوکر گدا نوازی مدنظر رکھتے ہوئے جہانِ صورت میں
واپس تشریف لاتے ہیں اور معراج کا مضمون ختم ہوجاتا ہے۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
شدہ نفس از سلامِ غیب شادش	دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود
حدیث از نفس کردہ خبر بادش	دلش در چشم و چشم اندر دلش بود
چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک	چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص
بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک	بیاید باز پس با گنجِ اخلاص
بہ یاراں کرد رجعت مژدہ در مشت	گلے شد سرو قدے بود کآمد
رسیفورِ عنایت شقہ برپشت	ہلالے رفت و بدرے بود کآمد
براتِ رحمت از غیب انس و جانے	خلائق را براتِ شادی آورد
خطِ آزادیِ آتش جہاں را	ز دوزخ نامۂ آزادی آورد

مولانا نظامی کی اوجِ نظم پر بلند پروازی ایسی نہیں ہے کہ ہر شاعر کا طائرِ فکر
آپ کا ساتھ دے سکے یہ امیر خسرو ہی کی خصوصیات سے ہے کہ وہ ہر موقع پر قدم

بہ قدم رہنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نظامی کا
پہلا اور تیسرا شعر بلاغت اور فصاحت کے اعتبار سے ایسا نہ تھا کہ اُس کا جواب
ہو سکے لیکن امیر خسرو نے پہلی شعر میں بلاغت کے ساتھ نفس مضمون کو نہایت
خوبی سے بیان کیا اور آیندہ اشعار میں حضور اقدس کی ذرہ نوازی اور (السلام
علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) کی تلمیح کو کامل تشریح سے ثابت کر دیا۔ ہر شعر کا
جداگانہ مقابلہ کرنے سے امیر خسرو کا کمال سخن ظاہر ہوتا ہے۔

مدح شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے
وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں چنانچہ نبی کا رازدار سنت
اسرار قضا کا محرم مقام (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا
نبی مرسل) کی ولایت تامّہ کا والی، میراثِ نبوی کا کامل نصاب، آپ کی کرامات
کا معجزات کے ساتھ توام، مقام طیر میں حضرت جعفر طیار کی نظیر، سر (ید اللہ
فوق ایدیھم) کا مظہر، حجرہ مبارک کا آشیانہ مرغان فردوس، جبریل و
ملائکہ کا صحن خانہ انور میں ہر دم ہجوم مسیح خرد کا مورد قرار دینا ایسے تمام
صفات کا ذکر آپ کی محویت تامہ وفنائیتِ کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں باایں ہمہ
جدت اسلوب وابداع واختراع استعارات وایہامات وایجاد والتزام تشبیہات

وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کئے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بیان کرنا ہے کہ شیخ المشائخ موید اسلام ہیں اور آپ کا مرتبہ آسمان سے زیادہ رفیع ہے۔ آپ سعادت ابدی کے سرمایہ دار اور اسرار ید اللّٰہی کے واقف کار ہیں اور ایسے مضامین کو اور شعرائے بھی لکھا ہے مگر آپ کا طرز ادا قابل لحاظ ہے۔

امیر خسرو

نظام الحق نبی را بازوی راست　　　　کہ چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست
ہمش سہمِ سعادت شست در شست　　　　ہمش سرِ ید اللہ چوں کف دست

دعویٰ تائید اسلام کو اول اس شان وشکوہ خسروانہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ بازوی راست نبی ہیں۔ پھر ثانیاً متکلمانہ طور پر اُس پر وہ استدلال ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے (کہ چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست) اُسی معمول مضمون کو ایسی دقیق پیرایہ بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ اُس کا فیصلہ ارباب معانی ہی کر سکتے ہیں کیونکہ اظہار رفعت کے محل پر فلک رفیع کو شیخ المشائخ کا عطف مصلا قرار دیا کس درجہ مرتبہ ارفع جاہ وجلال کا علو اعلیٰ ہے اور سہم سعادت کے شست در شست ہونے کے ساتھ سرِ ید اللہ کا کفِ دست کی طرح پیش نظر ہونا ما دقت ایہام وبلاغت کلام کے علاوہ کس مرتبہ کی نازک خیالی

اور جدت طرازی ہے۔ سہم، شست، یدکف، دست کا تناسب اور ایہام
لفظاً و معناً اُس پر حسبت بندش الفاظ کا طرہ فصاحت و بلاغتِ نظم کے لئے
گویا گوہرِ گوش ہے۔ پھر دوبارہ شیخ المشائخ کی رفعت و بزرگی کو اُسی آسمان کے
مقابل اعلیٰ بیان کرتا ہے نہایت بے ساختگی سے فرماتے ہیں

خسرو

یکے دور از کلاہش آسمان ست اگرچہ سر بزرگی درمیان ست

استعارہ کا پہلو جداگانہ ہے اور تشبیہ کی جدت لطیف۔ وہاں آسمان عطف مصلیٰ
تھا اور یہاں کلاہ معلّی کا ایک دور اُس پر سر بزرگی کا کلاہ و فلک کے مقابل
درمیان ہونا بلاغت خداداد کے ساتھ کس درجہ کی فطری فصاحت ہے۔ شیخ مسواک
کر رہے ہیں اور دندان انور کی ضیائے مہرتاب گویا امیر خسرو کے پیش نظر ہے کس
سرمستی سے کہتے ہیں۔

خسرو

بیاید چو دے از دندانش ماک ثریا را دادہ سدرہ مسواک

دوسرے مصرع کے استعارہ کی لطافت اور تخیل کی جدت قابل لحاظ ہے کہ
ایک پس پا اُفتادہ مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔
امیر خسرو کی نسبت یہ دعویٰ کہ اُنھوں نے بے شمار تشبیہیں، بے حد استعارے،
سیکڑوں نئے خیال، ہزاروں جداگانہ بندشوں کو ایجاد کیا، غزل کی

شاعری کے سوا اُن کی مثنویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے

شیریں کی ہوش ربا تصویر اور میدان صید افگنی میں اُس کا دل کش نظارہ

امیر خسرو

کلہ داری ست چوں شاہاں سرافراز	نہ بر رسم عروساں مقنع انداز
بشکل آہو بدل شیر دلیرست	نگیرند آہوش زیرا کہ شیرست
بناوک موئے را صد شاخ کردہ	بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ
بتاریکی زند از تیرِ قتّال	مگس را با سلیق از پشتہ قیفال
برش کز لطف چوں قُرزِ تیم ست	درونش آہن و بیرونش سیم ست
کشیدہ چوں بچوگاں آرزوئیش	شکستہ دیدۂ گردوں ز گوئیش
چو گویش خاک بوسی سازدارد	بچوگانش از تواضع ناز دارد
حمالت خود صفت کردن نہ زاست	کہ ایں صورت بدیں معنی گواہست
ز آہن کردہ گنجِ خویش مسمار	کلیدِ کس نیابد بر درش بار

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست ٭ چہ زیبا باشد ایں خاتم براں دست

ہر شعر کے تناسب الفاظ و مراعات معانی و التزام لزوم مالایلزم آپ کی ایک مستقل روش شاعری کے لئے فی نفسہٖ شاہد ہیں۔

جب وہ چوگان بازی کا ارادہ کرتی ہے اُس کی گوئے گردوں شکوہ دیدۂ گردوں کو کور بناتی ہے اور جب اُس کی گیند زمیں پر گرنے کا خیال دل میں لاتی ہے وہ بذریعہ چوگان اُس کو تواضع اور خاک بوسی سے بچاتی ہے۔ سبحان اللہ بظاہر اس میں غلو و اوج کے مبالغہ کے سوا چشم ظاہربین میں اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی لیکن حقیقتاً اگر دیدۂ غور سے دیکھئے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ اُس کو فن چوگاں بازی میں یہ مہارت حاصل ہے کہ کھیل کے وقت ہمیشہ اُس کی گیند آسماں کی طرح ہر دم چکر لگاتی رہتی ہے اور زمیں تک نہیں آ پاتی۔

آئندہ اور صفات کے بعد اُس کی عصمت اور عفت کا ذکر خاص طور پر بیاں کیا ہے کہ باایں ہمہ عشرت پرستی اُس نے لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے دروازہ کو بیداری و مستی ہر حالت میں بند کر رکھا ہے اور اُس نے اپنے گنج عفت کو لوہے سے اس طرح مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ کسی کے کلید آرزو کو اُس کے قفل در تک رسائی نہیں اور کوئی اُس کے سامنے شوی و جفت کا ذکر نہیں کر سکتا۔

آخر کا شعر خاص طور پر فن سخن گوئی کے کمال کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر سلیمان کو بلقیس پر قبضہ ہو جائے تو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی کیونکہ

یہ خاتم دست سلیمان ہی کے لئے زیبا ہے فصاحت کے ساتھ تناسب و تقابل و مراعات النظیر تمام خوبیاں موجود ہیں

اب ہم چند اشعار اس مضمون کے متعلق مولانا نظامی کے پیش کر کے اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے ملک سخن کے زبردست حکمران اہل زبان کے مقابل جو ہر میدان کا قصب السبق رہا تھسوا رہے قلم اُٹھا کر سرخروئی حاصل کرنا امیر خسرو کا کام تھا ورنہ بڑے بڑے نام آور شعرا ایسے میدان میں افتان و خیزاں سراسیمہ نظر آتے ہیں۔

نظامی

(صفت شادی)

قلمزن چابکے صورتگر چست ۔۔۔ کہ ے کلک از خیالش نقش ہیر ست
چناں در لطف بود دستش آب دستے ۔۔۔ کہ بر آب از لطافت نقش بستے

(خلاصۂ سراپائے شیریں)

شب افروزی چو مہتاب جوانی ۔۔۔ سیہ چشمے چو آب زندگانی
کشیدہ قامتے چوں نخل سیمیں ۔۔۔ دو زنگی بر سر نخلش رطب چیں
تو گوئی بینیش تیغ ست از سیم ۔۔۔ کہ کرد آں تیغ سیبے را بدو نیم
صبا از زلف او رویش جلیہ تو ہست ۔۔۔ گہے قاقم گہے قند زفر وش ست
موکل کردہ بر ہر غمزہ عیجے ۔۔۔ زنخ چوں سیب غبغب چوں ترنجے
زلعلش بوسہ را پاسخ نہ خیزد ۔۔۔ کہ قفل ار برکتا ید در بریزد

بچشم آہوان آں چشمۂ نوش | دہد شیر افگناں را خواب خرگوش
نہادہ گردن آہو گردنش را | بآب چشم شستہ دامنش را

مولانا نظامی نے ایسے اور چند سراپا کا مرقع اپنی اسی مثنوی میں کھینچا ہے جس کا نمونہ پیش کیا گیا۔ قابل غور یہ امر ہے کہ امیر خسرو نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے کس قدر جدید اور پاکیزہ پہلو پسند کیا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنی روش کو بدل کر رفعت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ہو بہو کا مقابلہ سخت دشوار ہوتا۔

رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہم دگر

دوسرے شعر میں شیریں کے تکرار نے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ تیسرے شعر میں تشبیہ کی جدت اور استعارہ کا لطف شاعر کا کمال ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر نازک خیال شخص تھا۔ چوتھے شعر میں ایسا ایک دقیق ایہام ہے کہ ہر شخص اُس کا لطف نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ ماہ در حرمن کے معنی چاند کے ہالہ میں آجانے کے ہیں جو قمر کی خاص حالت ہے جس کو ہر شخص نہیں غور کر سکتا۔ اُدھر شیریں غمزہ و تیر سے آہو کو شکار کر رہی ہے۔ ادھر پرویز صحرا نوردی کرتا ہوا اور اُس کے شوق میں بے خبر و مدہوش آوارہ گردی میں مبتلا اُس کے مقابل آجاتا ہے۔ اس نظارہ کو دیکھئے کیسی بے مثل تصویر ہے۔ ع بر ابر چشم بر چشم ایستادند + نظر در دیدہ رو بر رو نہادند۔ ایک ایک شعر پورے مرقع کا جلوہ گاہ ہے۔ پرویز ہر چند گوشۂ چشم سے نگراں ہے مگر

اُس کا دل شیریں کے توشہ خانۂ چشم کی مہمانداری سے سیر نہیں ہوتا وہ ہر چند چاہتا ہی کہ دل کو قائم رکھے مگر حالت طوفان میں کوئی شخص کس طرح زمین پر جم سکتا ہی تشبیہ کا پہلو ملاحظہ ہو۔ آخر چار و ناچار ضبط سے کام لے کر گھوڑے کو چلا دیتا ہی۔ مگر ؎

زحیرت در قفا میدید و می رفت

جا رہا ہی اور گردن کو موڑ موڑ کر بار بار پیچھے دیکھتا جاتا ہی۔ واقعہ نگاری اس کو کہتے ہیں کہ اصل حالت کی تصویر آنکھوں میں کھنچ رہی ہی۔

خسرو پرویز چلدیا ہی اور اُس کی جویندہ شیریں اُس کے فراق میں تباہ حال ہی اور وہ اُس کے پیچھے اس طرح روان ودوان ہی کہ گویا شاہین اپنے رمیدہ شکار کبوتر کا متلاشی ہو ہر موقع پر تشبیہ کا نیا پہلو ہی مگر محل کے مناسب اور شاہد مقصود سے دست وگریبان اس کے علاوہ آیندہ شعر ؎

سمن بر خیمہ زد زیر چنارے

جداگانہ لطف رکھتا ہی۔

شیریں کی طرف سے ایک کنیز سرو قد پیامبر بن کر قیام گاہ پرویز کی طرف جاتی ہی۔ یہاں کس خوبی کے ساتھ جماعت پرویز کو بیگانگانِ آشنا رو کہا ہی شاپور جواب میں صاف کہدیتا ہی کہ ہم ہر شخص کو اپنے پیام و سلام کے قابل نہیں جانتے اگر خود ماہِ رمانہ تمھاری ملکہ ہم سے دریافت کرے تو ہم اپنے

رازِ نہاں کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ آخر شاپور بُلایا جاتا ہے اور خسرو پرویز کے حالات کے سلسلہ میں کہتا ہے ؎

فرسِ گلگونِ آں سروِ بلند ست

اس مصرع کی ترکیب اور الفاظ کا تناسب کس درجہ دلچسپ اور فصیح طرز پر ہے شیریں چوں کہ مدت سے پرویز کے حالات سُنکر اُس کی مشتاق اور دل دادہ ہو رہی تھی اور اپنے آپ کو اُسی کے مناسب سمجھتی تھی اس لئے اُس کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو جاتی ہے۔ اس سادہ مضمون کو کس درجہ بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا ؎

نثارِ شاہ را رہ رفتہ می داشت　　　کہ مروارید خود ناسفتہ می داشت

پرویز نے جس وقت شیریں کے حسن و جمال کو اس تازہ روی سے دیکھا ؎

شدش تازہ ز سر دیوانہ خوے

دوبارہ از سرِ نو دیوانہ ہو گیا اور گھوڑے سے اُتر کر شیریں کی پابوسی کرتا ہے اس کی تصویر ملاحظہ ہو ؎

چو سبزہ بوسہ زد بر پاے شمشاد

گویا ایک خاص منظر نظر آ گیا۔ مقابلہ کا میدان ہے اور برابر کا معرکہ ؎

دو عاشق روے در روے ستادہ　　　نظر بر کار ماندہ عقل بے کار

تحیر کا عالم ہے اور حیرت کا منظر۔ شیریں متحمایہ نقش دیوار بن کر کہتی ہے ؎

کہ یارب ایں چہ دولت بود مارا — کہ ابرے چوں تو مہماں شد گیارا

مگس جلاب شیریں را بود قید — چہ شیرینم کہ عنقا کردہ ام صید

سبحان اللہ تشبیہات جدیدہ اور استعارات عدیدہ کا ایک سلسلہ لاانتہا ہے کہ ختم نہیں ہوتا۔ فصاحت کا دریا موجزن ہے۔ بلاغت کے در شاہوار گوہر گوش اہل سخن ہیں بالآخر خسرو پرویز اپنی ضرورت ظاہر کرکے شیریں سے رخصت سفر چاہتا ہے شیریں معشوقانہ ناز و انداز و شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ بتقاضائے عشق اظہار عجز کرتی ہے کہ ؎

اگر خورشید بر بام زند بوس — زبیتت پائے خویشم آید افسوس

چو خود می بوسم اکنوں بیتت پایت — تو لیتت پا زنی شاید ردایت

خسرو بعدہٗ مجبور ہوکر اظہار عشق کرتا ہے کہ میں کسی طرح جانا نہیں چاہتا صرف تیرا امتحان و داد مقصود تھا۔ آیندہ خسرو پرویز شیریں کا مہمان ہے اور مہین بانو خود اُس کی میزبان ہے۔ بزم عشرت قائم ہے اور جام کا دور چل رہا ہے۔ ارباب نشاط نغمہ سرائی کر رہے ہیں عود و عنبر سلگ رہے ہیں اس مجمع عشرت و محفل نشاط میں شیریں و پرویز کی صورت پر نظر کیجئے ؎

چو ماہ چار دہ بستہ حسرو — پری وش در تواضع چوں مہ نو

مرحبا تواضع میں بھی شان محبوبی نہیں گھٹتی اس موقع پر شیریں کی خاص یہ حالت قابل دید ہے کہ شوق اُس کو بیتاب کر رہا ہے مگر بار و کرشمہ جو حیا کے ساتھ

ہم پہلو ہیں اُس کے مانع۔ بہر حال ؎

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش   فراقے درمیاں چوں کوہ آتش

اس مضمون میں امیر خسرو نے جس جگہ غروب آفتاب پر ایک سادہ مضمون نہایت شان و شکوہ سے لکھا ہے اُس کے مقابل ہم مولانا نظامی کا خیال ظاہر کرتے ہیں جس کا مقابلہ سخت دشوار ہے ؎

چو مشکیں جعد شب را شانہ کردند   چراغ روز را پروانہ کردند

بزیرِ تخت نردِ آبنوسی   نہاں شد کعبتینِ سندروسی

خبر یافتن شیریں از عقد خسرو باشکر و بصحرا رفتن و بفرہاد در آمیختن

شیریں خسرو کی عشق تازہ اور عقد جدید کی خبر سنکر آتشِ رشک سے بھڑک اُٹھتی ہے اور سوز فراق کے شعلے اُس کو جلا جلا کر تباہ حال نار ہے ہیں وہ شبانہ روز حیران و سرگردان ہے کہ ایسی مصیبت میں اُس کا گزر کوہ بےستون پر ہوتا ہے فرہاد اُس کو دیکھکر والہ و دلدادہ ہو جاتا ہے۔ شیریں جوئے شیر کھودنے کی فرمائیش کرتی ہے اور وہ اُس کو منظور کر لیتا ہے۔ بالآخر شیریں اُس کو اپنا مہمان بنا کر لے آتی ہے اس مختصر مضمون کا مرقع خامہ سحر کار سے ہر ایک جادو نگار شاعر نے کھینچکر اہل نظر کو حسن و عشق و سوز و گداز عشوہ و ناز و عجز و نیاز کی بولتی ہوئی تصویروں کا دلدادہ بنا دیا ہے مولانا نظامی جس جگہ کسی نغمہ کو اونچے سروں میں الاپتے ہیں امیر خسرو

اُس کو مدہم کرکے اور کسی موقع پر ایسے سر لگاتے ہیں کہ گنبد گردوں پر زہرہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا نظامی نے شیریں کی خستہ حالی کو جو اُس کی مناجات اور دعائے سحر کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے وہ قابل قبول ہے۔

امیر خسرو

خبر شد چوں بہ شیریں مشوش — کہ خسرو شد بہ شیرینِ دگر خوش
گہ از جورِ فلک دل تنگ می بود — گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری نہ کس نے یاری از یار — ہم از دل در رمانده ہم ز دلدار
دلے و صد ہزار اندوه بر دل — ز بے سنگی غمے چوں کوه بر دل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار — ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
کشیدے ہر دم از دل دور باشے — فگندے چشم انجم را خراشے
شبش تا صبحگاه ایں کار بودے — بروزش کارِ خود دشوار بودے
چنیں ترا بروں راندے ز اندوه — گہے در دشت بودے گاه در کوه

نظامی

چو شیریں کیمیائے صبح دریافت — ازاں سیماب کارے روئے برتافت
شبستاں را بروئے خویشتن رفت — بزاری با خدائے خویش می گفت
خداوندا شبم را روز گرداں — چو روزم در جہاں فیروز گرداں
شبے دارم سیاه از صبح نومید — دریں شب رو سفیدم کن چو خورشید

ندارم طاقت و بیمار چندیں   اغثنی یا غیاث المستغیثین
توئی یاری دہِ فریادِ ہر کس   بفریادِ من فریاد خواں رس

اس مناجات کے بعض اشعار ورد بنانے کے قابل ہیں اور آئندہ اس مناجات میں اکثر ایسے اشعار ہیں جن میں قسمیں اور واسطے دلا دلاکر نہایت الحاح و زاری کے ساتھ دعا مانگی ہو وہ خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہی۔ ہم آئندہ امیر خسرو کے قسمیہ اشعار کے مقابل اُن کو پیش کرینگے۔ اسی سلسلہ میں مولانا نظامی نے اس موقع پر فرہاد کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔

مردنِ فرہاد در عشقِ شیریں و حالتِ او

اس مضمون میں زنگی فرہادکش کا سراپا نہایت دل کش طریقہ پر لکھکر ثابت کردیا ہی کہ نازک خیال شاعر کا قلم فی الحقیقت کسی رنگیں نگار مصور کے خامہ موے نقاشی میں کم نہیں جس طرح صنعت کار مصور ہر قسم کی تصویر اور ہر منظر کا نقش صورت کھینچنے پر قادرت رکھتا ہی۔ اسی طرح روشن دماغ شاعر شاہدانِ مہ جبین و حسینانِ مہر طلعت کا مرقع تیار کرنے میں وہی دستگاہ رکھتے ہیں جو قدرت اُن کو کریہ منظر عفریت خصال و بدہیئت نازیبا اشکال اشخاص کی تصویر کھینچنے میں حاصل ہوتی ہی جس طرح اُن کا چہرہ منظر سرمۂ دیدۂ اہل نظر ہو سکتا ہی، اسی طرح اُن کی ہجو کا نظارہ بھی دقیقہ رس سحر بیان ارباب کمال کی نگاہوں میں مردم دیدہ سمجھا جاتا ہی۔ ہر نقش و نگار کا واقعی

کمال یہ ہے کہ وہ اصلی واقعہ کی صورت کا رہنما ہو علیٰ ہذا اس ظالم جفا کار کے سراپا کو دیکھکر بھی اُس کی قابل نفرت شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

وہ شیریں کے مرنے کی غلط خبر فرہاد کو سُنا کر اپنی یا وہ گوئی سے اُس کو یقین دلا دیتا ہے کہ دراصل شیریں کا انتقال ہو گیا۔ امیر خسرو کی روایت کے موافق فرہاد پہاڑ سے سر ٹکرا کر شیریں کا نام لیتے ہوئے خودکشی کرتا ہے اور عشاق کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کی جفاکاری، بے مہری، بے وفائی، غداری، ستم شعاری کو مختلف اشعار بے مثال و دلائل و براہین متکلمانہ سے نہایت فصاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

مولانا نظامی نے بھی اس موقع پر فرہاد کش ناہیمون سیہ کار کا حلیہ مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کو ہم بطور انتخاب لکھیں گے مگر امیر خسرو نے اپنی عادت قدیم کے موافق اس پہلو کو خالی پاکر پورا زور دے دیا ہے۔

امیر خسرو

بلک را بود زنگی یا سبانے	ترش رنسارہ و کج مج زبانے
چو دیو دوزخ از عفریت روئے	چو زاغ کہنہ در بسیار گوئے
تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ	چو زاروغ ترش سبلت شدہ زنگ
شکم چوں دیگدان آتش اندود	دہن چوں وام دار دیر خوشنود
دہانش را کسے نا دیدہ ناہم	لبش باآشنائے نا فراہم
خصومت پیشہ و ابلیس خوئے	عوانے منت خواری جنگجوئے

چو دیدے دوری کس درمیانہ   زمرگ او خبر گفتے بہ خانہ

بماتم ہا بخندیدے طرب ناک   فگندے در عروسیہا بسر خاک

اگر کردندے از چوبش فرد کوب   زباں چوں ارّہ کردے در تہ چوب

وگر سنگے زدندش خلق در جنگ   چو آہن تیز گشتے در تہ سنگ

گنہ در سبلتش بیضہ نہادہ   بموئے بینیش رشک اوفتادہ

سگے سگ چہرہ با خوئے پلنگاں   خرے خر زہرہ نام او خرنگاں

بہ پیشانیش داغے بر کشیدہ   چو خطے در خطائے در کشیدہ

نظامی

چو سگ درداورے باطل ستیزے   چو گربہ زود خفت و دیر خیزے

یکے خروار نان خوردی و بے زور   ہزار افسانہ بشنیدے و دل کور

نکردہ ہیچ کارے پائے بر جائے   وگر کردے فرو افتادے از جائے

چو قصاب از غضب خونی نشانے   چو نفات از بروت آتش فشانے

صفت پیرزن ندیمۂ شیرین و کشتن او شکر ملکۂ اصفہان را

زنگی جفاکار قاتل کوہ کن فرہاد ناشاد کے بعد یہ دوسرا خاکہ اسی قسم کی ایک اور دلالہ ستمگار جفاکار پیرزن کی تصویر کا ہے جس کو شکر کے ہلاک کرنے میں گویا اس زنگی کی مرسیہ باں ہونے کا شرف حاصل ہے وہ شیریں کے حکم کے موافق اصفہاں

پہنچکر شکر کے محل میں داخل ہوجاتی ہے اور موبنہ بولی ماں بن کر کچھ عرصہ کے بعد زہر ہلاہل سے اُس ناکام کا کام تمام کردیتی ہے اس موقع پر اُس پیرزن کی حیّالی و عیاری اُس کی چالاکی و ہوشیاری اور زہر کے اثر کے وقت شکر کی گریہ و زاری، یاس و حرماں کی حالت اور آخر وقت اُس کی دردانگیز تقریر کی دل کش تصویر ایسی پُر لطف کھینچی گئی ہے کہ اہلِ نظر ایک خیالی نظارہ کو دیکھکر ایک حقیقت حال کا لطف اُٹھا سکتے ہیں اُس پر ہر جگہ مناسب حال زمانہ کی شکایت اور حکیمانہ نصائح جدت اسلوب کے ساتھ بیان کر کے مرقع کو مختلف نقش و نگار سے آراستہ بناکر گویا ارژنگ چین بنا دیا ہے مگر مولانا نظامی نے اس روایت کو نظرانداز کیا ہے۔

امیر خسرو

چو شیریں برزد از قفلِ شکر بند	سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال	چو گردون در جہاں سوری شدہ زال
نگوں پشتے ولیکن کژ خراماں	مہے در سلخ و نامش ماہ ساماں
بدادہ در جوانی نیزہ را داد	بہ پیری نیز چوگاں باز اُستاد
لبش در دردِ سحر و درون نیرنگ	برون سادہ لباس و از دروں رنگ
کشادہ گریۂ تزویر چوں مے	ہزاراں اہرمن حل کردہ در وے
فریب انگیزے از گیرائے گفت	کہ گردے پشہ و سیمرغ را جفت
گیا ہائے بہ تسخیر آزمودہ	بہر ذرّہ دو صد ابلیس سودہ

چو در گوش آمدش گفتارِ شیریں | بدنداں خست لب آں کارِ شیریں

بجا آورد شرطِ خاک بوسی | سخن پرداز با صد چاپلوسی

شبِ سیاہ کی حجلہ آرائی

امیر خسرو

شبے تاریک چوں دریائے از قیر | بدریا در فگندہ چشمۂ شیر

ز جنبیدن فلک بے کار گشتہ | ستارہ در رہش مسمار گشتہ

ذنب پائے کواکب را شدہ خار | کجک دستِ دہل زن را شدہ مار

ز ظلمت گشتہ پنہاں خانۂ خاک | چو چاہِ بیژن و زندانِ ضحاک

سوادِ تیرہ چوں سودائے خاماں | بدامانِ قیامت بستہ داماں

سدابے خوردہ چرخ آبستن گاہ | ستردن گشتہ از خورشید و از ماہ

عمودہ در عدم صبحِ شب افروز | بقیر انباشتہ دروازۂ روز

بگنجِ صبح قفل افگندہ افلاک | کلیدِ گنج را گم کردہ در خاک

بریدہ تیغ شب از کینہ خواہی | گلوئے بلبلانِ صبح گاہی

خروساں را بگاہِ بانگ و تکبیر | خمیرِ سیر زن گشتہ گلوگیر

شبے زیں گونہ تاریک و جگر سوز

ز غم بے خواب شیریں سیہ روز

وظیفۂ مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را — بروشن خاطرے برزد علم را

بمسکینی جبیں بر خاک مالید — بدرگاہِ خدائے پاک نالید

کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز — ببخشائش درت بر ہمگناں باز

نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم — ز زندانِ فراق آزاد گردم

بسرِّ کبریا در پردۂ غیب — بوحیِ انبیا در حرف لاریب

بنورِ مخلصاں در رو سپیدی — بصبرِ مفلساں در ناامیدی

بداں اشکے کہ شوید جامہ را پاک — بداں حسرت کہ گردد ہمرہِ خاک

بخونِ غازیاں در قطع پیوند — بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند

بآہے کز سرِ شورے برآید — بخاکے کز سرِ گورے برآید

بمہرِ اندودہ دلہائے کریماں — بگرد آلودہ سرہائے یتیماں

بشبہائے سیاہِ تنگدستاں — بدلہائے سفیدِ حق پرستاں

بعشقِ نو در آغازِ جوانی — بغمہائے کہن در دل نہانی

بداں بے دل کہ ہستی نایدش یاد — بداں دل کو بود در نیستی شاد

بداں سینہ کہ دارد عشق جاوید — بہجرانے کہ ہست از وصل نومید

کہ برداری غم از پیرامنِ من — نہی مقصودِ من در دامنِ من

اس جگہ مولانا نظامی کی مناجات کے انتخاب کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا اگر اربابِ سخن ہر ہر شعر کو میزانِ انصاف میں وزن کرکے فیصلہ کریں تو بالیقین امیر خسرو علیہ الرحمۃ مولانا نظامی کے ہم صفیر ثابت ہوں گے، بلکہ بعض نغموں میں زیادہ بلند آوازہ۔ لیکن شبِ سیاہ کے بیان کرنے میں مولانا نظامی کا پایہ اوجِ کمال تک پہنچا ہوا ہے۔

مناجات نظامی

شکیبائیش مرغان را پر افشاند — خروسِ صبح مفتاح الفرج خواند
ندارم طاقتِ این کورۂ تنگ — خلاصی دہ مرا چوں لعل از سنگ
بآبِ دیدۂ طفلانِ معصوم — بسوزِ سینۂ پیرانِ مظلوم
بپاک آئینے دیں پرورانت — بصاحب سرئ پیغمبرانت
بداں زاری کہ زندانی نماید — بزاہد کو ثنا خوانی نماید
بدردِ یوسف و اندوہِ یعقوب — بقربانِ خلیل و صبرِ ایوب
بداورِ داورِ فریاد خواہاں — بیارب یاربِ صاحب گناہاں
بریحانِ نثارِ اشک ریزاں — بقرآنِ چراغِ صبح خیزاں
بمسکینیٔ مسکینانِ مسکیں — بغمگینیٔ غمگینانِ غمگیں
بنورے کز خلائق در حجاب ست — بانعامے کہ بیرون از حساب ست

کہ رحمے بر دلِ پر خونم آور | وزیں غرقابِ غم بیرونم آور
اگر ہر موئے من گردد زبانے | شود ہر یک ترا تسبیح خوانے
ہنوز از بے زبانی خفتہ باشم | ز صد شکرت یکے ناگفتہ باشم
بدرگاہ تو در امید و در بیم | نشاید راہ بردن جز بہ تسلیم

وصف شب سیاہ

شبِ تیرہ چو کوہے زاغ بر سر | گراں جنبش چو زاغِ کوہ بر پر
شبے دم سرد چوں دلہائے بے سوز | برات آوردہ از شبہائے بے روز
کشیدہ در عقابینِ سیاہی | پر و منقارِ مرغِ صبحگاہی
گرفتہ آسماں را شب در آغوش | شدہ خورشید را مشرق فراموش
ز ناشوئی ہم خورشید و مہ را | رحم بستہ بزادن صبحگہ را
ز تاریکی جہاں را بند برپائے | فلک چوں قطب حیراں ماندہ برجائے
شمالی پیکراں را دیدہ در خواب | جنوبی طالعاں را بیضہ در آب
سوادِ شب ببردہ از دیدہا نور | بنات النعش را کردہ ز ہم دور
نماندہ در خمِ خاکستر آلود | در آتش خانۂ دوراں بجز دود
مجرّہ بر فلک چوں کاہ بر راہ | فلک در زیر او چوں آب در چاہ
نہ ہوبد را زبانِ زند خوانی | نہ مرغان را نشاطِ پر فشانی

شنیدم گر بشب دیوے زند راہ | خروسِ خانہ بردارد علی اللہ
چراغِ بیوہ زن را نور مردہ | خروسِ پر ربان راغول بردہ
بہر گام از برائے نور پاشے | ستارہ زنگی بادور باشے

غزل باربد از زبان خسرو بجناب شیریں

ایک ہی ترانہ ہے اور ایک ہی نغمہ مگر اُس کو کس قدر سازوں کے مختلف پردوں میں کیسے کیسے دل کش اور خوش نوا دھنوں میں گایا جاتا ہے حقیقتاً نہ باربد کا وجود ہے اور نہ نکیسا کا راگ نظامی وخسرو ہی دونوں نوا زندہ ہیں اور یہی سازندہ آوازوں پر قابو ہے اور گلوں پر قبضہ گویا قانون قدرت کے دو شعبے ہیں جس سے بے شمار شاخیں اور بے تعداد اصول ظاہر ہو رہے ہیں بظاہر شیریں وخسرو کی پسندیدہ بزم آرائی ہے اور فی الواقع نظامی وخسرو کا میدان معرکہ آرائی۔ فصاحت و بلاغت کے فنون ظاہر ہو رہے ہیں اور نازک خیال اور مضمون آفرینی کی گرم بازاری کا سودا ہے۔

امیر خسرو

ربابِ باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خوں چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینہ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نہاوند
درت حاجت گہِ بختِ جوانم | سرِ زلف تو خلوت گاہِ جانم

چہ دولت مند بود این چشم روشن — کہ جاں را از جمالت کرد گلشن

ببیں زآئینہ رو لے صبحِ امید — کہ در آئینہ نتواں دید خورشید

بداں سختی مدار آئینہ در پیش — در آبِ چشم من بیں صورتِ خویش

تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش — حجابِ آئینہ یکسو کن از پیش

چو با لعلت بے ہمدست باشم — ہوے تا قیامت مست باشم

نظامی

نکیسا چوں زد ایں طیارہ بر چنگ — سہ تائے باربد برداشت آہنگ

بآوازِ حزیں چوں عذر خواہاں — رواں کرد ایں غزل را در صفاہاں

مرا در کویت اے شمع نکوئی — فلک دانہ پراگندست گوئی

بداں چشم سیہ کاہو شکارست — کز آہوئے تو چشمم را غبارست

مرا فرخ بود در روئے تو دیدن — مبارک باشد آوازت شنیدن

تو رسے بر فروز افسردہ را — ببوئے زندہ کن ایں مردہ را

تزویج خسرو و شیریں وصف سراپاے برادر خواندہ شیریں

اس مضمون میں شیریں کے ایک خادم پیرانہ سال دیو خصال کا سراپا ایسی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ اُس کی ایک خوف ناک عجیب و غریب بدنما صورت کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے۔ اُس پر طرہ یہ کہ جدت اسلوب و جدت طبع کے ساتھ

جو امیر خسرو کا جذبۂ فطری ہے صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے کمال کو اوج ترقی کے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اس مثنوی کے چند مخصوص معرکہ آرا مقامات میں سے یہ بھی شاعری کا ایک خاص میدان ہے اس داستان کا ہر ہر شعر نئے نئے استعارات اور تازہ رو بہ تشبیہات کا مرقع ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے جو اس موقع پر شیریں کی ایک خادمہ پیرزن کی تصویر کھینچی ہے وہ بھی اپنے نقش و نگار میں لاجواب ہے۔ چونکہ اُس کے مقابل میں یہ نقش ثانی پیش کیا جاتا ہے، اس لئے خامہ مو کی صنعت کاری میں پوری قوت سے کام لیا گیا ہے اگر ارباب نظر اس مناظرہ کا پورا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فرداً فرداً ہر شعر کو باہم مقابل کر کے فیصلہ کریں غالباً کسی طرح وہ امیر خسرو کو اس معرکہ میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ بلکہ بعض اوقات قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعض اشعار کے ساتھ اس جگہ مولانا نظامی کے چند اشعار بطور انتخاب درج کئے جاتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔

امیر خسرو

(سراپاے خادم پیرانہ سال شیریں)

صنم را بود بر در خادم پیر چو مستان دیو و چون دیوان زبون گیر

ز پیری سست خیز و سال فرسود چو طفلاں زود خشم و دیر خشنود

بر و از پوست و رگ چوں چنگ بستہ دہن بے آب و دنداں زنگ بستہ

زیر گفتش لعاب از لب و انش مگس رسیدہ فراواں در دہانش

سرے چوں پوستینِ کہنہ پشمیں — رخے چوں فوطۂ مالیدہ پرچیں
پلک سرخ و نظر بے کار ماندہ — پر از پیچاں جسمِ زار ماندہ
بنود از بس کہ در رو ہیچ مویش — کدوئے تلخ داماں بستہ ریش
دو دستش ز آستینِ خواجگانہ — چو کفشِ کہنہ زیرِ جا مخانہ
دو ساقِ پست و پاہائے فسردہ — چو غوکِ خشک پیشِ مار مردہ
کلاہ کافری بر سر چو دیگے — ز دِ قیانوس ماندہ مردہ ریگے
شکم چوں بربطِ ناساز کردہ — دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ
ببالیں گاہِ شیریں دل افروز — ز بیکاری مگس گشتے شب و روز
دراندم کز طرب معزول بودے — ز دلتنگی بد و مشغول بودے
برہنہ خفتے اندر شب الف وار — دو یار الام الف کردے مدیوار
ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست — میانِ سر و بالیش چوں کفِ دست
چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید — فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید
گرفتش چوں عقابے کرگسے را — ز جا بر داشت چوں دریا خسے را
ببرجِ ماہ بُرد آں جرمِ منحوس — چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس
چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد — خود از بہرِ تماشا راکمیں کرد

اس جگہ نہالِ نظم کو گویا استعارات و تخیلات کا گلدستہ بنا دیا ہے۔

نظامی

عجوزے بود مادر خواندۂ او | زنسلِ مادراں واماندۂ او
چہ گویم چوں کہن گرگے بہ تقدیر | نہ چوں گرگِ کہن چوں روبہ پیر
دو پستاں چوں دو خنک آب رفتہ | ز زانو زور و زتن تاب رفتہ
تنے چوں خربزہ کماں از کوزہ پشتی | برو دوشے چو کیمخت از درشتی
دو رخ چوں جوزِ ہندی ریشہ ریشہ | چو حنظل ہر یکے زہرے بشیشہ
دہان و بینش از بس شاخ شاخے | بگورِ تنگ می ماند از فراخے
شکنج ابرویش بر لب فتادہ | دہانش را شکنجہ بر نہادہ
زبینی خرگہے بر روئے بستہ | نہ دنداں بلکہ زرنیخِ شکستہ

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے صنعت کاری و جدت شعاری کے کمالات سے اس مثنوی میں شبِ زفاف کی جلوہ آرائی کا یہ دوسرا رنگین و رنگارنگ حیرت افزا مرقع ہے جس کا ہر حصہ اور ہر شقہ گویا اصلی واقعہ کی جداگانہ ایک صورت نما تصویر ہے۔ سخن کے اس چمن زار میں دو منظر دکھاتے ہیں اول شیریں کا زرین و مکلل زیوروں اور شاہانہ بوقلموں لباسوں سے آراستہ ہو کر بزم آرائے وصال ہونا اور اسی سلسلہ میں اس کے عشوہ و ناز، غمزہ و انداز، گلگونہ و غازۂ خوشبو، خندۂ شکرین و دلجو

رخ گلگوں، عارضِ سیمیں، مژگانِ دل فریب، چشمِ نیم باز، گیسوے پرخم، سیبِ زنخدان، چاہِ غبغب وغیرہ وغیرہ تمام پسندیدہ اعضا کا ایسا سراپا کھینچا ہی کہ بڑے بڑے کامل فن مصور اُس کو دیکھکر انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں۔ دوسرا پُرلطف نظارہ خسرو وشیرین کی ہمکناری اور اُن دونوں کی بے تکلفی کے ساتھ ہم آغوشی کا بے حجاب آئینہ ہی جس میں فی الواقع ایسے ایسے بدیع استعارات اور نادر تشبیہات ولاجواب دقیق ایہامات کی دلچسپ صورتیں نظر آتی ہیں کہ غالباً کسی کی نظرِ فکر وچشمِ خیال نے اس سے پہلے اُن کو نہ دیکھا ہوگا۔ شکر کی بزمِ مواصلت اور اُس کی سراپا ناز صورت کی دل کش تصویر دیکھنے کے بعد کوئی خیال نہیں کرسکتا ہی کہ آیندہ کسی شاعر کی قوت متخیلہ اس سے بہتر اور نیا خیال پیدا کرسکے۔ مگر جدتِ طبع اور فطرتی شاعرانہ جذباتِ خسروی نے ثابت کردیا کہ آپ کے سخن کی بحرِ ذخّار کی ایسی بے شمار موجیں ہیں جو وقتاً فوقتاً تمام عالم کو سیراب کررہی ہیں مگر اِس جگہ جوشش طبع اور اضطراری شورش فکر نے آپ کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا ہی کہ اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہی اور تہذیب کے جامہ سے مضمون آفرینی کا نشہ باہر کیئے دیتا ہی۔ خاص وجہ یہ ہی کہ مولانا نظامی نے بھی اسی ہوش ربا فصل بہار میں خصوصیت کے ساتھ ایسی چمن طرازی کی ہی کہ باغِ سخن کے ہر نونہال اور ہر شجر کا تھالہ آپ کی گلریزی سے دامن گلچیں کو بھر رہا ہی۔ بے اختیاری کا وہاں بھی یہی مدہوشانہ خمار اور مستانہ اضطرار ہی۔ اگرچہ امیر خسرو ہمیشہ ایسے موقعوں پر

پہلو تہی کر جاتے ہیں جہاں مولانا نظامی نے بہت زیادہ زورِ سخن دکھایا ہے اور اُس کا عوض دوسری جگہ پورا کر دیتے ہیں جس کا اظہار باوقاتِ مختلفہ ہو چکا ہے لیکن اس مثنوی میں یہ ایک خاص موقع ہے جس میں دونوں صاحب ایک جام سے سرشار ہیں۔ اس جگہ مولانا نظامی کا دونوں قسم کا کلام انتخاب کے ساتھ مگر کچھ زیادہ ضرورتاً پیش کیا جاتا ہے کہ لطف میں کمی نہ ہو اور علیٰ ہذا امیر خسرو کے مرقع کی بھی چند تصویریں شمعِ بزمِ اہل نظر ہیں۔

امیر خسرو

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جائے — عروسانہ بیاراست آں سراپائے
حریرِ آب گوں بر ماہ بربست — بگیسو چشمِ بدرا راہ بربست
نوردِ پرنیاں برگل بر افگند — گشاد از درجِ آہنیں بند
مکلل زیورے درخوردِ شاہاں — بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں
مداں بالائے شہر آرائے پوشید — عروسانہ ز سرتا پائے پوشید
بروں آمد چو از ابر آفتابے — موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

(سراپائے شیریں)

خسرو

دو لب ہم انگبین ہم بادہ در دست — دو چشمِ شوخ نے ہشیار نے مست
خمارِ نرگسش در رفتنہ خوئے — میانِ خواب بیدار یست گوئے
بہر گاں داد ہر جاں خراشے — کہے جاں دادے وگہ دور باشے

فریبِ غمزهٔ جادو زبان بند | شگافِ پستهٔ شیرین شکرخند

لبی از چشمهٔ حیوان سرشته | هلاکِ عاشقان بر وی نوشته

لبی پر خندهٔ شیرین مهیا | حیات افزای مردم چون مسیحا

زنخدانش که بردار از مشتری تاب | بغبغب چون گوی کافتد بگرداب

رخش را سکه زد خالی درم وار | درم بی مهر بود و نقره بسیار

خوی کز روی آن طناز میریخت | کرشمه می چکید و ناز میریخت

بناگوشی چو برگِ یاسمین تر | بر اندامی از گل نازنین تر

دُر اندر گوش پنداری که بر دوش | فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش

دو گیسو کز رهش خاک میروفت | فرو میریخت مشک و پاک میروفت

ز مستی زلف او در هم شکسته | هزاران توبه در هر خم شکسته

جهان سوزی چو خورشید جهان تاب | میانش تشنه و برهاش سیراب

بتی کز دیدنِ آن شکل و رفتار | به بستی زاهدِ صد ساله زنار

(همکناری خسرو و شیرین)

چو فارغ شد ز شربتهای چون نوش | کشید آن سرو را چون گل در آغوش

چنان در بر گرفت آن قامتِ راست | که نقشِ پرنیان از پوست برخاست

به تیزی در عقیق الماس میراند | نهالی در شگافِ غنچه می نشاند

ز حلقه در دلِ شب تیر می جست | که گلگونش بجوی شیر می جست

نہ جوئے شیر بلکہ آں جوئے خوں بود — روانِ فرہاد پرسش کن کہ چوں بود

ز ہیش بر سرمہ دانِ عاج می شد — ز میلش سرمہ داں تاراج می شد

ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست — سہ یک را ضرب ازاں میداد دو بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاہی — چکید آبِ حیات از کامِ ماہی

دہانش بر دہان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

چناں بادِ جوانی در سر آورد — کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد

گلے دید از بہشتش آبجوے — ز تاراجِ خزاں نادیدہ گردے

چو چشمہ بر گشاد و غنچہ بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

فروزندہ چو ہر دو سروِ آزاد — چو شاخِ یاسمن بر برگِ شمشاد

ستارہ داد چوں خورشید را پشت — بیک دم صبح شمعِ ماہ را کشت

یہ نظارہ ہر حیثیت سے بہت زیادہ پر لطف ہے۔ سخن کے ہر دو چمن آرا اہلِ کمال نے جس جس جگہ اور جہاں تک گل افشانیاں کی ہیں اُن کے باہمی مقابلہ کا بہت اچھا موقع ہے۔ اب ہم اس کا فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اکثر جگہ جدتِ استعارات، پیرایۂ ادا، اختراعِ تشبیہات وغیرہ میں امیر خسرو پیش قدم رہے پیش رفتہ ہیں۔ اور بندش کی چستی اور لطفِ زبان کے ساتھ مضمون آفرینی کا جوش اور بیان کی صفائی مولانا نظامی کا حصہ ہے۔ مگر امیر خسرو نے ہر شعر کے جواب کی

حاشیہ۔ [illegible] مصرعے کے [illegible] جدت طرازی سے ایک دلچسپ شکل پیدا ہوتی ہے۔

پوری کوشش کی ہے۔

نظامی

بروں آمد ز ظرفِ ہفت پردہ — بنامِ ایزد رخے ہر ہفت کردہ

چگویم چوں شکر شکر کدام ست — طبرزد چہ کہ او ہم ناتمام ست

چو سروے کو بود در دامنش نوش — چو ماہے کو بود ماہِ قصب پوش

مہ و خورشید با خویش درویش — گلے از صد بہارِ مملکت بیش

جہاں افروز دلبندے چہ دلبند — بجز منہا گل و خروار ہا قند

بہارِ تازہ چوں گلبرگِ خنداں — سزاوارِ کنارِ ہوشمنداں

ز خالش چشمِ بد را خواب رفتہ — ز دیدہ نقشِ او بر آب رفتہ

لب و دنداں ش از نور آفریدہ — لبش دنداں و دنداں لب گزیدہ

ز گوش و گردنش لولو خروشاں — کہ رحمت بر چنیں گوہر فروشاں

رخ از باغِ سکندروحی نسیمے — دہاں از نقطۂ موہوم میمے

نسیمش در بہا ہم سنگِ جاں بود — ترازو داریِ زلفش ہماں بود

عقیقِ سیم رنگش سنگ در مشت — کہ تا بر حرف او ننہد کس انگشت

گشیدہ گرد مہ مشکیں کمندے — چراغے بستہ بر دودِ سپندے

بنازے قلبِ ترکستاں دریدہ — ببوسے دخلِ خوزستاں خریدہ

تنے چوں شیرِ با شکر سرشتہ — طباشیرش برابر شیر ہشتہ

سپید و نرم چوں قاقم بر و مشت — کشیده چوں دمِ قاقم ده انگشت
کرشمه گردنش بر دل ستان زن — خمار آلوده چشمے کارواں زن
گل و شکر کدامیں گل چه شکر — بدو وا مانده بس الله اکبر

(بزمِ وصال)

شه از اول بگل چیدن در آمد — ولہ — چو گل زاں گل بخندیدن در آمد
پس آنگه عشق را آوازه در داد — صلائے میوه ہائے تازه در داد
گہے از بس نشاط انگیز پرواز — کبوتر چیره شد بر سینهٔ باز
حصارے یافته چوں قفل بر در — چو آبِ زندگانی مہر بر در
شگرفے کرد تا خازن خبر داشت — بیاقوت از عقیقش مہر برداشت
بابریقِ عقیق آورد جمعش — شده بر دو بلوریں طشت و شمعش
خدنگِ غمزه با پیکاں شده جفت — بہ پیکاں لعلِ پیکانی ہمی سفت
نگر شه خضر بود و شب سیاہی — که در آبِ حیات افگند ماہی
چو تختِ میل شه شد تختِ عاج — حسابِ عشق رفت از تخت و از تاج
بضربِ دوستی بر دست می زد — و بیرانه یکے در شصت می زد
طبرزد با نباتش ساز می کرد — ز عنابش شکر ہا باز می کرد
نگویم بر نشانه تیر می شد — رطب بے استخواں در شیر می شد
چکیده آبِ گل در سیمگوں جام — شکر بگداخته در مغزِ بادام

ز رنگ آمیزیِ آں آتش و آب — شبستاں گشتہ پُر شنگرف و سیماب

صدف بر شاخِ مرجاں مہد بستہ — بیک جا آب و آتش عہد بستہ

مناجات آخر کتاب

امیر خسرو

خدایا خاکِ من چوں خود سرشتی — سخن بر من بخاکِ خود نوشتی

نہ در خور بود مغزِ من بدیں بوے — تو دادی روز بازارم دریں کوے

ازیں ہنگامہ چوں بیروں روم فرد — مگرداں گرمیِ بازارِ من سرد

چناں کن دست بخشم زانکہ ریز — کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز

چو بگشایند فردا پردۂ راز — نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی — گناہش عفو کن باقی تو دانی

دعاے سلطانی و خاتمۂ کلام

نظامی

جہاں تا ابد شاہ و جہاں باد — ہر آنچہ امید دارد آں چناں باد

سعادت پذیرا و در کامرانی — مساعد با سعادت زندگانی

سخن را بہ دعوت ختم کردہ — ورق را [illegible]

دعا گفتن [illegible] شاہ کامی — کہ گوید باد رحمت بر نظامی

امیر خسرو [illegible] نظامی [illegible] کتاب کے آخر
حصہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عروسِ دعا بہ حجلۂ حمدِ کبریا

خداوندا دلم را چشم بکشائے
بمعراجِ یقینم راہ بنمائے

برحمت باز کن گنجینۂ جود
در ونم خوانِ بشا در وانِ مقصود

زبانے بخش از ثنائے خویش معمور
زبانے زآفرینِ دیگراں دور

درآسانیم شکر اندیش گرداں
بدشواری سپاسم پیش گرداں

امیدم را بجائے کش عماری
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری

توضیح :- بنظر اختصار نسخۂ حبیب کو حرف (ح) اور نسخۂ جہانگیری کو حرف (ق) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور نسخۂ حیدرآباد کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے کہ وہ نسخۂ حبیب کے مثل ثابت ہوا۔ اگر نسخۂ (ح) مثلاً نوٹ میں ہے تو اس کے مقابل متن کا نسخۂ (ق) صحیح سمجھا جائیگا علیٰ ہذا بالعکس کیونکہ ہر نسخۂ صحیح کو متن قرار دیا گیا ہے۔ ل۔ ق۔ بر

چو خود برداشتی اوّل ز خاکم — مده آخر بطوفانِ هلاکم

بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم — بخویشم زنده گرداں تا نمیرم

نه دل پژمردهٔ دارم نهانی — تو بخشی مردگاں را زندگانی

برافروز ایں زیارت خانهٔ خاک — بعقلِ روشن و اندیشهٔ پاک

بخوابِ غفلتم مگذار ازیں بیش — مرا خود خوابِ دیگر هست در پیش

خیالے را که می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج

زبهرِ گرمیِ هنگامهٔ خویش — سوادے میکنم در نامهٔ خویش

چو گرد و نقشِ ایں دیبا مکمل[1] — بعتق النّار کن آں را[2] مسجّل

حسابِ من که ایں دیدن[3] نیرزد — مپرس از من که پرسیدن[4] نیرزد

کرم را شحنهٔ بازارِ[5] من کن — عنایت را کفیلِ[6] کارِ من کن

بآمرزش اُمیدم[7] تازه گرداں — اُمیدم را بروں ز اندازه گرداں

چو زآمرزش رسید اُمید واری — بگو بسم الله[8] ای دل هر چه داری

توحیدِ باری عزّ اسمه

بنامِ آں که جاں را زندگی داد — خلایق[9] را بجاں پایندگی داد

---

[1] ح. بسمل [2] ح. عنوان [3] ق. آں دیوان [4] ق. جز تاوان [5] ح. کردار [6] ح. کفیلی

[7] ق. زبانم [8] ق. اینک تا چه [9] ق. طبیعت

خداوندی که حکمت بخشِ خاکست | کمینه بخششِ او جانِ پاکست
دو کون از صنعِ او یک گل ز باغی | ز ملکش نه فلک دودِ چراغی
رموز آموزِ عقلِ نکته پیوند | شناسائی دهِ جانِ خردمند
بصارت بخشِ چشمِ پیش بینان | تمنای درونِ شب نشینان
جواهر بند ناهید[۱] از ثریا | چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا
بعنوانِ عنایت کرده تحریر | حسابِ کائنات از کلکِ تقدیر
سپرده در جهانِ بی نیازی | ارادت[ن۱] را عنانِ کارسازی
اگر تقدیرِ او مرگست و گر زیست | همو داند که در وی[ن۲] مصلحت چیست
نه دانا زو خبردار و نه اوباش | که حربا نیز کور آمد چو خفّاش
تو شوخی بین که ادراک اندرین راه | بجاسوسی[ن۳] گشاده چشمِ کوتاه
ز غیرت لطمه خورده خطرناک | کنون[ن۴] تاریک گشته چشمِ ادراک
کسی کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوهمِ آدمی زاد
رقم[ن۵] کو باز نشناسد قلم را | چه داند باز نقّاشِ رقم را
نه در ما گنجد اسرارِ الهی | نه دریا گنجد اندر گوشِ ماهی[۶]
خرد از بودِ او کی گردد آگاه | کجا نابود را در بودِ او راه

---

[۱] ناهید زهره مطربهٔ فلک سوم [ن۱] ق - عنایت [ن۲] ق - حکمت اندران [ن۳] ق - نظری افگندا
[ن۴] ق - کژان [ن۵] ق - قلم کو باز نشناسد قلم را، چه داند حکم او رقم را [۶] گوش ماهی - صدف که بدریا پیدا شود -

نه آں بود ست کو نابوده گردد | نه مصنوع ست کو فرسوده[1] گردد

زگرد نیستی آسوده[2] ذاتش | ز آسیبِ زوال ایمن حیاتش

به بخشش بندگاں را دست گیرد | فراواں بخشد و اندک پذیرد

کسے کو ظلمتِ نفسش کند دور | ز توفیقش فرستد مشعلِ نور

وگر خواہد شبِ کس را درازی | کشد شمعش ببادِ بے نیازی

چو خواہد روشنی در جانِ تاریک | نماید رہ بحکمت ہائے باریک

مبیں خوار ار کسے گم گشته ساز یست | که دولت را در پوشیده راز یست

بشکرش ہر کلوخے[3] راز بانیست | وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانیست

به بیکاری بملکش[5] یک مگس نیست | تصرّف را بکارش[4] دسترس نیست

نصیبِ ہر که داد از قسمتِ خویش | نه کم گردد ازاں یک ذرّه نے بیش

چو داد از جانور زیور زمے را | طرازِ معرفت بست آدمی را

عنایت را نگر کیں سوغاں داد | که ہم دل داد مارا ہم زباں داد

زگوہر مرد را پُر کرد سینه | زباں را ساخت گنجورِ خزینه

زباں را با بقا زاں گونه حدبست | که داماںش بداماںِ ابد بست

کفایت را بمردم داد منشور | که تا زو گردد ایں ویرانه معمور

جہاں را تا نیارد فتنه در زیر[6] | ببازوئے شریعت داد شمشیر

---

[1] ن ح- ہم سوده [2] ن ح- پاکیزه [3] ن ق- جمادے [4] ن ح- بکارش [5] ن ق- بملکش [6] ن ق- ہر کس زیر

هدایت طریق از اصل تا فرع — حوالت کرد بر دروازهٔ شرع

چو بر بندگی بخشید هر چیز — کرامت کرد شغل خواجگی نیز

چو شکر بندگی گفتن نیاریم — سپاس خواجگی را چون گزاریم

نیارد مردم از چندان کرامت — یکے را شکر کردن تا قیامت

مناجات بحضرت قاضی الحاجات و شمار انعامات بے غایات

خدایا چون بمنشور الٰهی — رقم کردی سپیدی و سیاهی

زباران عنایت گل سرشتی — برات مردمی بروے نبشتی

مثال هستیٔ ما هم ز اوّل — بتوقیع کرم کردی مسجّل

ز گنج بخششم هر چیز دادی — کلید گنج ایمان نیز دادی

کریمان کز کرم خرمن کشانید — چو بخشیدند گردش باز تانید

تو با چندان کرم هائے نوا ساز — ز مفلس کے ستانی داده را باز

چراغم را چو خود بخشیدهٔ نور — مکن بخشیدهٔ خود را ز من دور

بهر فعلم که گردانی سزاوار — رضائے خویش کن با فعل من یار

بقهر نفس نیرومندیم ده — بهر چه آید ز تو خرسندیم ده

ز علمم نعمتے فرمائے بے خواست — که امشب توشهٔ فردا کنم راست

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم　　که از ہر دو جہاں دل با تو بندم

بیادِ خویش کن زاں گونہ شادم　　که ناید ہیچگه از خویش یادم

چناں دہ مردمِ چشمِ مرا نور　　که نبود ہیچگاه از مردمی دور

چناں نزدیکِ خویشم کن یگانه　　که از خود دور مانم جاودانه

مدہ بختِ مرا آں شرمساری　　که سر پر ہر درے کو بد بزاری

چناں بر عیبِ خویشم دیدہ کن باز　　که از عیبِ کساں بر نارم آواز

ہوائے دل چو پیچد گردنم را　　زعونِ خود توانا کن تنم را

چو افتد لاشه در سیلابِ سختم　　فرو مگذار در سیلاب بختم

ازیں طینت که ماندم پائے در گل　　روانم کن بسوئے عالمِ دل

چو بیکاری کند نفسِ علف خوار　　ز توفیقش قوی کن بازوئے کار

بہر مویم که در[۱] اندام روید　　زبانے دہ که تسبیحِ تو گوید

بمردی کن چو شیراں زورمندم　　مکن چوں سگ بشہوت پائے بندم

چو نفسِ بد کند شہوت پرستی　　بدہ دستے[۲] که بر گردد ز پستی

منِ خفته که دیوم داد بازی　　بدریائے صلاحم کن نمازی

به نرمی گوشمالم دہ گہِ خواب　　که سختی را ندارم طاقت و تاب

ز غوغائے قیامت دہ نجاتم　　بگنجور عنایت کن براتم

---

۱ ق - بر　　۲ ق - نفسے

دلے دارم درین کاخ گل اندود — که نقدے با وے است از گنج مقصود

زعصمت پاسبانی ده درین کاخ — که دزد فتنه در ناید ز سوراخ

دلے[1] کو نیست در دین یار با من — اگر خود جان بود مگذار با من

بران کنگر که دارد نور جاوید — بدست من کمندے[2] ده ز امید

امیدم را برائے کن حوالت — که باشم پیرو ختم رسالت

نعت سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا و علیهم الصلوٰة و السلام

محمد کاصل هستی شد جوش — جهان گردے ز شادروان جوش

چراغ روشن از نور خدائی — جهان را داده از ظلمت رهائی

دل خصمان گوا بر صدق ذاتش — گواهی داده سنگ از معجزاتش

دم خلقش که جان داده عرب را — فرو کشته چراغ بولهب را

شده بر عنکبوتے سوئے غارے — مگس گیری شده عنقا شکارے

دو قربان یافته زو زندگانی — دو زنده گشته[3] از وے جاودانی

نجیب کون و شیرش را بوادی — خبر ثانی و دو فرزند حادی

تحیت خوان دینش را بوادی — خضر ثانی و دو فرزند حادی

ن[1] ح۔ گلے　ن[2] ق۔ چراغے　ن[3] ق۔ تشنه

نجیبِ کون و سرّش را ابوادی   خبر ثانی و دو فرزند حادی

نجیبِ کون و دینش را ابوادی   خضر ثانی و دو فرزند حادی

گہش آہو سخن گوی و گہے شیر   گہش حجت زبان و گاہ شمشیر

طرازِ خاتمت نقشِ نگینش   کلیدِ نہ فلک در آستینش

شکوہِ آفتاب از پایۂ او   بجز وے ہر کہ باشد سایۂ او

ہمیں او را نگویم سایہ یار است   دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار است

بدانساں گشتہ در وحدت یگانہ   کہ تا گنجید خود وہم درمیانہ

در احمد از احد کامل جمالی ست   چو احمد بے احد شد صفرِ خالی ست

بنامِ احمد اندر سجدہ نہ بام   مگر حم سجدہ است اندر آں نام

کتابِ انبیا کامد ز پیشی   ہمہ بر نامۂ پاکش حواشی[1]

ملایک خواندہ شمعِ آسمانش   دخان و نور روشن از دہانش[2]

نوشتہ از دخاں پُر نور منشور   دخانش نور بل نور علی نور

ز مویش چرخ را منشور لولاک   ز زلفش کعبہ را زنجیرِ افلاک

مسیحا از دمِ خود رفتہ جایش   خضر از آبِ حیواں شستہ پایش

براہلِ اقتلوا رانده غضب را   بلوحِ فاستقم خواندہ ادب را

کدامی[3] تا خنش در ہر بنانے   کہ از نون و القلم ندہد نشانے

ۓ ۱ الالہ جوہشی ۱۲   ۲؎ ق۔ از زبانش   ۳؎ ح۔ گدائے

به دولت گیری بخت جهانگیر | لوای شرع را کرد آسمان گیر
زهی نور او بود اوّلین چیز | چه صادق بود صبح اوّلین نیز
قضا بر کرد چون ویلیز داوش | قیام فرض شد ذات العادش
بجویش سلسبیل آب سبیل ست | بر ویش چرخ یک نقطه ز نیل ست
بنانش خرمن مه کرده جو جو | زمیمِ معجزش نیمه مهِ نو
هدایت را بگردون برده رایت | گدایان درش صاحب ولایت
زحکمت نامهٔ او حی کلامش | با علی پایهٔ ادنی مقامش
ندارد هفت مرد و چار زن نام | مگر زان شاه هفت ایوان و نه بام
بران آئینهٔ دل و اجب ست آه | که در معراج او شک راه بد راه
دلِ خسرو که هست آئینه کردار | ز زنگار شکش یارب نگهدار

وصفِ معراجِ شهسوارِ میدانِ دنیٰ فتدلّیٰ و یکّه تازِ عرصهٔ قابَ قوسینِ اَو اَدنیٰ

سخن آن به که بهر ارجمندی | ز معراجِ نبیؐ یابد بلندی
رسولے کاسمان را پایه داده | رکابش عرش را پیرایه داده
شبے تنگ آمده زین حجره تنگ | ز پستی سوئے بالا کرده آهنگ

نٔ ح - برقش لٔ ح - زمیم

رسیده پیکِ حضرت با پُرِ نور[1] براقِ غیب سنج آورده از دور[2]

همائے جلوه در پر باغ کرده به نرگس سرمهٔ مازاغ کرده

دوالِ چابکان ناسوده دوشش صفیرِ رایضان[3] نشنوده گوشش

نه اختر لیک ز اختر پاک جان تر نه گردون لیک از گردون روان تر

زمین تا آسمانش نیم گامے ز گامش سیرِ گردون نیم دامے[4]

شده بر پشتِ آن رخشِ جهانگیر سوارِ آسمانی آسمان گیر

دران ره کش قدم تا دور می خاست همی رفت و غبار نور می خاست

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشوده با اقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده

چو در محرابِ اقصیٰ ریخته نور جنیبت رانده سوئے بیتِ معمور

لبش کرده بجنبش[5] رشتهٔ در گریبانِ مه و جیبِ فلک پر

ز شادی زهره بربط گیر گشته عطارد چشمِ بد را تیر گشته

چو دیده پرتوِ آن نورِ جاوید بخواهش بر زمین غلطید خورشید[6]

سیاست در کفِ بهرام داده سعادت مشتری را وام داده

براقش چون بکیوان در رسیده ز نعلش گوش چون هندو بریده

ثوابت راهِ او از دیده روبان دو دیده در رکابش پائے کوبان

---

[1] ق - از رهِ دور [2] ق - از نور [3] رایض چابک سوار ۱۲

[4] ق - تیز گامے [5] ق - بخنده [6] ح - ناهید

چو طی کرده بساطِ چرخ نیلی — بساطش گشته پرِّ جبرئیلی
بمرکب داریش ناموسِ اکبر — خرامان گشته چون طاؤسِ خضر
بهمراهی چو دامن را شکسته — ز سدره خارش اندر پا شکسته
از انجا میلِ میکائیل کرده — از و منزل با سرافیل کرده
بعزرائیل نیز ارکانِ عالم — نموده کیمیائے جانِ عالم
بر فرق[۱] خود بفرقش سایه داده — زپائے خود بکرسی پایه داده
کشاده بند نعلینِ فلک مال[۲] — از و در ساقِ عرش افگنده خلخال
چو پا از عرش بالا تر نهاده — متاعِ خاک را بر در نهاده
ز راهش گرد هم از پیش و پس خاست — جنیبت[۳] جهت کرده از چپ و راست
گزشته از حدِ بالا و زیری — بملکِ لامکان کرده دلیری
شده عین الیقین را قرة العین — گزشته همچو تیر از قابَ قوسین
گریبانِ جهت را پاره کرده — بهان[۴] بے جهت نظاره کرده
شده نفس از سلام[۵] غیب شادش — حدیث از نفس کرده خیر بادش
چو کرده وعدهائے لطف در گوش — نکرده[۶] زیر دستان را فراموش

---

[۱] ح - ز زلف خود بر فرق [۲] ق - بال [۳] ح - چپش چپ داده و از راست در راست
[۴] بهان بے جهت - مقام لاهوت که محل ذات است [۵] سلام غیب - تلمیح به انعام الٰهی
را اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ که شب معراج از عالمِ غیب ارشاد شده [۶] تلمیح به اَلسَّلَامُ
عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ که حضور قدس اُمت مرحومه را دران انعام شریک نموده

دعائے کز درِ رحمت شنیده / ازاں سو خوانده وزیں سو دمیده

چو مالامال گشت از نعمتِ پاک / ببذلِ نعمت آمد جانبِ خاک

بیاراں کرد جعبت قرده درِ مشت / ز سیفورِ عنایت شقّه در دست

برید از ذیلِ خلعت رقعهٔ چند / بدرویشانِ مسکین داد پیوند

بداں پیوند کرد از تیز هوشی / گناهِ عاصیاں را پرده پوشی

اگر امّت بعصیاں راه دارد / شفاعت را حوالتگاه دارد

حوالتگاه از عونِ الٰهی / که بخشایش کند چنداں که خواهی

براتِ رحمت از غیبِ انس و جاں را / خطِ آزادیِ آتش جہاں را

مثالِ آسماں بر دشمن و دوست / که شیخِ من مبارک نسخهٔ اوست

مدحِ شیخ الاسلام نظام الملک و الدین علیه افضل تحیة الصلٰوة و السّلام

نظام الحق نبی را بازوئے راست / که چرخ از رفعتش عطفِ[1] مصلّاست

بهر حرفے فلک را کیسه پرداز / بهر کارے قضا را محرمِ راز

ولایت دارے از توقیعِ درگاه / ولایت نامهٔ اولی مع الله

یکے دوراز کلاهش آسمانست / اگرچش[2] هر بزرگی در میانست

---

[1] عطف: بفتح اوّل پیچ و سنجاف جامه و مصلّا

[2] ق - اگرچه

نگنجیده جبینِ آں یگانه | درون نه کلاه[1] صوفیانه
زدیوانِ ازل وصل خطابش | ز میراثِ نبی کامل نصابش
دِمش گنجینهٔ تحقیق بیزاں | جبینش آفتابِ صبح خیزاں
دو کون از بهر خویش از عیب[2] جسته | بآبِ دیده دست از هر دو شسته
کراماتش که بیش از ممکنات است | بمعنی تواماں معجزات است
بسیر[3] و طیر همت کرده در کار | که در سیر ادهم و در طیر طیار
همش سهم سعادت شست در شست | همش سرِّ ید الله چوں کفِ دست
بدیده راز چرخ از چشمِ سینه | چو صورت در حجابِ آبگینه
غلط کردم کش از بینائی خویش | حجابِ آسماں هم نیست در پیش
پناهِ مقبلان و مدبراں هم | سرِ صاحبدلان و بے دلاں هم
مریدانے که پیشش دست بسته | بسیلی گردنِ شیطاں شکسته
بپاید جوے از دندانش ماناک | ثریا را بداده سدره مسواک
بکنج خلوتش کز خلد راهی است | عروسانِ رضا را جلوه گاهی است
در آں حجره که تیرش بوده در توس | بپایه بیضهٔ مرغانِ فردوس
بسقفش کرده جبریل آشیانه | ملک در صحنِ او گنجشک خانه

---

[1] نه کلاه صوفیانه . غالباً نه خانواده مشهور صوفیه [2] ح . عیب [3] سیر و طیر . رفتار و پرواز مقام عروج اهل سلوک که اهل الله در فضائے لاهوت سیر و طیر نمایند .

بجایش کز بزرگی نکته رانند / بزرگانش مسیحِ خرد خوانند

گرشته هر شبی چرخِ روان را / پیش روشن نگشته انس و جان را

قدمگاهش بوهم اندر نیاید / که پی بر روی دریا بر نیاید

بهر چشمی که در راهِ امیدست / ز خاکِ پای او کحلِ سپیدست

دران درگه که دولت را مدارست / طریقت را طریقِ نامدارست

نه تنها خسرو ست از مدح سنجان / که مردم تن به تن ناچار بر جان

دل از نورِ حضورش باد معمور / جزین نورِ حضور از همتش دور

مدحِ سلطانِ علاء الدین محمد شاه

چو در بگشاد بر من خازنِ راز / ز دل گشتم چو دریا گوهر انداز

همه دل[۱] چون خرد شد مشتری هوش / همه تن چون صدف گشت آسمان گوش

ز عطر افشانیِ باکورهٔ[۲] غیب[۳] / معنبر شد جهان را دامن و جیب

عطارد بر من آمد خاک بوسان / خطی بر دست چون زلفِ عروسان

که گردون داد دادت این فرخنده منشور / که اقطاعِ دولت شد بیتِ معمور

مسیحت خوانده روح اللهِ ثانی / نفس بستان ز روح الله[۴] که دانی

---

[۱] ق - تن [۲] باکوره - میوه نو رسیده که پیشتر از همه انواع خود پخته شود و باکورهٔ غیب شاهد رعنای سخن که از فیض مبدء فیاض بدل زبان اهلِ سخن جلوه کند [۳] ق - از غیب [۴] روح الله ثانی شاعر معجز بیان که باعجاز حسنِ بیان مضامین نو نو را زنده گرداند و در مصرعه دوم مراد از ممدوح -

خضر کش داد آب از چشمهٔ خویش نخورد[1] از چشمهٔ خویش آب خود بیش

بدیں خوبی زلالِ خوشگواراں چه میریزی بهر خاکے چو باراں

بجامِ شاه ریز ایں شربتِ ناب که اسکندر شناسد قدرِ آں آب

علاءِ دین و دنیا شاهِ والا بزیرِ چترِ ظلِّ حق تعالیٰ

ستاره رایتش رخت و رزیر فلک با حملهٔ او کند شمشیر

به تیغ اسلام را پیرایه کرده جهاں را ز آفتابے سایه کرده

دلِ خصمش نه سنگِ سست ریز ست که مقناطیس پیکا نهاے تیر ست

کسے کز جاں نباشد شکر گویش زباں شمشیر گردد در گلویش

کسے کو جست جانش را خراشے تنش را گشته هر مو دورباشے

فلک لرزیده[2] بر وے شام و شبگیر[3] چو بر فرزندِ زیرک مادرِ پیر

دلِ پاکش که هست[4] از کینه معصوم بهیجا آهن و در بزم چوں موم

گرفته زانجم و اختر کلاهش گرفته مشرق و مغرب سپاهش

فلک را کرده نخش هفت جا جرح جهت را داده میدانش دوشش طرح[5]

درش[6] پیدا و درباں ناپدید ست درش بی قفل و قفلش بے کلید ست

---

[1] ح - بخورد آب زلال از چشمهٔ خویش [2] ق - گرویده [3] شبگیر از لغات متضاده بمعنی شب و سحرگاه و درینجا بمعنی آخر مرادست [4] ق - گشت [5] دوشش باصطلاح نرد بازاں داؤ - و دوشش طرح دادن مات کردن و مغلوب نمودن [6] ح - درش بے آهن و در بے کلید است -

نهاده سر[1] بسر گنج و درم را   کلیدش داده گنجور کرم[2] را
به بخشش هر کفش معمار عالم   هر انگشتش کلید کار عالم
رضائے حق به تسلیمے خریده   دعائے را با قبلیے خریده
ره دین بس که زو بیخار مانده   سلاح غازیان بیکار مانده
زبانش[3] کز گزند آزاد زاده   فلک را توبه ز بیداد داده
ز خون خود ز عهدش تیغ[4] خونریز   دهان بسته چو بیماران به پرهیز
چو عدلش ذره ذره فاش گشته   دهان فتنه[5] پر خشخاش[6] گشته
ز عدلش جان مظلومان سحرگاه   فرامش کرده تیر اندازی آه
ترازو نیست انصافش جهانگیر   که هم سنگست در وی چاکر و میر
زمین را دور او بس کز بداد رفت   همه جا دزد مرد و پاسبان خفت
جهان را خلعت[7] امن آن چنان داد   که تیغ از ننگ عریانی شد آزاد
همیشه حشمتش در چاره سازی   بظالم[8] سوزی و عاجزنوازی
سیاست را چو در دل راه کرده   تحمل را شفاعت خواه کرده
برآرد آفتاب از خاکیان دود   لوایش گر نه بخشد ظل ممدود
فروغ لعل خورشید از نگینش   طلوع صبح اقبال از جبینش

ن۱ ح. سوبسو   ن۲ ق. قلم   ن۳ ح. زبا دراز گزند   ن۴ ق. تیغ   ن۵ ح. فتنه را. جایش
ن۶ یعنی دهان فتنه خاموش شد زیرا که از خشخاش ساکن نمودن ست   ن۷ ق. خلقش آینه   ن۸ ح. بقادر

ز بهر سجده پیشش گاه و بیگاه کلاه[1] افگنده هم خورشید و هم ماه

مه و خورشید مغرورند ازان نام که نور رویش افتد صبح تا شام

بخاک پای او چرخ آرزو سنج چو درویش حریص از فکر گنج

بدرگاهش[2] بصف پیل زوران سلیمانان کمر بسته چو موران

شده کج بر درش کیخسرو و جم چو ابرو خم نگشته ابرویش خم[3]

چو هنگام لب ساغر مزیدن (ق) نسیم خُلقش آید در وزیدن

بصحرا[4] نیشکر بی بند گردد نبات[5] ز هر شاخ قند گردد

چو در می خوردنش مستی حرام ست حلالش باد هر می کش بکام ست

جهان با نیست آن نی می پرستی که پاس عالمی دارد بمستی

بشادی چون بخسپدش جهانی که دارد همچو سلطان پاسبانی

رعیت از امن از خواب کم نیست چو بیدار ست بخت شاه غم نیست

بلا و فتنه با هم[6] خواب دارند قضای عهد [illegible] گزارند

چو غافل خسپد از پاس شبان میش بخوابی هم نبیند گرگ در پیش

نه بیدار تنهائی[7] ست بخت که [illegible] هم رایست[8] هم بخت

دلش چون تخت حکمت [illegible] فلاطون [illegible] گوش ماند

---

[1] سرنگون [2] ق بزرگانش [3] ق هم [4] ح بصحرا نیشکر [5] ب [illegible] بهست

[6] ح هم کیں [7] ح [8] ق

زموجِ خاطرش در قعرِ طوفاں — فرو رفتہ جہانِ فیلسوفاں

تو جرأت بیں کہ من زیں رشتۂ دُر — زنم دم پیشِ دریائے چنیں پُر

ولیک ایں دُر ہم از دریائے شاہیست — کہ لطفش آب و خسرو گوشِ ماہیست

چو بارانِ کرم دادِ صدف داد — قضا زاں نطفۂ پاک ایں خلف زاد

کنوں ایں زادہ[1] گوہر تمام ست — مرا فرزند و سلطاں را غلام ست

چو یابی پیشِ آں سلطانِ[2] کونین — محلِّ خاکبوس اے قرۃ العین

درآں دم کاسماں سویت کند گوش — مکن اندر زماں[3] ما را فراموش

چو دولتمند گردی در ہمہ چیز — درآں دولت مرا یاد آوری نیز

دریں دولت زیزداں[4] یاریت باد — زلطفِ شاہ برخورداریت باد

خدایا تا مدارست آسماں را — مکن زیں بادشا خالی جہاں را

فلک چوں خاتمش زیرِ نگیں باد — کلیدِ عالمش در آستیں باد

در خطابِ زمیں بوس

زہے در ملکِ دیں فیروزیِ تو — جہاں را طالعِ بہروزیِ تو

توئی آوازۂ آفاق سنجت — بہفتم چرخ نوبت کردہ پنجت

دلے کاں شاہاں دستکم داد — نشستہ منتظر کش[5] کے کنی یاد

---

[1] ح۔ کز [2] ق۔ محراب [3] ح۔ زمیں [4] ق۔ ز دولت [5] ح۔ کس

چنین دولت بصد جان عاشق تست | که نگذارد عنانت یک زمان سست
نگویم کت ز بخت است ارجمندی | که خود بخت از تو دارد سربلندی
نگویم زیر حکمت شام تا روم | که گوئی دل بدستت مهرهٔ موم
کلید[1] تیغت از فتح عدو بند | گشاده عرصهٔ دوران و دربند[2]
سنانت کوه را سوراخ کرده | خدنگت موئے را صد شاخ کرده
ترا هرچند بهر عشرت و نوش | عروس ملک باشد اندر آغوش
ولے بکرم اگر ز روئے زیبا ق | ولے در سینه نگذارد شکیبا
تماشا کن که گر از زر بچیزی | سریر شاه را باشد کنیزی
ز احسان خودش بخش ارجمندی | هم او را هم مرا ده سربلندی
که تا چون جلوهٔ درگاه یابد | بشادروان عزت راه یابد
گرش بخت است گردد گرد[3] درگاه | وگرنه خاک روبد بر گذرگاه
ز بخت[4] چون تو دوری گرچه سخت است | درین در خاک رفتن نیز بخت است
قبولے بخشدش گیتی خداوند | که یابد با دل پاک تو پیوند
که تا زان یک پذیرفتاری خاص | شود بر فرق هر داننده رقاص
فلک را ماجرائے کار گردد | زمینش[5] را مخزن اسرار گردد

---

1 ق - کلید فتحت از تیغ گره بند   2 حصار دروازه   3 ح - خاک   4 ح - تخت
5 ح - بر روے جهان محو گردد -

بزرگان خازنِ کانهاش خوانند | حکیمان عیسیٔ جانهاش خوانند

شهان شانند بر چشمِ سیاهش | سران سازند تعویذِ کلاهش

سخندانے که دارد ذوقِ جانی | همش جان خواند و هم زندگانی

چو زین گونه در آمیزد بجانها | چو جان پاینده ماند بر زبانها

سخن باید که در جان جائے گیرد | که چون پیوند جان یابد نمیرد

سخن هائے بسے گوینده زان مرد | که نتوانست پی در ملکِ جان برد

حدیثے کو نه وردِ هر زبانست | نشاید زنده خواندن گرچه جانست

سخن چون کس نخواند مرده خوانش | وگر هست[1] آبِ حیوان در دهانش

تنِ مردم که یک جانش درونست | قیاسِ زندگیش از حد برونست

سخن گر صد[2] جان باشد ز حد بیش | حیاتش تا چه حد باشد بیندیش

من از لافے زنم در نامهٔ خویش | شناسم دست[3] بافِ جامهٔ خویش

کزان هر نامهٔ کو جان زند کوس | ندارم هیچ پروا من جز افسوس

چهل سال اندرین بستان زدم گام | نخوردم میوهٔ کش خوش[4] کند کام

برین فرزندِ دل بستن نه راهست | که این چل ساله طفلِ هشت ماهست

رها کن تا شود آن زاده پا خیز | که نا بالغ بود بعد از چهل نیز

ن۱ ر ح - که هست آب حیات آب دهانش ن۲ ح - کش ن۳ ح - دست پخت خامه

ن۴ ح - بهفت

ولی خام ار چه او پیر است هم رفت | همان ناپخته باشد گر بشکم رفت
همه عمر ار چه دُر نظم سفتم | چو رفت از گوشها گوئی نگفتم
دریغا آنچه کردم زین ورق یاد | قلم بر آب راندم تیشه بر باد
زآسیبی شود تصنیف پاک | چو نقش هندسی بر تختهٔ خاک
دگر لایق نمی باشد به تعظیم | زبالی بگذرد از حکم تقویم
چو محکم سکه باشد بفرهنگ | بماند جاودان چون نقش در سنگ
من از خود در افکنم زین سکه نامی | بخسرو کے رسد ملک نظامی
چو اوّل تیز بود الماس گفتم | گهر بگذاشتم خر مهره سفتم
کنون کز مهره کردم لعل را فرق | زسفتن باز ماند این طبع چون برق
بلی دل گر سخن بخشد ستم نیست | گهی دریا دهد گه قطره هم نیست
چو در دریا رود جوینده دُر | گهی مشتش تهی باشد گهی پُر
بد ار سفتن چو دستم نیست گستاخ | ضرورت می کنم خر مهره سوراخ
گر این مهره است در قیمت | نه ترسم چون پذیرنده کریمست
گرفتم سر بسر خود عیب ناکست | چو تو پوشیده عیبی چه باکست
اگر کالا بصد عیب است خود | هنر بیند خرد دست و جان بر
متاع کاسد جاودان یافت | خریدارش به از تو کی توان یافت

---

۱ ن ح - اینجه ۲ ن ح - خم ۳ ن ... ن - کاری بی سود کردن ۴ ن ح - بد ۵ ن ح - نشه ختم

باميدے كه ديدم در خورِ تو | بضاعت باز كردم بر درِ تو
زتو بهتر نمى يابم خريدار | تو دانى خواه بستان خواه بگذار
الا تا روز را با شب دورنگيست | زمانه گاه رومى گاه زنگيست
بروم و زنگ بادت پادشاهى | بفرمانت سپيدى و سياهى
مظفر بادت از دولت نشانه | مبادا يك زمان بے تو زمانه
سپهرت رام در عالم كشائى | خدايت يار در كشور خدائى
دلت بر آرزو ها كامران باد | هر انچت آرزو باشد همان باد

گفتار در پژوهشِ اين داستان

شبے كاقبال را طالع قوى بود | ق | سعادت كارساز خسروى بود
درآمد خازن دولت به پيشم | قوى كرد از بشارت هاى خويشم
بخواهش گفت كاى نظمِ تو مويت | گرفته گوش جان آورده سويت
مرا بپذير و خاصِ بندگى كن | بفرّخ روز من فرخندگى كن
ازين پيشت كه يار نزد بود دم از دور | چو خورشيدے كه بر خاك افگند نور
نگر گر يارىِ من زقاف تا قاف | چه گنج افشاندى از فكرت در اطراف
كنون كز بندگى مى بوئت پائے | دو عالم بنده گشتت حكم فرمائے

ك اے نشا ، مز ۔ | ق ق ۔ دولت | ن ن ۔ من

گرفتی این جهان را از معانی گر آن عالم بگیری هم توانی
ز تو بر دُرفشانی دل[1] نهادن ز من بند از دلِ دریا گشادن
ز تو طالع شدن نیک اختری را ز من بردن بشارت مشتری را
ز تو خوش خوش نشید[2] آغاز کردن ز من گوشِ عطارد باز کردن
ز تو کردن[3] گشاده طبع را جیب ز من دادن بتو نو بادهٔ غیب
ز تو بر مفلسان بخشنده بودن ز من بر گنجِ عالم ره نمودن
مبند از بیم تنگی محکم انگشت که داری کیمیائے غیب در مشت
دهانے دادت این گردنده دولاب چرا داری دریغ از تشنگان آب
درین چشمه محیطے[4] یک دم آید سبوئی نیست کز خوردن کم آید
ز کاویدن چو چشمه ریش گردد زلالش هر زمانے بیش گردد
برون ریز آب چه ار خود بود شور که چه چون چشمها بندد شود کور
عروسے را برون آر از عماری که خورشید آیدش در پرده داری
همش دیبا بپوشد هم آکسون[5] گه افسانه سراید گاه افسون
نهفت از چشم نیکانش نظر خواه که چشم بد نیابد سوی او راه
جوان ماند بعمر جاودانی بعیش و عشرت و در کامرانی

---

[1] ن ق ـ یـ [2] ن شعر خوانی و سرود [3] ن ق ـ گردون [4] ن ق ـ که فیض دم ده
[5] بجز برکات شهنشه صد [illegible] چه [illegible] که بسیار [illegible]

من این پیغام کز دولت شنیدم — چو دولت سر بگردوں بر کشیدم

فگندم مرغِ همت را به پرواز — دلِ گم گشته را در دادم آواز

درِ دُرجِ جواهر باز کردم — ز دل بر لب نثار انداز کردم

اُمید از همتم بارے شگرفست — که بازوئے مرا کارے شگرفست

گر آید گوهرے در خوردِ گوشے — ستد از دامنِ گوهر فروشے

دگر نبود چناں شایسته چیزے — هم ارزد نزدِ دانا کم پشیزے

خردمند ار نخواند از ملالش — چو فالی بیند از معنی خیالش

بود آخر چو من نیز ابلهے چند — که هم زافسانه گردند خرسند

نداند چوں کسے افسونِ جانی — بافسانه گذارد زندگانی

شتر کو سوئے نخلستاں زند گام — اگر خارے خورد هم خوش کند کام

نه در عالم همه خوش اعتبارست — که زشتی نیز چوں خوبی بکارست

حکایتِ کلاه دوز

کله دوزے ز شغلِ خویش روزے — همی زد خنده بر کفش دوزے

بعذرش کفشگر گفت [illegible] راز — بتقویمِ کهن چندیں مکن ناز

بپاسخ من توانم عذرِ تو خواست — که پا افراز مرداں کرده ام راست

ح - بادے   ن آ ت - کلاه دوزی مراد از زی چه حرف است

گرفتم از تو خلقی شد کله پوش — نشاید پای خود کردن فراموش

کلاهت نزد من نرزد پشیزی — که محتاجت نیم در هیچ چیزی

تو محتاجِ منی از روی تمیز — وگر پرسی کله دارانِ تو نیز

سری را بی کله آزار نبود — برنجد پا اگر افزار نبود

مهین را گرچه قیمت بیش باشد — برختِ سهل حاجت بیش باشد

اگرچه قیمتِ ترکان بود بیش — برد هندو هم آخر قیمتِ خویش

سخن فی الجمله گر لعل است و گر سنگ — برون خواهم فشاندن زین دلِ تنگ

خردمندی که گفتاری شنیدست — فسونِ جادوی پیشینه دیدست

یقین دانم که چون بیند درین حرف — بخشم قدری کند قدرِ مرا صرف

بخندد کین نه با آن هم عنانست — منش معذور دارم کان چنانست

چو پیچد دو تننده در یکی پود — اگر زنجیر باشد بگسلد زود

بموی بگسلد تا خصم تارم — اگر سختش کند سستیمش[ے] گذارم

برنجند ابلهان از هوشمندان — که سنگ را سنگ تواند خورد و دندان

چه باک از ناوک اندازِ غرض گیر — چو من از جان شدم پرخاشِ آن تیر

بمرغِ سنگ خواران کو زند چنگ — فراخش کرده باشد روزیِ تنگ

بجانم نیش زن ای بی حاصلِ خویش — که پیشِ آن گل افشانم گلِ خویش

ے بکسر اوّل پیش بعد

خرد بیخود شود زین نقش بینی | که زنگی غازه مالد پیش چینی

زند صد قهقهه کبک اندرین باغ | که با طاؤس رقّاصی کند زاغ

بخندیدن درآمد خر بآواز | چو بوقی پیش طنبوری کند ساز

کشد چون کوسه بر ریش آوران ریش[1] | دو موئے را درانداز و به تشویش

در انصاف ست خوبی و تباهی | چو رفت انصاف میگو هرچه خواهی

ولے چون جوش طبعم گرم خیز ست | خرد را در هوس بازار تیز ست

درون صد رخنه شد زین آب خیزم[2] | خلاصم نیست تا بیرون بریزم

چو دیگ از گرمی خود گشت جوشان | کف از کامش برون ریزد خروشان

چو سیلے بر نجنبد در گذرگاه | ز زیر پل کند بالائے پل راه

چو در کهسار دارد چشمه جا تنگ | شگافد سنگ و بیرون آید از سنگ

دلا چون غنچه لب بستن نه کارست | برون ریزار بخاطر خارخارست

مگر خارے بود کو گل برآرد | نشاطے در دل مرغان درآرد

گلے تا نشگفد زین خارخارم | چگونه بلبلاں را چشم دارم

بکار آرم کنون طبع گهر ریز | بکاں کندن کنم پولاد را تیز

عجب نبود گر از کاویدن سنگ | گرامی گوهر سم[3] آید فرا چنگ

ورق درهم پیچم از بسیار گفتن | که در سفتن به از خاشاک رفتن

---

[1] ریش کشد - ریخ کند [2] آب خیز - سیلاب - طغیانی آب [3] ح - یم

نخواهم دل که بیش اندیش باشد / که از بیشی خصومت بیش باشد

چو باز آن شو بکم گوئی فسانه / مگو بسیار چون کنجشکِ[۱] خانه

نظامی چون سخن ناگفته نگذاشت / ز خوبی گوهرے ناسفته نگذاشت

مرا بادِ هوس کز جنبشِ گرم / ربود از پیش بینش برقعهٔ شرم

چو نگذارد که بر خود گیرم آن جوش / صداع اندک دهم بارے هم آگوش

دماغ از گفتِ ناخوش گیرد آزار / دل اندک توان زد چنگ بسیار

ز حلوا لقمه بر گیرد همه کس / ز سرکه در نواله قطرهٔ بس

دران گنجے که بست از گنجه بنیاد / دگرگون کرد گنجورِ دگر یاد

من از وے چیده ام پیرایهٔ چند / درین گنجینه خواهم کردنش بند

که ماند تا قیامت پیکر آرائے / عروسِ عالم از وے فرق تا پائے

خداوندا چو زین فرزندِ چالاک / مبارک روئے گردد مادرِ خاک

چنانش ده فروغِ جاودانه / که باشد مردمِ چشمِ زمانه

نهد از ظلمتِ خاک از روائی / بهر خانه چراغِ روشنائی

درین حرفم گرفتِ خلق پیش ست / گرفتاریم خود ز اندوه بیش ست

در آموزم به تلقین در همه چیز / جوابِ خویش زانِ دیگران نیز

گواهی میدهد دل زان سرایم / که در حضرت قبول ست این دعایم

---

[۱] کنجشکیکه بخانها مانند.

در بیانِ کواکب و افلاک فرماید

گر آگاہی خبر گوی اے خردمند | کہ چوں میگردد ایں گردندہ چند

چہ شکل ست ایں گہی بالا گہے زیر | کہ سیرش[١] زود بینی ماندنش دیر

چہ گونہ است ایں بساطِ ظلمت و نور | کہ گاہی مشک بیز و گاہ کافور

اگر منزل زمیں شد آسماں چیست | دگر عالم ہمیں خاک ست آں چیست

کجا سردار ایں گردندہ دولاب | خیالست اینکہ مے بینیم یا خواب

دریں چرخہ[٢] نظر کردند بسیار | سر رشتہ نشد بر کس پدیدار

ہمہ جستند و گنجینہ نہاں ماند | ہمہ خوردند و دریا ہمچناں ماند

بسے اندیشہ را دادند پرواز | ازیں گنبد بروں نگذاشت آواز

دگر بیہودہ فریادے کند کس | صدائے باشد اندر گنبدی بس

زمینے کے شناسد کاسماں چیست | کسے کاینجاست کے[٣] داند کہ آں کیست

قدم تا بر فلک نتواں نہادن | فلک را چوں تواں مدخل کشادن

دریں اندیشہائے پیچ در پیچ | دروغ افسانہ بینی دگر ہیچ

نہ بینی[٤] راستی زیں کژ حروفاں | کہ بر ناید کلوخ از قعرِ طوفاں

کجا داند فلک را رمز و تقسیم | دو نقشِ ہندسی بر لوحِ تقویم

---

[١] ن ح۔ گشتش [٢] چرخہ۔ آسمان [٣] ن ح۔ کے [٤] ن ح۔ نیابی

نه بینی هنر زان اُستادِ چالاک | که خود خاک افگند بر تختهٔ خاک
درین پرده نشاید نقش بینی | که نابینا نه بیند[۱] نقش چینی
مگر این تیز رو چرخِ[۲] کلال ست | که حاصل زین روش مشتِ سفال ست
ورق چون بشکند عقل از چنین جا | که چرخ آنجا نماید کاسه اینجا
که کرد این کاسه گر زو نیست این ساز | دگر او ساخت چونش بشکند باز
بباید خاک را منزل بریدن | ازینجا بر فلک نتوان پریدن
ملک شو تا ستانی از فلک داد | که این تخته نخواند ست آدمی زاد
تو پنداری که عالم جز همین نیست | زمین و آسمانے بیش ازین نیست
همین گرمی که در گندم نهان ست | زمین و آسمان در وے نهان ست
برآن لنگر که قدرت را کمند ست | چنین لشکر خدا داند که چند ست
چه آگاهی که شب گردانِ این راه | کجا دارند هر شب نوبتی گاه
همان بهٔ کین ورق را در نوردیم | بگردِ فکر بیجا اصل نگردیم
فرو بریم این خورشید سایه | سریرِ عرش را بوسیم[۳] پایه
دلا در دامنِ اسلام زن چنگ | که او دارد کلیدِ هفت اورنگ
برافروزار توانی مشعلِ نور | که شب تیره است و مرکب لنگ و ره دور
گرفتم خود بجدولہائے مرقوم | ق | همه احکامِ انجم گشت معلوم

---

[۱] ق - ندوزد [۲] آله کوزه گران که او را چاک گویند [۳] ق - سائیم

چه سود این جمله چون در عالم پاک — نه انجم راه می داند نه افلاک

گزارش هائی این حرف ورق گیر — چه خواند باز با قانون تقدیر

بتانی کاندرین محراب گاهند — برین در چون من و تو خاک راهند

همان در زن[1] که این خوبان فرخار — فراوان سبحه را گردند زنّار

رواقی کین کهن بنیاد دارد — که داند چند چون ما یاد دارد

فلک بتخانهٔ بس بلندی — نوشته بر سر بتخانه پندی

بعبرت چون در آن بیند خردمند — فرو ریزد ز دیده قطرهٔ چند

تو نیز ای یکشبه مهمان این در — حروفی چند از آن برخوان و بگذر

زمانی یاد کن زین جان دمساز — از آن رفتن که نتوان آمدن باز

اگر بیدار پیئی داری بیندیش — از آن خفتن که نتوان خاستن بیش

بخواب اند ابلهان منکر هوش — بخفتن باز باشد چشم خرگوش

چو دهقان سر ز خفتن بر نیارد — همه خرمن بگنجشکان سپارد

جهان راهیست ذی بن[2] بر سر راه — نشاید مست خفتن بر سر چاه

یکی افسانهائی خفتگان گفت — چو وا بینی فسانه گوی هم خفت

سخن باقی و شب در گفت و گو رفت — سفیده بردمید شمع فرو رفت

نشاط زندگانی شد بپایان — جنیبت پیش راندند آشنایان

---

۱ فرض کن ۲ ن ج - پل

کجایند آں جوانمردانِ چالاک — کہ پیش از ما فرو رفتند در خاک

ازاں منزل نیاید کاروانے — کزاں گم گشتگاں گوید نشانے

چہ نازک بر دمید ایں لالہ در باغ — مگر کز خوبرویاں[1] دارد ایں داغ

ازاں خوش ہست ایں گلہای خودروے — کہ از خونِ جوانان دارد ایں بوے

بنال اے بلبلِ مہجور ماندہ — بیادِ دوستانِ دور ماندہ

دریں دوراں کہ سر تا سر خمار است — کسی کو مست باشد ہوشیار است

نہ آں مستی کہ چوں از سر زند جوش — ازاں خر در خروش آید بیک نوش

ازاں مستی کہ چوں نو کرد بنیاد — سروشِ غیب گردد آدمی زاد

پس از جامے کہ یک قطرہ بہ ہشیار — نہ بخشد تا نہ گرداند نگوں سار

برافروز از شرابِ شوق سینہ — کہ ہست آں آفتاب ایں آبگینہ

مباش افسردہ چوں کرمِ شب افروز — کہ آتش پارہ بینند بے سوز

جز از پروانہ ناید عاشقی خوش — کہ پاکوباں رود بالائے آتش

خدایا ہر کرا اوسیت زیں باغ — زیادت کن دلش را آتشِ داغ

دعائے عاشقانہ و فضایلِ عشق و اہلِ عشق

جہاں بے عشق سامانے ندارد — فلک بے میل دورانے ندارد

---

۱ ۔ نازنیناں

نه مردم شد کسے کز عشق پاک ست — که مردم عشق و باقی آب و خاک ست

چراغ جمله عالم عقل و دین ست — تو عاشق شو که به زین جمله این ست

ولت بر گربه[1] گر مهربان ست — نشانِ صحتِ ایماں همان ست

دگر گربه[2] و گر شیرِ نبرد ست — برو پیشِ سگ اندازش که مرد ست

نداری گر ز عشق گربه سوز — وفا داری ز سگ بارے بیاموز

اگر چه عاشقی و خود پرستی ست — همه مستی شمر چوں ترک هستی ست

بعشق ار بت پرستی دینِ پاک ست — و گر طاعت کنی بے عشق خاک ست

نئی کم زاں زنِ هندو دریں کوے — که خود را زنده سوزد از پئے شوے

بسا گبرے که پیشِ بت به تسلیم — بزیر اره شد خوش خوش بدو نیم

تو کز عشقِ حقیقی لاف ایدوست — خراشِ سوزنے بنمائے در پوست

تو کز بانگِ سگے از دیں شوی فرد — نداری شرم ازیں ایمانِ بیدرد

چو قمری را دہی بے جفت پرواز — ز بستاں در قفس رغبت کند باز

کبوتر در ہوائے یار چالاک — فرو افتد ز ابرِ تیره بر خاک

ترا گر پائے در سنگے در آید — چو بیدردی ز دردت جاں بر آید

فدائے عشق شو گر خود مجاز ست — که دولت را دراں پوشیده راز ست

حقیقت[3] در مجاز اینک پدید ست — که فتحِ آں خزانه زیں کلید ست

---

[1] ح۔ گربه [2] ح۔ ولت را گر به بر دگر به بر دست [3] تلمیح بقول مشهور المجاز قنطرة الحقیقة ۵

حکایتِ سُلطانِ محمود و ایاز

شنیدستم که محمودِ جوان بخت | چو وقت آمد که در صحرا[۱] نهد رخت
دران تلخی که شربت نوش میکرد | نویدِ آں جهانی گوش میکرد
یکے گفتش ز مقبولانِ درگاه | که گر هست آرزوئے در دلِ شاه
بگو تا دل کنیمت زار زو پاک | نشاید بُرد حسرت در دلِ خاک
بگریه گفت مردِ خانه پرداز | که اے مهمانِ یکدم را نواساز[۲]
چو پرسیدی که در جانِ حزین[۳] چیست | بگویم کارزوئے واپسیں چیست
نظر تا می تواند بود بازم | بگردانید رُخ سوئے ایازم
که یکدم در رخش بینم نهانی | برم با خود نصیبِ آں جهانی
طلب کردند یارِ نازنیں پیش | که تا ماتم کند بر کشتهٔ خویش
ایاز آمد کرشمه ساز کرده | جهانے نیم کشتِ ناز کرده
چو عاشق کامِ دل را دید حالی | بیک نظّاره قالب کرد خالی
اگرچه عشق خود آشوبِ جانست | سعادت نامهٔ هر دو جهانست
دریں کوئے ار دری بتواں کشادن | نگویم پائے[۴] سر باید نهادن

---

۱ اے سفر عالم آخرت کند ۲ شادکننده ۳ ح - غمین
۴ اے بجائے پا سر باید نهاد

ازیں دردا رچہ زیر افتد سرِ مرد | فدا بادا سرِ من بہرِ ایں درد
چو سر در دم دہد زیں بادہ ساقی | بہائے دردِ سر شکرانہ باقی
خدایا باز کن راہم بکوئے | کزاں گلزار بتواں یافت بوئے
ازاں مے جرعۂ درکام ریزم | کہ تا روزِ قیامت مست خیزم

در نصیحتِ فرزند

الا اے مردمِ چشمِ گرامی | کہ چوں سعدِ فلک مسعود نامی
چہ[1] نامے کز درِ امید داری | سعادت نامۂ جاوید داری
امیدم ہست کز جولانِ مقصود | ز مسعودی بمحمودی رسی زود
چو آید پایۂ عمرت بدہ سال | ز تو دہ گونہ فرخ شدم حال
چو زیں بالا[2] شوی ہم چشم دارم | کہ بالاتر شود ہر روز کارم
ہماں شب یافت فرقم تاجِ شاہی | کہ لولوئے تو رست از گوشِ ماہی
کنوں کت دہ دہی شد سکۂ پاک | زنم نہ گانہ بر نہ[3] بامِ افلاک
چراغے چوں تو اندر دودمانم | چرا روشن نباشد چشمِ جانم
چو از روئے تو شد چشمم پر انور | ز رویت باد یارب چشمِ بد دور
اگر بپذیری اے فرزانہ فرزند | پدر وارت بگویم نکتۂ چند

---

[1] ح۔ زنامے [2] پایہ [3] اے ہر چہار طبع و پنج حواس را بر نہ افلاک رسانم

کنونت لوحِ دل پوشیده حرفست　　خرد خُرد دست و نادانی شگرفست

کنم هرچندت آگه زین معانی　　ندانی[1] قدرِ این را تا ندانی

چو شهد از سرکه بشناسی سرانجام　　شناسی قدرِ این لوزینهٔ خام

خدا آنروز هم روزی کنادت　　که پندِ من دل افروزی کنادت

کسے را گو دریں گیتی خردمند　　که دل بر نکته دارد گوش بر پند

دل و گوشے که بے تمیز باشد　　ستوران و خراں را نیز باشد

چو در گوشے گراں گوید کسے راز　　کند گر دیگراں را نیز آواز

نخستیں پندم آں شد گر نیوشی　　که جز در طاعتِ یزداں نکوشی

ہمیشہ ز اعتقادِ پاک پیوند　　خدا را بنده باشی نفس را بند

دراں کوش از نیازِ سینه پرور　　که دامن پاک داری آستیں تر

مکن یارانِ ناپرہیز پیشه　　در پرہیزگاری زن ہمیشه

بصفِ نیک مرداں[2] شو کماں گیر　　ز بدناماں گریزاں باش چوں تیر

بنعم دار ہمچوں مومناں گوش　　مکن چوں کافراں نعمت فراموش

در آب و گل مکار آں دانهٔ خام　　که بار آرد پشیمانی سرانجام

چو در مغز او فتد جوشِ جوانی　　عنانِ دل[3] بگرداں تا توانی

چو شیراں در شکار انداز مستی　　چو خوک و سگ مکن شهوت پرستی

۱ح ۔ بدانی قدر آنرا گر بدانی　　۲ نیکناماں　　۳ گرد آور دل را

چو پیران پختگی کن گاهِ خامی — که نیک است از جوانان نیک‌نامی

درت پیری کند روزی خداوند — خدائی شو چو پیرانِ خردمند

بطاعت کوش چون روشن‌ضمیران — مکن کاری که نه پسندند پیران

چو آن دیوانه باشد از همه روی — ز دیوانه بتر پیرِ جوان‌خوی

کمان را کو رباید چون کمان بود — چو خواهد تیر گردد بشکند زود

اگر خواهی نکو باشی نکو باش — همیشه راستکار و راست‌گو باش

مترس از تهمتی گر راستکار است — که مرد از راستکاری رستگار است

گریزان باش از آن کژ یارِ بدکیش — که باشد راست دیدار و کج اندیش

رقم‌زن را ببین کو خط کشد راست — که چندان نقشِ کج را راستی خاست

مزاجِ کژ رها کن تا توانی — که تا با کج‌مزاجان درنمانی

دو کج را باشد از پیچش بسی پیچ — نیفتد راست را با راست پیچ

دو حلقه گردد از پیچش فراهم — دو سوزن درنیاویزند باهم

بگیتی بایدت خورشیدرویی — چو صبحِ دومین کن راست‌گویی

نخستین صبحِ کاذب بی‌فروغ است — سیه‌روئیش از پاداشِ دروغ است

کسی کورا هوس در جمعِ مال است — نشانِ راستی از وی محال است

بصدق آنکس تواند شاد بودن — که تواند ز حرص آزاد بودن

امل را ره مده پیرامنِ دل — بنه نقدِ رضا در دامنِ دل

گرت خورش[1] و پوشش هست بجای — زیادت را منه بیرون در پای

گرت در خانه نانی باشد از جو — میفت از بهرِ گندم در تگادو[2]

بنانی صبر کردن پادشاهیست — دویدن در پی گنجی گداییست

امل در دل خردمندی[3] نباشد — سری به ز خورسندی نباشد

طمع را در همه جا روی زردست — خوی پیشانی آب روی مردست

چو با کم سازی و افزون نخواهی — علم بر بامِ دولت زن که شاهی

مباش از بهرِ تخت و تاج محتاج — زمین را تخت دان و چرخ را تاج

گرت دندان بهم بندی بپرهیز — بمالِ مردمان دندان مکن تیز

بخش پیش همه بی مزد خوانی — مخواه از خوانِ کس بی مزد نانی

مدا ز جامِ کسان در کام کردن — لَوَندی[4] را حریفی نام کردن

مریز اندر گل آن سیلِ شرابی — که در بنیادِ عقل آرد خرابی

بجامِ مردمان سبلت[5] مکن سست — شرابِ لعل گون[6] خونابه تست

دگر گردِ بزرگی نعمت اندوز — بخدمت[7] دامِ آن نعمت همی دوز

کرم را شکر گوی و زندگی باش — نمک را حق گذار و بندگی باش

---

[1] سامان خورش و پوشش ن[2] ح - دوادو ن[3] خداوندی [4] کوں دہی و نامردی

[5] عاجزی مکن و اظهار فرومایگی مساز ن[6] ح - تو [7] غالباً وام دوختن بمعنی وام تیار کردن باشد
مراد آں کہ آں نعمت را از دام رہا کن

نه کمتر زاں سگے کز مهربانی | بود بر منعم خود پاسبانی

گرت باشد ز سلطانان فتوحی | به بنگاه گدایاں کن صبوحی

درت را قفل[1] بر درویش کن سست | توانگر خود نه محتاج در تست

دهان مفلساں شیریں کن از قند | که بر حلوا کند منعم شکرخند

شکم‌هائے تهی را پر کن از قوت | که مرغ سیر را حنظل بود قوت[2]

صلائے منعماں گفتن بخانه | فریب طوطیاں باشد بدانه

چوناں دادی بباید شکر کردن | که بارے نانت می ارزد بخوردن

بمنت چشم مهماں را مکن ریش | بنه منت ولے بر دیدهٔ خویش

چو سیلاں باش پیشانی کشاده | نه چوں موراں گره بر سینه داده

چو نتواں زفتی[3] را داشت دربند | گره بستن چو موراں بر شکم چند

مشو بارے ترش رو تا توانی | اگر شیرینیِ ندهد[4] توانی

بدهر از دوست روئے نام باشد | که دشمن روئے دشمن کام باشد

چناں هم خویش را مکرم مکن نام | که از سرمایه داری دست[5] و دام

کسے کز وام شیریں شد شمارش | همیشه تلخ باشد روزگارش

نمی گویم که گر ندهی فرج نیست | اگر باشد بده ورنه حرج نیست

---

[1] قفل سست کردن قفل را نمودن [2] غالباً ایں لفظ درینجا بمثناة فوقانی باشد و آں درختیست شیریں ثمر که بارش را هم توت گویند ورنه قافیه درست نه گردد - اسیر [3] ق - رفتی [4] ق - ندهی

نه حاجت پیش در دنیا مجو چیز — وگر ناجسته یابی رد مکن نیز

چو گردد ابر دولت بر تو دربار — فروتن باش همچوں شاخِ گلنار

بهستی به که خدمتگار باشی — که خود در نیستی ناچار باشی

تواضع کن ولیکن با کم از خویش — که با بیش از خودی لابد کنی بیش

چو[1] دنیا باشد ار خواهی سعادت — بخویشاوند پرسی گیر عادت

چه خوش گفت آں برادر با برادر — که کن تعظیمِ خال از بهر مادر

گر از دنیا بسوئے دیں پناهی — نیت خوش[2] دار و میکن هر چه خواهی

نیت را گر ز حق باشد فراغے — گیاهی را بود با داش باغے

بخواهی آخر اندر کارها جوش — توکل را مکن اول فراموش

بهر کارے که باشی تا توانی — خدا را یاد کن باقی تو دانی

آغازِ داستانِ خسرو و شیریں

بتاریخِ عجم دانندهٔ راز — چنیں کرد ایں حکایت را سر آغاز

که چوں خورشیدِ هرمز رفت در خاک — کشید اکلیل[3] خسرو سر بر افلاک

جهاں را خسرو از سر کارِ نو کرد — کرم را در جهاں[4] بازارِ نو کرد

---

[1] غالباً درینجا بجائے چو دنیا بدنیا باشد ورنه معنی صحیح نگردد [2] اگرچه دراصل بفتح اوّل و تشدید یائے تحتانیست مگر فارسیاں بتخفیف استعمال کنند [3] ج۔ افلاک [4] ح۔ بر

به ترتیب جهان بودی شب و روز — گهی لشکرکش و گه مجلس افروز

چو بیداران بپاس ملک و اسباب — ز بیداریش عالم رفته در خواب

سران از تیغ او اندیشه کردند — همه گرگان شبانی پیشه کردند

چنان آراست ملک از دانش و داد — که شهر آسوده گشت و کشور آباد

مقیمان زمین زان مهربانی — همه مشغول عیش و کامرانی

باشک و ناله کس نه نمودی آهنگ — مگر چشم صراحی و رگ چنگ

چو شه را با رعیت دل بود راست — ز خواب خوش نیارد فتنه برخاست

هم از غارت رهد کالای محتاج — هم از تاراج خصم ایمن شود تاج

زمینی کز خزان میسر نباتش — هوای معتدل باشد حیاتش

بظلم شاه خلق از جان شود سیر — بود اشک گوزن از خندهٔ شیر

چراغ از روشنائی ارجمند است — چو در کالا زیان آرد گزند است

گیا را پرورش بخش آفتاب است — چو از گرمی کند خشکش عذاب است

کند آب از لطافت سبزه را مست — چو سیل آید درختان را کند پست

دهد باران بخوشه دانه چون دُر — چو بارد ژاله ریزد خوشه پر

ز انصافی که دور خسروی یافت — بگیتی عهد نوشروان نوی یافت

ولایت ضبط[1] کرد از قاف تا قاف — ستمگاران فرو مردند ز اطراف

---

[1] ضبط سلطنت

نماند اندر جهان صاحب کلاهی — که در پیشش نرفت از دیده راهی

کله دارے که سرکش بود و بیباک — سرش را با کله افگند بر خاک

خسان را پاک رُفت از هر دیارے — بگلزار زمین نگذاشت خارے

بجز چوبین که در ره خار بودش — وزان پائے مراد افگار بودش

نبود از کین دران فرخنده ایّام — کس آهن دل تر از چوبینه بهرام

دلیرے بود چون شیران مستی — چو بهرام فلک در چیره دستی

بعهد هرمز از تیغ و خزاین — مُسلّط گشته بر ملک مداین

از و اورنگ هرمز را نوی بود — که هرمز را سپهداری قوی بود

بگرگان[۱] ظفر کرده آن[۲] دلیرے — گهے شیرے و گاهی شیر گیرے

چو هرمز سوے خاقانش فرستاد — بکوشش ملکِ خاقان داد برباد

رسید اندر مداین باده و گیر[۶] — کشیده پورِ خاقان را بزنجیر

گلو بسته بسے میرِ ولایت — غنیمت های چینی بے نهایت

چو آن فیروزمندی دید از شاه — تغیّر یافت اندر خاطرش[۳] راه

زخجلت کرد طعنِ پیکرانش — نوید پنبه[۴] داد و دوکدانش[۵]

ازین وحشت که در بهرام ره یافت — چو وحشی جست و روی از مردمی تافت

---

۱. نام شهرے وهم جمع گرگ می آید ۲. ح- از میری ۳. ح- حالتش ۴. محاوره خاص است گویا ترا پنبه و دوک مبارک باد ۵. چرخه که بر آن ریسمان ریسند ۶. دار و گیر

برون آمد چشم از زیر روی خویش | حصار خویش کرد از بازوی خویش
زطاعت گه بعصیان دور می بود | گهی پیدا گهی مستور می بود
چو بر هرمز سر آمد بادشاهی | زخسرو تازه گشت آن کینه خواهی

رفتن خسرو از مداین جهت استیلای بهرام

بران شد کاتش دل بر فروزد | وزان بهرام[1] چوبین را بسوزد
بنودش بر عدو فیروزمندی | فراوان داد رایت را بلندی
اگر چه پایهٔ کسری نگهداشت | فراز تخت هرمز خوابگه داشت
نخفت آن اخگر در بسترش بود | مگس در توی پیراهن درش بود
دگر باره بکوشش گشت کین توز | که دشمن چیره میشد روز با روز
مصافی کرد چون فیروزمندان | ولی یاری نکردش بخت چندان
مظفر گشت خصم سر بمهرش | علم بشکست زآسیب سپهرش
روان شد با دلیری چند سرکش | دلش از شعلهٔ چوبین در آتش
مداین را در رو دبیگران داد | پس ادهم را به پریدن[2] عنان داد
همی رفت از طلبگاران نهانی | غبار آلوده چون باد خزانی
بسی روز از کششی در خاک و در سنگ | زنعل رخش می برید فرسنگ

---

[1] نام امیر لشکر هرمز چون که او بغایت لاغر وضعیف بود او را چوبین لقب کردند [2] ن ح - پوئیدن

برفتن همرکاب شاه شاپور | همی کرد از سخن کوته[1] ره دور
زهر[2] در نکته و افسانه و پند | عبارت را بجان میداد پیوند
عجائب‌ها که دید از هر ولایت | همه میکرد[3] پیش شه حکایت
که در چین دیدم از استاد[4] پرکار | که کرده دایره بی دور پرکار
دگر دیدم ز رومی از پیشه ورزان | که از بلور کردند آب[5] لرزان
زنجاری بدیدم نیز[6] در کرخ | که گوئی کرد کر از تیشه چرخ
دگر دیدم در اقصای ختا هم | که ده نقاش سنگ آمد فراهم
زبس دعوی که بی سنگ اوفتادند | بدعوی در میان سنگی نهادند
قرار آن شد که از یک ضربه گرکس | دویم زد باشد از هم پیشگان پس
بنوعی هر یکی یک تیشه زد راست | که از ده زخم کامل پیکری خاست
زسر تا پای او از هیچ روئی | بجز جان در نمی بایست موئی
زچندین نکته‌ها[7] گم گشت لب تر | ندیدم هیچ نقشی زان عجب تر
که در چین بود یارم نقشبندی | کشیده[8] نقش شیرین بر پرندی
چو من جادوگرم در صنعت چین | گرفتم نسخهٔ زان نقش شیرین
نمایم گر خسرو را پاداری | دل اندر دیدنش بر جای داری

---

۱ ا - از لطیفه گوئی راه دور بر خسرو آسان میکرد   ۲ ن ح - زر مزد   ۳ ن ح - یکایک کرد
۴ ن ح - زنگی   ۵ ا - آب موجزن   ۶ ن ح - تیز   ۷ ن ح - گفتهائی   ۸ ن ح - بخشته

ازاں دعوی تعجب کرد پرویز | کہ نقشے کے بود زیناں دل آویز
بگفتش چند لافی از نگارے | وگر از زو بداں بنمائے بارے
بفرمانِ ملک گویندہ در حال | نوردِ فتنہ را بکشا و تمثال
تماشا کرد شاہ آں پیکرِ چست | کہ شیریں جانے از نقشِ قلم رُست
درونِ جانش تا پا کے در افتاد | بہر بندِ دلش چاکے در افتاد
ہمی دید آں خیالِ بوالعجب را | بدنداں می گزید انگشت و لب را
بجہبذ گفت کیں از وے نمونہ است | تعالی اللہ کہ آں صورت چگونہ است
ازیں صورت مرا شد کار دشوار | بگو تا چوں بود تدبیر ایں کار
بپاسخ گفت رنگ آمیز شاپور | کہ اے در سیرت و صورت ہمہ نور
شنیدم کز رہِ فرمانروائی | زنے دارد بارمن پادشاہی
امورش از رقم ہائے مسلسل | بتوقیعِ مہیں بانو مسجل
بتی کیں نسخت از وے در پرند است | نیابت دار او بختِ بلند است
مہیں بانو ندارد بیت برجست | بدو دارد نظر بینائی بخت
برسمِ بندگاں پیشش کمر بند | ہمش بندہ است و ہم فرزانہ فرزند
بدیدہ خدمتش را برگزیدہ است | ہمش خاکِ رہ و ہم نورِ دیدہ است

۱؎ ح ۔ نوک ۔ ۲؎ بضم کاف و فتح بار موحدہ زاہد کو ہ نشیں و بکسر اوّل صراف و گنجور ۔ و دریں جا معنی آخر مراد است ۔ ۳؎ ح ۔ آں

خلافش در دلِ بانو نیاید اگر بندد جهان را در گشاید

کله داریست چون شاهان سرافراز نه بر رسمِ عروسان مقنع انداز

بشکل آهو بدل شیرِ دلیرست نگیرند آهوش زیرا که شیرست

سوار چیره کز رخشِ سبک خیز فرو آید در آید در تگاپ تیز

خود آموز دهن ناوک زنان را ریاضت خود نماید توسنان را

بناوک موئے را صد شاخ کرده به نیزه کوه را سوراخ کرده

بتاریکی زند از تیرِ قتّال مگس را با سیلق[1] از پشّه قیفال[2]

برش کز لطف چون دُرِّ یتیم ست درونش آهن و بیرونش سیم ست

کشیده چون بچوگاں آرزویش شکسته دیده گردون زگویش

چو گویش خاکبوسی ساز دارد بچوگانش از تواضع باز دارد

زهر حرفت که مرداں راست در خور همه هست و نکو رویش برسر

جمالش خود صفت کردن نه راه است که این صورت بدین معنی گواه است

نه تنها آفتاب از حسن و تاب ست که در ضبطِ جهاں نیز آفتاب ست

براقِ دولتش کز کیں پے افشرد سراں را در زمیں یکسر فشرد برد

بعهدش هر که در سر کرد بادے سرِ او بر پرد بے ایستادے[3]

سراں در راه او خاکے بمالند که چون خاشاکِ شارع پایمالند

---

[1] نام رگے که از دل وجگر تعلق دارد [2] نام رگے که بسر ورو و گلو تعلق دارد [3] روک

نماندستش بگلشن هیچ خارے | که در دامانش آویزد بکارے

همه هموار گشته عرصهٔ بخت | چو کشتِ پر کلوخ از مالشِ سخت

چو نیزه سخت باشد داوران را | تهوّر بشکند زورآوران را

اگر سوهان نه دندان دار گردد | درشتیها کجا هموار گردد

درون چون بسته باشد آسیا سنگ | به پیکان چون کند با آسیا جنگ

سپه کش با خس و خارِ جفا جوئے | چو آتش روئے باشد از همه روئے

ملک چون پشت داد اهلِ وغا را | ز پشت کارد حک نتوان خطا را

اگر خاک از هوا آبے نه بیند | غبارِ هر زمینے کے نشیند

چنانست ایمن آن ملک از چنان شاه | که کس خارے نه بیند رسته از راه

ز شب تا روزگارِ آن جهانگیر | نشاط و مجلس ست و گشت و نخچیر

سرش هشیار و لعلش در شراب ست | دلش بیدار و چشمش مستِ خواب ست

خود اندر خواب تا زو عهدهٔ تخت | حوالت کرده بر بیداریِ بخت

به بسته با چنین عشرت پرستی | درِ شهوت به بیداری و مستی

از آهن کرده گنجِ خویش مسمار | کلیدِ کس نیاید بر درش بار

اگر چه از خوبروئی هست جفت | حدیثِ جفت نتوان پیش او گفت

چنان نخلے که گر بتوانش بر خورد | نباشد جز بباغِ شاه در خورد

جهان خسرو که مثلش در جهان نیست | حدیثش در همه عالم نهان نیست

چو خورشید ار بداں سو تابد از دور	مه نورا کمالے بخشد از نور
سلیماں چوں به بلقیس افگند[۱] شست	چه زیبا باشد ایں خاتم براں دست

رسیدنِ خسرو و شیرین در شکارگاه و نظارهٔ باهمدگر

چو صورتگر نمود آں صورت حال	بدام افتاد مرغِ فارغ البال
ملک را درگرفت[۲] آں حالِ شیریں	که شیریں آمدش تمثالِ شیریں
سوے ارمن شتاباں شد سبک خیز	چو عنصر کو سوے مرکز[۳] دواں[۴] تیز
چو سایه در سوادِ ارمن انداخت	بهر روزے مهے در خرمن[۵] انداخت
بصحرا و دشت شیریں گشت نخچیر	گهے از غمزه آهو زد گه از تیر
زتیرش کز روش در خوردزه بود	پلنگاں را به پیشانی گره بود
قضارا از اتفاق بخت قابل[۶]	مه و خورشید شد باهم مقابل
بگرمی بسکه دلها مایل افتاد	نظر شد گرم و آتش در دل افتاد
برابر چشم بر چشم ایستادند	نظر دزدیده روبرو[۷] نهادند
شدند از تیرِ یکدیگر نشانه	که بود آماج داری درمیانه
بسے کردند تدبیرِ سخن ساز	ز حیرت هر دو را برنامد آواز

---

۱ بقبضه آرد ۲ اثر کرد ۳ ن ح - مرکب ۴ ن ق - شود ۵ دریجا خرمن بمعنی هاله
۶ هست ۷ همایوں ۸ ن ح - رو در رو

نگه می‌کرد شه از گوشهٔ چشم   دلش بر[1] می نگشت از توشهٔ چشم

بسے میخواست دل بر جائے دارد   بطوفاں بر زمیں چوں پائے دارد

اگر دل[2] راعناں میداد جانش   کرشمه‌ها[3] باز پس می زد عنانش

چو نتوانست از و دل را جدا کرد   جنیبت راند و دل بر جا رها کرد

ز بے صبری جفا میدید و می رفت   ز حیرت در قفا میدید و می رفت

رونده سرکش و جوینده بے حال   کبوتر می‌شد و شاهیں بدنبال

چنیں باشد گزر بر مرغ زارے   سمند خسرو از زیر چنارے

اشارت کرد خوباں را که پویند   غریباں[4] را خبرها باز جویند

دویدا آزادسرے شد خبر جوی   ازاں بیگانگانِ آشنا روی

ملک فرمود تا شاپور[5] فرخ   بگوید در خور پرسنده پاسخ

جوابش داد شاپور از سر هوش   که بود از مادرِ خورد هر گوش

اگر خود پرسد از ما بانوے دهر   بگوئیم آنچه داریم از جهاں بهر

پرستار آنچه بشنید آمد و گفت   سهی سرو از خوشی چوں لاله بشگفت

بخدمت خواند شاپورِ گزیں را   نشاند و از جبیں بکشاد چیں را

بدو گفت اے دلم مایل بسویت   ق   نمودار خرد پیدا بروئیت[6]

کجا و کیستند ایں ره نوردان   چساں[7] دارد همی زینگونه گردان

---

[1] ن ح۔ بر [2] ن ق۔ گرفته [3] ن ق۔ اگرچه دل [4] که همراهیان خسرو [5] ن ح۔ شاوَر [6] ن ق۔ زردیت [7] ن ق چنان

تواضع کرد شاپورِ خردمند — دعا را با تواضع داد پیوند

که ای نورِ سعادت در جبینت — سعودِ[1][2] چرخ بادا همنشینت

خدا اندر سرافرازی و شاهی — بقا زان بیش بخشادت که خواهی

حدیثی را که پرسیدی درازست — صداعِ رایگان[3] دادن نه سازست

ولی چون ناگزیرست از نمودن — بگویم آن قدر کارزد شنودن

دران فوج آن سواری کارجمندست — فرس گلگونِ آن سروِ بلندست

مگر تا سهل نه شماری شمارش — که نیکو می‌شناسد روزگارش

باورنگِ عجم پوشیده مهرست — که شمعِ آفتابِ آن سپهرست

سعادت بین که داد[4] آن سلطنت روی — که آمد نور آن دولت بدین سوی

بزرگان دولتش را نیز دانند — خطابش خسروِ پرویز خوانند

چو شیرین نامِ خسرو کرد درگوش — نماند از ناشکیبی در سرش هوش

که بود از ره روان بشنیده نو نو — ز حد بیرون حکایتهای خسرو

گرفته در نهان با خویشتن راست — که او را خواهد ار ممکن بود خواست

نثارِ شاه را ره رفته میداشت — که مروارید خود ناسفته میداشت

بکارِ خویشتن هنجارے جست — تمنا را کلیدِ کارے جست

موافق شد چو با اندیشه تقدیر — دران اندیشه حاجت نیست تدبیر

---

[1] ح - قعود [2] ستارگان سعد چو زهره و... وغیره [3] ح - نازکان [4] ق - که دارد جا کرائے

چو وقت آید که اقبال اندر آید / باستقبال حاجتها برآید

چو خواهد کشته[۱] را از خوشه پُربار / همه در وقت بارد ابرِ دُربار

نباید در پیِ دولت زدن گام / که خود ناخوانده پیش آید سرانجام

ز بختے کامدش ناخوانده در پیش / مبارک دید شیریں طالعِ خویش

خراماں رفت با جانِ پر اُمید / زمیں را سایه شد در پیشِ خورشید

بصد تعظیم خاکِ راه بوسید / فراتر شد رکابِ شاه بوسید

شه از شیریں چو دید آں تازه روئی / شدش تازه ز سر دیوانه خوئی

سرش میداد دستوری خرد را / بصد حیله فراہم داشت خود را

فرود آمد ز پشتِ اسپ چوں باد / چو سبزه بوسه زد بر پائے شمشاد

چو سر برکرد در نظّارهٔ نور / بنامیزد چه بیند چشمِ بد دُور

جہانے دید از عشق آفریده / جہانے پردهٔ عاشق دریده

ازیں سو ایں ز دیدن گشت مدہوش / وزانسو آں[۲] ز گفتن گشت خاموش

دو عاشق روئے در روئے مستِ دیدار / نظر بر کار مانده عقل بیکار

چو شیریں یاد کرد از خود زمانے / ق کشید از راهِ شیرینی زبانے

که یا رب ایں چه دولت بود ما را / که ابرے چوں تو مہماں شد گیا را

مگس جلّابِ شیریں را بود قید / چه شیرینم که عنقا کرده ام صید

۱- ق. کِشته   ۲- ح - او ز حسرت ماند

بقطره کے رسد دریائے پرشور   سلیماں کے خزد در خانهٔ مور

کجا در ذرّه گنجد مهرِ روشن   که از تابے برقص آید ز روزن

چو آمد آفتاب از بیتِ معمور   سزد گر کلبهٔ ما را دهد نور

سخن را کرد خسرو باز بستے   کز آسیبِ فلک دارم شکستے

هر آں مردم که او را مردمی خوست   نخواهد بارِ خود بر گردنِ دوست

مرا خود هست بر دل بیکراں بار   شما را هم چه گردانم گرانبار

مرا کاریست اینجا بوم بر بوم   همائے خویش خواهم راند تا روم

چو زانجا باز گردم شاد و خنداں   شوم مهمانِ لطفِ ارجمنداں

بزاری گفت شیریں کای دغاباز   چو دل بردی ز من چندیں مکن ناز

اگر خورشید بر پایم زند بوس   ز پشتِ پائے خویشم آید[1] افسوس

چو خود می بوسم اکنوں پشتِ پایت   تو پشتِ پا زنی شاید ز رایت

ملک از رخصتِ آں لعل چوں قند   زد اندر پائے شیریں بوسهٔ چند

پس آنگه گفت با صد گونه زاری   ق   که اے در دل نشانده تیرِ کاری

من از عطفِ عنانِ مطلقِ خویش   ترا می آزمودم[2] در حقِ خویش

وگرنه من کجا آں پائے دارم   که از کویت برفتن رائے آرم

بود زنجیر اسیراں را گلوگیر   مرا در گردنِ جانست زنجیر

ن[1] ح- خیزد- افتوس   ن[2] ح- ازمایم

چو در شستِ خود دم بستی[1] چو ماهی — کشان می بر بهر جانب که خواهی

نوائے نو در آغازِ جوانی — بهم چون آتش و باد دند دانی

چو رازِ عاشقان زینگونه شد فاش — عنایت گفت حیرت را که خوش باش

شکرلب گفت با خسرو که هان خیز — چو دولت سایهٔ بر فرقِ ما ریز

برآمد بر صبا آزاد سروے — چو بازِ جرّه[2] بر پشتِ تذروے

روان گشتند در ایوانِ شیرین — که تا خسرو شود مهمانِ شیرین

فرستاد آگهی شیرین سوے تخت — که سوئے دولت آمد میهمان بخت

مهین بانو ازان دولت خبر یافت — که مه در منزلِ پروین گذر یافت

باستقبال پیش آمد چو شاهان — بجاے آورد شرطِ نیک خواهان

طریقِ خدمت از غایت برون برد — نثار افشان بایوانش درون برد

بزرگانرا فرود آورد هر جائے — ملک را بر سریرِ دولت آرائے

برسمِ خسروان مجلس بیاراست — خردمندان نشستند از چپ و راست

نسیمِ می شد اندر جان نوازی — درآمد ساغر اندر بوسه بازی

پیاله برد بر رسمِ ظریفان — زمین بوسِ صراحی با حریفان

خرامان گشت ساقی باده در دست — وے از می مست و میخواران ازو مست

زهر سازے که در آواز می شد — سرِ قرّابهٔ[3] بازمی[4] شد

---

[1] ق - بروی [2] باز نر [3] صراحی و شیشهٔ باده [4] ح - ساز

شده در دل شگافی زخمهٔ راز — بدل دوزی روان ابریشم ساز

بطانِ باده و مرغانِ آتش — بشادی گریه می کردند خوش خوش

چنان درّاج و مرغ از سوز بگریست — که آتش ز اشک شان می مرد و می زیست

سپندی گشته هر سو آتش افروز — سرودِ گرم و رقصش از سر سوز

بخور انگیزی عودِ[1] قماری — معطر کرده گردون[2] را عماری

زبوی خوش که جان از دست میرفت — فرشته میرسید و مست میرفت

چو ماهِ چارده بنشسته خسرو — پری وش در تواضع چون مهِ نو

لبش میخواست مهمان را دهد نوش — کرشمه بانگ برمیزد که خاموش

زخاطر رخصتِ دوری نمی یافت — ولیک از ناز دستوری نمی یافت

گه این جان پاره کرد آن پرده می دوخت — گه آن دم داد و این در پرده می سوخت

نبود اندر میان گستاخ روئی — که در گنجد هوس را کامجوئی

تمنا کو بدل قاروره می سود — برشوت خونِ دل میخورد و می بود

نظر مستغرقِ دیدار مانده — وکیلان را خرد بیکار مانده

برون می جست هر دم جانِ بیتاب — زبان میداد امیدش که مشتاب

دو مستِ شوق را زان هم شرابی — بظاهر مستی و باطن خرابی

بدینسان تا بشام از اوّلِ چاشت — مئی خوردند کز جان چاشنی داشت

---

[1] عودیکه منسوب به قریه قمار است وآن شهریست از هند [2] اوج گردون

چو آمد و رغنودن چشمِ خورشید　　　　بر قدر رفت چوں ضحاک و جمشید

ملک را خوابگاهی راست کردند　　　　که از چرخِ اطلسے درخواست کردند

شراب و عشرت و نقلے مہیّا　　　　کنیزاں پنج و شش[1] ہمچوں ثریّا[2]

ملک در خوابگه شد باده در سر　　　　ہوائے سوسنِ آزاده در سر

ہمه شب مانده بودش چشم بر راه　　　　که طالع از کدا میں سو شود ماه[3]

رطبها دید رغبت کم فزودش　　　　که تلخش بود چوں شیریں نبودش

ببوئے گل ہمی خورد از دروں خار　　　　ببادِ گنج مے پیچید چوں مار[4]

صنم در خوابگاهِ خویشتن نیز　　　　مبرّا مانده بود از ہوش و تمیز

زِ رنگِ نامِ خوں در پرده می خورد　　　　ولیک از پرده داراں پرده می کرد

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش　　　　فراقے درمیاں چوں کوهِ آتش

اظهارِ عشقِ خسرو به شیریں

چو صبح از پرده آهِ عاشقاں کرد　　　　بروں زد شعله گرم و دمِ سرد

دگر ره باز شیریں مجلس آراست　　　　حریفاں جمع گشتند از چپ و راست

دو بیدل باز در زاری در آمد　　　　جگرہا در جگر خواری در آمد

---

[1] پنج و شش۔ چند در چند　　[2] ثریّا۔ نام شش ستارہائے خرد　　[3] ن ق۔ که تلخی چوں بود

[4] اے بغضب غصه می پیچید

زنوشِ ساقیان و نغمهٔ ساز / می از دلهائے صافی گشته غمّاز

زآهی کز دو غم پرورده میخاست / حیا را اندک اندک پرده میخاست

دران صحبت که شوق از حد برون بود / ز روزِ اوّل آمیزش فزون بود

بدین گونه ز جانِ نابرومند / همی بودند صابر روزکے چند

نم اندر گل اثر میکرد تو تو / زسیلِ[1] تند میرفتند جو جو

چو طوفان موج سر بر زد ز پستی / خلل ره یافت در بنیادِ هستی

چنان شد دیگهائے پخته[2] در جوش / که از سرها فرو افتاد سرپوش

شبے زاندوهِ دل باهم نشستند / سخن[3] را قفل و دلها بر شکستند

نخست از دیدهٔ خسرو خون تراوید / پس آزارِ جگر بر دل تراوید

بشیرین گفت کای چشمِ مرا نور / مشو زینگونه نیز از مردمی دور

که مهمانِ خودم خوانی ببازی / پس استوه آئی از مهمان نوازی

نه مهمانِ شکم گشتم بکویت / که جان از دیده شد مهمانِ رویت

وگرنه تا بقا را خم نیاید / شکم داری کسے را کم نیاید

مرا حلوائے شیرین کے کند سود / کزان حلوا نمی بینم بجز دود

نه لب شیرین ز نامِ قند باشد / ز بوئے باده مستی چند باشد

چه سود از اطلس و زیبا زبر پوش / بجاه وے چو نتوان کرد بر دوش

---

[1] ح - که سیل تند برمیرفت   [2] ق - تفته   [3] ق - سخن را قفل دل برهم شکستند

بخیلاں را ازاں کسوت چہ خیزد | کہ اندر طبلہ ناپوشیدہ ریزد
غریبے را چو خواندی بر درِ خویش | بمحرومی نشاید راندن از پیش
ولے آنکس کہ زاد از بختِ محروم | نیابد بہرہ بیش از رزقِ مقسوم
چو نبود لقمۂ روزی نہ کردہ[۱] | بروں اندازی از لبِ نیم خوردہ
چرا نبود مرا دلسوزی از تو | کہ تا اکنوں ندارم روزی از تو
دلم خوں شد ز دورت[۲] چند بینم | جدائی در حضورت چند بینم
بروزم چوں رسد شبہائے دیجور | کہ باشی روز با من شب ز من دور
چو سرخاباں[۳] ز تقدیرِ خدائی | بروز آمیزش و شبہا جدائی[۴]
چو پیش آوردی از لوزینہ خوانے | رہا کن تا کنم شیریں دہانے
چو خوانی تشنہ را بر چشمہ سارے | بتر کردن لبے بگذار بارے
شکر پاسخ شد از پاسخ شکر ریز | کہ شیریں باد از من عشقِ پرویز
ہمہ آتش بسوئے خود مکن ساز | کہ داری در یکے سودا دو انباز
وگر تو ناصبوری کز تو دورم | چہ پنداری کہ من یعنی صبورم

---

[۱] ن ح۔ بہ پردہ   [۲] ن ح۔ دولت   [۳] بضم اوّل نام طائر معروف کہ باب نشیند و چوں مادہ اش بخلاف تمام طیور بوقت معہود خون حیض آرد او را سرخاب گویند   [۴] اظہار قدرت عجیبہ صانع عالم ہے کہ سرخاب تمام روز متصل یکجا اور شب کو مہجور اور ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اور یہ نئی تشبیہ ہے استاد سخن ناسخ نے بھی اُردو میں اس مضمون کو بطرز خاص لکھا ہے ؎

فاصل سرخیٔ لب ہو گئی تحریر مسی | شام کے ہوتے ہی سرخاب کا جوڑا ٹوٹا

بجانِ تو کہ در جانِ وفا دوست | تو جانم گشتہ و جانِ منِ پوست
شب و روزم دل آنجا و تن اینجا | تو آنجا زاری باشی من اینجا
چرا خوش نایدم با چوں تو یارے | گرفتن کامے از بوس و کنارے
ولے ناموس و ننگِ بادشاہی | فتد ز آسیبِ فسق اندر تباہی
بنا میز و میانِ خاصہ و عام | نکو نایدِ حرام و حرمتِ نام
مرا زینگونہ می باید ہمی سوخت | کہ عصمت چوں بدر زد کم تواں دوخت
ملک گفتا کہ با ایں رغبتِ گرم | توقف از پئے عار ست یا شرم
سرت گر شد کلہ در در ہمہ چیز | کلاہی و سرے داریم ما نیز
بتابستاں مبیں بے آبیِ جوے | کہ گرد د باز دریائے بہر سوے
بہ بے برگی مبیں درّے چمن را | کہ برگے ہم دہد سرو و سمن را
گر اکنوں نہ عیشِ تازہ داریم | امید از بخت بے اندازہ داریم
ور اختر خواست کردن دشمنی فاش | تو اندر دوستی با ما یکے باش
ہمہ یا رند بہرِ قسمتِ گنج | کسے یار ست کو قسمت کند رنج
دگر بارہ شکر لب گفت بارے | کشیم از دیدہ رنج چوں تو یارے
ہر انچہ از دستِ ما خیزد زیبی | بفرما تا غنیمت جاں سپاری
نیاریم ار بسر بارے کشیدن | تو انیم از قدم خارے کشیدن

ن ح: بہم ۲ نادر ۳ ارجمندی - یہ اہلِ ہند کا محاورہ ہے ن ح - بید ن ق - کاہے ۶ ماہ موسم خزاں

ورت گردے ز دل شستن ندانیم | غبارے زآتشیں رفتن توانیم
ورت در جنگ نتوانیم یاری | توانیمت دعا خواندن بزاری
نپوشید است زیر آبگون رود[1] | نمِ کنجشک آتشگاهِ نمرود[2]
نه من زان میکشم دامن ز رایت | که روزے چند تنگ آید قبایت
ازاں بالاتر آمد نورِ خورشید | که گردد از کسوفِ ذرّه نومید
ولے من دارم ایں لوزینه تا دیر | کز اندک لقمه چشمت[3] شود سیر
چو باز از طعمه ترگشت سرمست | بخواندن باز کے گردد سوی دست
دلم زاں کرد سنگِ خویش[4] پیدا | که معیارِ زرت گردد هویدا
چو خالص نیست سازم گلوبند | وگرنه در گداز آرم دمے چند
زرت چوں پخته شد سازم بناکام[5] | بزرِ پخته نرخِ نقرهٔ خام
فراواں کرد خسرو کوششِ گرم | نشد پولاد یارِ سیمبر نرم
ضرورت خوست از شیریں بزاری | وثیقت[6] را طریقِ استواری
که جز خسرو نخواهد جفتِ دیگر | وزیں گفته نباشد گفتِ دیگر
شکرلب گفت ایں خود گفتنی نیست | چنیں دُرے به بازی سفتنی نیست
چه پنداری که گر من رام گشتم | بگفتِ نفس بے آرام گشتم

---

[1] آسمان [2] غالباً مراد از گریه ابراهیم که بظاهر هیچو نم کنجشک کم قدری نمود مگر آتشگاه نمرود را پوشیده کرد
[3] ق چشم [4] ایهام بقدر خویش [5] ق۔ سر انجام [6] استواری عهد

نه من آں آهوم کز راهِ مستی | چو خوک و سگ کنم شهوت پرستی

مرا بر خویشتن هست آں قدر زور | که بنشانم تنے شوریده از شور

حریف ار آبِ خضر آرد نگیرم | وگر خود مردنی[۱] باشم بمیرم

بسویت زاں عناں دادم هوس را | که از یک جفت[۲] نبود چاره کس را

وگر بر تو کسے دیگر گزینم | به از تو[۳] کیست کو را برگزینم

مهِ نو گر دگر جا دیدے اُمید | نگشتے کنجه وستش پیشِ خورشید

کنوں سوگند فردے[۴] میکنم یاد | که گیتی جفت جفت افگند بنیاد

که تا روزے که خواهم در زمیں خفت | بجز خسرو نخواهم در جهاں جفت

وگر جانِ مرا غارت کند نقد | ز من نگشایدش یک عقدۂ بے عقد

بآساں هم بعقد اندر نیایم | ولش را تا فراواں نازمایم

چو شه دید آنچناں سوگند و عهدے | دگر در کام دل ننمود جهدے

بزلف و عارضش قانع شد از دور | ببوئے[۵] دل نهاد از مشک و کافور

قصدِ سفرِ خسرو بجانبِ قیصرِ روم و اظهارِ شیریں

حلاوت سنجِ شیرینِ شکرخند | چنیں برداشت مهر از حقهٔ قند

---

۱ تع: بی مرگ   ۲ معمول طریقهٔ ارباب ننگ و نام   ۳ ق - به از تو نیست گر شو برگزینم

۴ ق - خوردی   ۵ ع: دت کرد و راضی شد

که با خسرو چو شیریں بست پیماں | که ایں بلقیس گردد آں سلیماں
ملک[۱] بر رسم اوّل چند گاهے | بمهر از دور میکردش نگاهے
بے میکرد دل را آتشیں دود | ز لب دریا کش از دل تشنه می بود
بشیریں گفت میدانی که کارم | پریشانست همچوں روزگارم
مراد ملک خود کارے در افتاد | رسیدم با تو کارے[۲] دیگر افتاد
کنوں کامیدم از تو یافت یاری | بملکم نیز هست امیدواری
گرفتم از رخت فال مبارک | که تا جم باز گردد سوئے تارک
گرم دستوری باشد ز رایت | برآرم سر بروم از زیر پایت
سپه بستانم و رانم به تعجیل | بجالم بیذق[۳] چوبیں ته پیل
به نیزه بر درم هفت آسمان را | لباس تنگ پوشم دشمنان را
بدیں تیزی که گر دم[۴] خصم را سلخ[۵] | من و لبهائے شیریں و مے تلخ
چو خار از راه خود یک یک بچینم | بفارغ خاطری با گل نشینم
صنم گفت ارچه ما طاقت نداریم | که دامانت ز دست آساں گزاریم
ولے چوں همت بیدار داری | به آں باشد که با ایں[۶] کار داری
چو مرد از پاس دشمن شد نساں گیر | نباشد دوست کش گردد عناں گیر

---

۱ ح- مگر   ۲ ق- تا یه کارے   ۳ پیاده- پیاده کو پیل سے پامال کرنا شطرنج کا ایک خاص ایہام ہے۔
۴ ق- چو پوشم   ۵ پوست کندیدن   ۶ ق- تو روق ده

تو رو[1] نوکن اساسِ پادشاهی | که من خود با تو ام هر جا که خواهی

چو کشتی آتشِ دشمن که تفته است | نشاطِ دوستان جائے نه رفته است

اشارت کن بابریشم چو چوگان | که من از سر دوم چون گوئے غلطان

قرارِ کارِشان چون محکمی یافت | دلِ خسرو ز شیرین بے غمی یافت

همیں بانو دو همجولان بهم داشت | که هر یک دویمی[2] در دهر کم داشت

یکے شبگون که نامش[3] کرده شبدیز | گرو برده ز صرصر در تگ تیز

سیاهی خنگ[4] گردون راعنان گیر | بدو واز آتشِ خویش آسمان گیر

دویم گلگون[5] همائے در هوا بود | که گرم و نرم چون بادِ صبا بود

ز آتش پایش نعل[6] اندر آتش | گہے رفتن[7] چو آبِ تیز رو خوش

تو گوئی مهره راهر یک بافسوں | کشیدند از دهانِ مار بیروں

صنم فرمود کاوردند در حال | برسمِ خدمتی[8] پیش آں دو همسال[9]

ولیکن در زمانه نیست پنهاں | متاعِ مور و درگاهِ سلیماں

متاعِ من که سر تا پا[10] کساد ست | سلیماں وار بپذیر ار چه باد ست

---

[1] ق۔ تو رونق ده [2] ق۔ زاں دوم [3] شبدیز کو شبگوں کہنا اظہار واقع کے علاوہ دلچسپ تقریر ہے۔ [4] اسپ سفید رنگ [5] شبدیز خنگ گردوں کا عناں گیر ہے اور گلگوں صبا رفتار۔ تناسب لفظی معنوی قابل داد ہے [6] بیقرار [7] آتش پا ہونے پر آب تیز رو کی طرح سبک خرام ہونا کس درجہ لطیف خیال ہے اور پاکیزہ استعارہ ہے [8] ہدیہ [9] ہم عمر [10] ق ح۔ سرتاسر

بخواہش گفت ما را برگ آں نیست — کہ آید خدمتے در خور نہاں نیست

چو مورم من[1] کہ ازیں ہوشمندی — کنم پیشِ سلیماں بادبندی[2]

چو شہ دید آں دو بادِ تنگ[3] بستہ — صبا[4] را ابر دو گونہ رنگ بستہ

دراں نظّارہ حیراں ماند تا دیر — نمیشد چشمش[5] از دیدارِ شاں سیر

نظر سوئے سوادش بیشتر بود — کہ نورے زاں سیاہی در بصر بود

بگفتش بود بر من بیکراں بار — کنوں[6] خود بیشتر گشتم گرانبار

چو آرد گرد شبدیزت بمن باد — بسانِ سرمہ در چشمش کشم شاد

چو خاکے بر کند شبدیزت از پائے — بسانِ[7] سرمہ در چشمم کند جائے

خدا بخشیدتم دہ تا بے کم و کاست — توانم عذر چندیں مردمی خواست

بگفت این و جبیں بکشادہ چوں بدر — پذیرفت از مہِ خویش آں شبِ قدر

برآمد ہمچو مہ از شامِ دیجور — سوادِ سایہ شد خورشید پُرنور

بروں راند آں شبِ فرخندہ زاں بوم — مبارک روئے شد بر قیصرِ روم

زریشِ دل بمژگاں جوئے خوں داد — پس از دل ناوکِ چوبیں بروں داد

---

[1] ق۔ چو مورم منگر از من ہوشمندی — [2] بیقدر سخنہائے دور از کار — [3] دو بادِ تنگ بستہ شبدیز و گلرنگ

[4] یہ ایک مصرعہ ہزار اشعار کا جواب ہے اور اس کی خوبی بیان سے باہر ہے۔

[5] ق۔ نمیشد چشم او از دیدنش سیر — [6] ق۔ کنونم بیشتر کردی گرانبار

[7] ق۔ بسانِ روح در جسمم کند جائے

پیوستنِ خسرو بقیصرِ روم و لشکر کشیدن بمداین و شکست دادن بہرامِ چوبین

چو قیصر دید ز اوجِ پایۂ خویش | چناں خورشیدی اندر سایۂ خویش
بتاج و تخت دادش سرفرازی | کمر بربست در مہماں نوازی
پس از چندے بخویشی مژدہ دادش | بدامادی کلہ بر سر نہادش
ز قدِ مریمش[۲] چوں نخل[۲] بر داد | وزاں نخلِ ترش خرمائے تر داد
چو دریا لشکرے دادش فراپیش | کہ بنشاند غبارِ دشمنِ خویش[۳]
غبارِ قلب دریا خیز بودش | کہ دریائے غبار انگیز بودش
رواں شد شاہ با قلب[۴] و خزاین | ز قسطنطنیہ شد سوئے مداین
خبر بردند بر بہرامِ سرکش | کہ خسرو میرسد چوں کوہِ آتش
نکرد از خیرگی[۵] در دل ہراسے | مقابل گشت چوں ناحق شناسے
دو لشکر روئے در رو ساز کردند | بکوشش بازوئے کیں باز کردند
بخونریزی رواں شد تیر دلدوز | برآورد از دل و جاں ہائے شاں سوز

---

[۱] ق - خویش [۲] مریم کے ساتھ نخل کا ذکر ایک خاص ایہام رکھتا ہے اور پھر اس کے سلسلہ میں خرمائے ترنے اور زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے [۳] ق - لشکر [۴] فوج میانہ کہ خاص تر باشد [۵] ق - خیرگی

دہن[1] در گوشِ مرداں کرد سوفار | سخن می گفت کاینک نوبتِ کار
سناں جاسوسیِ[2] دلہا نمودہ | زبانے دادہ و جانے ربودہ
زتیر[3] اندازیِ زنبورک از دور | مشبک سینہا چوں خانۂ زنبور
نئے ناوک نوائے زار میکرد | نوائے او بدلہا کار میکرد
خدنگ از سینۂ دل میکرد غارت | کماں میکرد از ابرو اشارت
مبارز تشنۂ شمشیر می گشت | بخوں آشامی از خوں[4] سیر می گشت
باستقبال مرگ از تیغ خوردن | ہمی شد پائے کوباں سر زگردن
جگرہا کز بلارک[5] چاک می شد | بگردوں بانگِ چاکا چاک[6] می شد
ہمی خندید زخم از گرد[7] مرد | بگریہ خندۂ[8] خونیں ہمی کرد
بگرمی بوستاں چوں برق گشتہ | میانِ آب و آتش غرق گشتہ
زخشتِ[9] آہنیں ہر سو حصارے | زسنگیں برہ[10] ہر سو کوہسارے
اجل و امن بکشتن چست کردن | زبیں نیفہ[11] بخوردن سست کردن

---

[1] ایک خاص واقعہ کی کیسی واقعی تصویر ہے کہ تیراندازوں نے جو تیروں کی سوفاروں کو زہ کمان تک کھینچا ہے تو گویا تیر اپنا منہ اُن کے کانوں سے لگا کر کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا وقت آگیا ہے [2] تیروں کی نوکیں دلوں کو تلاش کر رہی ہیں اور وہ زبان دے کر جان لیجاتی ہیں [3] زنبورک دراصل بندوق کی ایک قسم ہے اور غالباً اس جگہ مراد تفنگ سے ہے جو کہ یہاں اہلِ ہند ہی اور اُس سے تیراندازی کرتے ہیں ورنہ معنی میں اشکال ہوتا ہے [4] ق ـ از خود [5] تیغ و ہم جوہر تیغ [6] چکاچک آواز زخمہائے تیغ [7] ح ـ بہ کیں [8] ح ـ بخندہ گریۂ خوں تیز کرد [9] نیزۂ کوتاہ [10] ق ـ بہمن [11] نیفہ سست کردن یعنی کمر سست کردن است

جنیبت بس کہ آتش پائے[1] گشتہ ‏ ‏ ‏ ‏ ہلال نعل پروین زائے گشتہ
زبان تیغہا از چاکر و میر ‏ ‏ ‏ ‏ شدہ در کاس سرہا چاشنی گیر
تن افتادگاں[2] میداد در گل ‏ ‏ ‏ ‏ صلائے[3] کرگساں از دیدہ و دل
شکم ہائے کہ میگشت از سناں سیر ‏ ‏ ‏ ‏ چو برگ گند[4] نامیخورد شمشیر
شدہ خسرو بکیں چوں شاں تر از نیل ‏ ‏ ‏ ‏ چو کوہ آہنیں بر کوہہ پیل[5]
بہ پیرامن بزرگان سپاہش ‏ ‏ ‏ ‏ ز چشم بد[6] بآہن بستہ راہش
بزرگ امید بارائے فلک تاب ‏ ‏ ‏ ‏ نہادہ چشم بر چشم صطرلاب
نظر سوئے فلک[7] پرتاب[8] کردہ ‏ ‏ ‏ ‏ فلک در چشم اصطرلاب[9] کردہ
چو طالع را زمانے دید فرخ ‏ ‏ ‏ ‏ بہ پیل شاہ کرد از فرخی رخ
بشہ[10] گفتا کہ دولت را ثبات ست ‏ ‏ ‏ ‏ براں پیلت کہ دشمن شاہ[11] مات ست
رواں[12] شد پیل شہ با سرفرازی ‏ ‏ ‏ ‏ بیک شہ پیل برد از خصم بازی
بدانسو تعبیہ[13] زاں گونہ بشکست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ مہر رائگاں[14] شد دست بر دست

---

[1] گھوڑے کے آتش پا ہونے پر اُس کے ہلال نعل کا پروین زار ہونا واقعی واقعہ کے ساتھ کس درجہ بلیغ مضمون ہے۔
[2] خاک و خون میں پڑے ہوئے مقتولوں کے جسم بسر و چشم کرگسوں کو آواز مہمانی دیتے تھے۔ جدت کی کوئی حد نہیں ہے۔
[3] ق۔ صدائے [4] گندنا گیاہی ست ہمچو سیر کہ برگش بہ تیغ کشیدہ می نماید [5] کوہہ پیل ہمچو کوہہ شتر
[6] از چشم بد بآہن بستہ مبالغہ زیادتی سے ہے [7] مراد از فاصلہ دور و دراز [8] ق۔ بیتاب [9] ترازوی آفتاب کہ آلہ نجوم است [10] پیل مات کا لطف اہل شطرنج سے پوچھئے [11] ح۔ پیل، تست
[12] شہ و پیل و برد و بازی کا ایہام فصاحت کے ساتھ کس درجہ خاص بات ہے۔
[13] آراستہ و ساختہ [14] مفت و بیقدر

ازینجانب حریف از بر کرانہ | ہمی راند اسپ[1] خود خانہ بخانہ
مبارز سرنگوں از زیں ہمی گشت | بدینساں[2] بیدق[3] فرزیں ہمی گشت
بخوں در مہرۂ گردوں زمیں سنج | چو رنگیں مہرہ از یکسوی شطرنج
بساتن پیش شہ کاندر گل آمیخت | حریفش گوئیا مہرہ[4] فرو ریخت
شد از خونِ حریفانِ خطرناک | بساطِ[5] روئیں از شطرنجیِ خاک
دو رویہ کاسہ بیدق[6]ہا نہادہ | دو نیمہ رُخ شدہ سرہا فتادہ
شہ از منصوبۂ[7] رنداں سپہ را | کزاں منصوبہ[8] برد افتاد شہ را
چو خود را در تنزل دید بہرام | بہ برد آں زلزلہ از جانش آرام
فرو گشتہ[9] پشیماں راہ برداشت | خرد را حملہ کرد[10] و آہ برداشت
گریزاں می شود خسرو بدنبال | روندہ سرکش و جویندہ قتّال
بسے چوں باد پے درپے دویدش | بصحرا در زمیں گردے ندیدش
شکستہ لشکرِ او فوج در فوج | زخوں[11] آمد بدریا موج در موج
شہ آں سرگشتگاں را بار میداد | بجان و مال شاں زنہار میداد
چو زینساں از شکوہِ بختِ فیروز | ق | مظفر گشت بر خصمِ سیہ روز

---

[1] وہی شطرنج کا سلسلہ جاری ہے [2] پیادہ کا فرزین ہو جانا بازی شطرنج کا کمال ہے [3] ح۔ بدینساں بیذق از فرزیں ہمی گشت [4] گویا از بازی فرو ماند [5] ح۔ بساط روی ازاں شطرنج چوں تاک [6] پیٹ دیا۔
[7] بصنعت ایہام تجنیس اہلِ شطرنج [8] مات گردید۔ اہلِ شطرنج کے تلازم و تناسب کو کلیتاً ختم کر دیا۔
[9] ق۔ خرد گشتش رفیق و راہ برداشت [10] اے بر خرد حملہ نمود [11] ح۔ زجوی

بدار الملک شه با صد[1] روائی | ز سر نو کرد اساسِ پادشائی
بر آمد بر سریرِ ملک شاداں | چو خورشیدے که تابد بامداداں
خرد را مایه داد از کارسازی | بدشمن سوزی و مخلص نوازی
سپه را شاد کرد از نعمت و جود | رعیت را براحت کرد خشنود
چناں کرد از جہاں گردِ ستم دور | که شد خاکِ درش در دیدها نور
ز دولت گرچه فرخ بود روزش | ز چوبیں خارخارے بد هنوزش
نگیرد سهل هرگز صاحبِ تخت | غمِ دشمن خصوصاً دشمنِ سخت
غمِ[2] دشمن ز دشمن بیش کینه | که بیرونست[3] دشمن او بسینه
خله[4] چوں چوب[5] از بیروں تراشد[6] | خله در دل نگر تا چوں خراشد
بترس از کینه ارِ نیم کشته | که بد گیرند[7] مارِ نیم کشته
چو بهرام از سیاست گاهِ خسرو | عناں را در هزیمت داد میرو[8]
نه بدزاں ترکتازی هیچ یاوش | بجز در حدِ ترکستاں تکاوش[9]
رها کرد از میانه کشورے چند | دراں کشور در آمد با سرے چند
برسمِ چاکراں چوں سخت ساقاں[10] | کمر بربست بر درگاهِ خاقاں

---

[1] رواج و رونق [2] ق. گشته [3] ق. غم سرشته [4] آله سر تیز نوکدار مثل سیخ و نیزه
[5] ح. پوست [6] ح. خراشد [7] اے بد فرض می کنند [8] عناں را میرو دادن غالباً بمعنی
عناں گزاشتن است و فهم [9] قرار [10] ق. سخت ساق هر دم تیم دار

چو لشکرکش ہمے بد کار فرمائے　　زخاقان نامردمی شد بہر جائے
فراواں داد در کوشش عناں را　　ہم آخر در سرِ آں کرد جاں را
زمانہ بازیِ کاں باکساں باخت　　چو آمد وقتِ او با او ہماں ساخت
شب و روز از بریدانِ سبک خیز　　خبر می شد زحالش سوے پرویز
چو در دل مردِ چوبیں یقیں دید　　بنائے دولتِ خویش آہنیں دید

در افتادنِ خزینہ رُوم بدست خسرو پرویز

چناں خواندم دریں دیرینہ منشور　　کہ چوں خسرو سراں را کرد مقہور
بشاہی[1] با دلِ آزاد بنشست　　غم از خاطر بشست و شاد بنشست
چناں از تیغ کرد آفاق آرام　　کہ گشت از نیمروزش[2] عرصہ تا شام[3]
چو از کیں شستہ شد ہر مرز و بومش[4]　　رواں شد حکم تا دریاے رومش
چو آں نیرو جہاں را گشت معلوم　　بلرزید از نہیبش قیصرِ روم
ز نزدیکانِ خسرو نیز چندے　　کہ در دل داشتند از وے گزندے
یکے گشتند[5] با خسرو نہانی　　کہ با قیصر کنندش بدگمانی
ازاں گردندگی[6] قیصر خبر یافت　　بہ بیشی کارِ خود را وقت دریافت

---

[1] ق. بشادی　[2] جہاں ولایت سیستان　[3] نام ولایت　[4] منزل و مقام
[5] متفق شدند　[6] گردش زمانہ

ز دیگر خسرواں بودش باخلاص
طرفدارِ حبش در دوستی خاص

پس از چند آزمونِ[1] شہریاری
یکے گشتہ درو بنا ز استواری

چو دید آں بستگی مردِ خردمند
کشاد[2] از گنجِ زریں آہنیں بند

بکشتی کرد گنجِ بیکراں بار
زرے کز وے شدی دریا[3] گرانبار

چو مالامال شد بحر از خزانہ
ز روم اندر حبش کردش روانہ

پر از دیبا و زر ہفتاد کشتی
چو گلہائے تر از باغِ بہشتی

ز گوہر شصت کشتی چوں ثریا
تو گوئی مایہ بیروں داد دریا

دگر بر نقرہ صد کشتی سراسر
کہ ہر یک بود با دریا برابر

بخازن گفت کیں سرمایۂ ملک   ق
کہ ہم ملکست و ہم پیرایۂ ملک

بجنباند جہازِ بارکش را
رساند زود سلطانِ حبش را

بگوید کاعتمادِ آں دلِ پاک
مرا دل داد کیں گنجِ خطرناک

کنی[4] اندر امانت زینہاری
کاماں و زینہارِ روزگاری

امانت دادمت در پردۂ راز
برم ہنگامِ حاجتمندیش باز

رواں شد خازن و آزاد میرفت
کہ اسپ[5] چوبیش از باد میرفت

مخالف گشت روزے قوّتِ باد
ہمہ کشتی ز رہ یک جانب افتاد

---

[1] آزمایش، امتحان   [2] بست و کشاد، گنج و زر کا تقابل قابلِ دید ہے   [3] ن ح۔ کشتی

[4] ن ق۔ کنم اندر امانت زینہارے   [5] اسپ چوبی کشتی

همی شد هر یکے پرنده چوں طیر	چو ماهِ نو فلک خیزد[1] سبک سیر
بدینساں تا رسید از جنبشِ تیز	با نطاکیه[2] در سرحدِ پرویز
خبر بر شاه رفت از معبرِ[3] آب	که روزی بر در آمد زود دریاب
اشارت کرد شه کاں نجاشتا بند	خدا آورد[4] ها را باز یابند
طلبگاراں رواں گشتند دلشاد	بسوئے گنجِ باد آورد[5] چوں باد
ز دریا بر کشیدند آں خزینه	چو لولوء ز آب و باده ز آبگینه
رسانیدند از ایشاں باده[6] در مهر	بقصرِ خسرو از گنجور قیصر
چو کالا را بعرض آورد گنجور	زمیں تا آسماں روشن شد از نور
ز دُرّ و ید ند دریائے نهاده[7]	ز زرّ کانے بهر جائے نهاده
گهرهائے چنیں دیدند انبوه	نه در دریا شود حاصل نه در کوه
دراں[8] نظّاره بینش خیره می شد	نظر گه روشن و گه تیره می شد
فرستاد از پئے نظّاره خسرو	سوئے گنجِ کهن گنجینهٔ نو
خزینه با خزینه شد بهم خاص	دو دریا را بیک جا کرد غوّاص
ازاں مایه که در دولت نوی یافت	دلِ پرویز نیروئے قوی یافت
چراغِ ملک را روغن زمال ست	بقائے مملکت بے زر محال ست

---

[1] اسم ظرف ترکیبی [2] نام شهرے از شام [3] ساحل بندرگاه [4] بجائے خداداد [5] گنجیکه بادآورده بود [6] ح- مهر بر سر [7] کثرت درو زر [8] ح- دراں بینش که اختر خیره می شد

گدا باشد ملک بے زر خدائی[1] | نیاید از گدایان بادشاہی

سپاہ آراستن[2] لشکر کشاں را | زر انفنجی[3] است یکسر زر کشاں را

نہ بے زر لشکرے گردد فراہم | نہ بے لشکر زر آید نیز باہم

بزرگاں گر بسر افسر[4] نہادند | اساسِ مملکت بر زر نہادند

ولیکن نے زر از بہرِ خزان است | کہ بہرِ نام و ننگِ جاودان است

زبہرِ آنکہ گر صلح است و گر جنگ | کفافے را ندارد[5] بر چشم تنگ

چو ماند لشکری بے توشہ ناچار | بناکامی شود با دشمنے یار

زشہ واجب چو بر قدر کفافست | زیادت گرد ہد ور نہ معافست

تصرف کرد گنجِ قیصری شاہ | ندا د اندیشۂ[6] خویشی بخود راہ

بتاج و تخت خویشی[7] در نگیرد | بخیلِ گرگ میشی در نگیرد

کند غارت دلیرے را دلیری | برد شیرے شکار از چنگِ شیرے

ملک را رسم شاہی خود ہمین است | کہ باہم باز وئے[8] خود و رکمین است

بباید پُر دلی کز باز وئے[9] خویش | زند بر سینہ با ہم پہلوی خویش

چو شہ ترساں بود در ہر شمارے | ز ترسندہ نیاید ہیچ کارے

---

[1] قبضۂ زر [2] ن ح ـ زرہ بفخت یکسر سر کشاں را [3] الفنج ـ نعت غیر متعارف مشابہ ترکیب الفاظ عربیہ معرف باللام ـ مصدر الفنجیدن کا امر یا حاصل مصدر یا اسم مفعول جس کے معنی مصدری جمع کردن و اندوختن و برہم چیدن ہیں ـ یہاں معنی اوّل مراد ہیں [4] ن ح ـ خزانست [5] ن ق ـ کفافی را نبند چشم برتنگ [6] خیال دامادی [7] اثر نکند [8] حریف ہم پایہ [9] ن ح ـ نیروی

پسندیدست ترسِ بادشاہاں — ولیکن از نفیرِ دادخواہاں

خسر[1] بو دار چہ خسرو را شہِ روم — ولیکن نخلِ[2] مریم بودش از موم

چو او خرمائے نخلِ راستیں داشت — بنقلِ این و آں در آستیں داشت

ہمہ کس نخلِ شیریں را گزیدست — نہ نخلِ موم کز شیریں بریدست

نغمہ سرائیٔ باربد بہ بزمِ خسرو و گنجِ بادآورد باو بخشیدنِ خسرو

ملک بنشست روزے خرّم و شاد — بخشش گنجِ بادآورد بکشاد

ز نزہت ہر نگہ را ساخت گلشن — ز موجِ زر زمیں را کرد روشن

درافشاندند[3] اندراں باغِ بہشتی — کفِ دریا وشش کشتی بکشتی

ہمہ روز آں خزانہ شاد میداد — ز آبش[4] بستد و بر باد میداد

ہمی گفت آنکہ ندہد خود ز رِ خویش — چنیں تاراج بیند گوہرِ خویش

دہم بہ باربد بزم درمغاکش — کہ از بادش برم بدہم بخاکش

ببانگِ کوس میداد از در و بام — صلائے عام بر ہر خاصہ و عام

چناں شد خانہ و کو پر خزاین — کہ کس مفلس نماند اندر مداین

ن[1] بنوذی ترس خسرو از شہِ روم — بالضم ہر دو پدر شوہر زن

ن[2] ہماں نخل خرما کہ مریم ہنگام دروزہ بادو پناہ گرفت واز برکتش سر سبز گردید۔ و نخل مریم از موم زیبا و آراستہ یا بعقد در

ن[3] ق۔ زر افشاندے دراں — ن[4] بست ز بادش

ازاں بخشش کہ داد آفاق راہر مثل شد گنج باد آورد در دہر

سخن گویاں سخن را تازہ کردند ثنا ہا[ن۱] بلند آوازہ کردند

فراواں ریخت از لولوئے منثور بداماں بزرگ[۲] امید و شاپور[۳]

نواسازے کہ بودش باربد نام[۴] نوائے[۵] ساخت آں روز انگبیں وام[ن۶]

نہاد از زخمہ[۷] چوں بر زرتمامش نوائے گنج باد آورد نامش

چو در مجلس فزایش کرد از عود[۸] برآورد از دماغ عاشقاں دود

دل شہ را کہ بد ریشیں اندروں[ن۹] تر بہر زخمہ خراشے یافت بر سر

ہر آتش کاں نوا در جانش افروخت زیادہ روغنش میداد و میسوخت

چو کار عاشق از غم زار باشد شود دیوانہ گر ہشیار باشد

دو چیز افزوں کند در عشق آتش شراب جاں نواز و نغمہ خوش

بسے کز وے کشاید دل فقاعے ہمی باز آید او با در سماعے

سماع و عاشقی و مے پرستی سبب شد ہر سہ چیز از بہر مستی

چو ایں ہر سہ مستی جز یکے نیست مدارا با مدار آمیز شکے نیست

در آمیزند با ہم شیر و جلاب نیامیزد بیک جا روغن و آب

دو ہم پستاں شمر انگور و انجیر کزاں شکر تواں خوردن ازیں شیر

ن۱ - ق - بناہائے ۲ نام ندیم ۳ نام مصور ۴ نام مغنی ۵ نوائے انگبیں وام نوائیکہ انگبیں ازو شیرینی بوام میگرفت و انگبیں قام بنظر بیامده ن۶ - ق - انگبیں قام
۷ مضراب ۸ نام خوشبو وساز ن۹ - ق - از دروں

چو در خسرو نوای نو اثر کرد — هوای دلبرش زیر و زبر کرد

چنان بر باربد خوش گشت جانش — که یکدم خواست بخشیدن جهانش

معلق پیشِ ایوان بود یک سر — ز مروارید شادروانِ قیصر

به تری هر دُری چون قطرهٔ آب — که در دریا بود آن قطره نایاب

بچرخ از لولوی پرتاب می شد — دهانِ ابر ازو پر آب می شد

اشارت کرد کین ابرِ گهر بند — از آنِ تست هان بگشا و دربند[1]

بگفتش کز دهان چون ریختی دُر — بدین دُر کن دهان باربد پُر

زمین بوسید مردِ گوهرین ساز — ز ایوان کرد شادروانِ در باز

بنود اندازهٔ دیدن خرد را — که حالی یافت آن گم کرده خود را

بحیرت گفت کای ابرِ گهر بار — نسنجد کفه[2] من[3] این قدر بار

تو خود پُر خواهی از گوهر دهانم — ولی کی گنجد این دُر در دهانم

چنین گنجی بجیبِ ما نهادن — بود در قطرهٔ دریا نهادن

شهش گفتا کزینها چند گوئی — مکن چون تنگ چشمان تنگ خوئی

کسی کز قسمتش روزی فراخ است — برش زین باغِ رنگین شاخ شاخ است

دهنده می شناسد کو چرا داد — که هر کس را چه می باید عطا داد

برو خوش خور که افزون می دهد چیز — که افزون تر تواند دادنت نیز

---

[1] ح - بربند [2] پلهٔ ترازو [3] ح - کفِ یزدان

زهستی بخش[1] پیدا گنج هستی است — مرا صورت مکن کاین بت پرستی است
طرب زد مطرب آورد آن قسم راست — گرانبار از عطای شاه برخاست
نوا را نام شادروان بره بود — که آن پرده ز شادروان شه بود
نوای ساخت ازین طبع کش تر — بسی از گنج بادآورد خوشتر
بشادی برد شادروان بخانه — زبان تر کرد در دیگر ترانه
چو مرواریدها بر سر فشاندش — که شادروان مروارید خواندش
بآرایش چو آن ذیل گهر یافت — که شادروان مروارید تر یافت
بدرگاه ملک شد خاک بوسید — چو زهره دامن افلاک بوسید
بشه گفت از رهی زین حضرت پُر — ببخشش برد[2] شادروانی از دُر
در ایوان آورید[3] از شان دیگر — ز مروارید شادروان دیگر
بتری هر دُری چون آب باران — سزای گوشوار[4][5] تاجداران
بگوش شه کنم گوهر فشانی — ببخشش[6] ار گوش را باشد گرانی
شهنشه بیش ازان کو باده[7] در گشت — هم از آواز ساقی بی خبر گشت
نوا برداشت مرغ ارغنون ساز — بصد جادو زبانی شد فسون ساز
دل شه کز کشش مطلق عنان بود — کشان شد هم بدان جای کجان بود

ن[1] ق - ز هستی بخش باشد انچه هستی هست   ن[2] ق - باد   ن[3] ق - اوریدان شان   ن[4] ح - گوشهاے
[5] نام زیوریکه بگوش اویزند   ن[6] ق - ببخشش   [7] بمعنی باده نوش

بیارا ارچہ کشش بسیار بودش — ولیکن نخلِ مریم[1] خار بودش
نہالے با ہوائے یار می ساخت — بامیدِ رطب با خار می ساخت

وفات یافتنِ مریم

شناسائے معانی موبدِ[2] پیر — چنیں کرد این سخن[3] در نامہ تحریر
کہ چوں خسرو ستد گنجینۂ روم — خلافش رومیان را گشت معلوم
چو غالب گشتہ بود از تیغ کیں خواہ — ندا د اندیشہ را با خویشتن راہ
زمانے پور[4] شیے کاندر حرم کرد — ز مریم چند گاہ او نیز کم کرد
ز شیریں عیش مریم بود چوں تلخ — ازیں کاہش فتاد آں ماہ در سلخ
بہ تن عیسیٔ جانش ماند[5] بے دم — تنش چوں رشتۂ مریم[6] شد از غم
ز بیماری بہ بستر خفت ماہے — وزاں پس جست دیگر خوابگاہے
ملک بایست و نا بایست برخاست — بصد شادی بساطِ ماتم آراست
دل از سودائے شیریں در غم افگند — بہانہ بر فراقِ مریم افگند
بگریہ کش خروشِ دمبدم بود — خروش از یادِ مریم بر حرم بود
بماتم کرد پیراہن بسے چاک — ولیکن در ہوائے یار چالاک

---

[1] نخل مریم ہماں نخلِ خرما کہ در زماں ولادت حضرت عیسیٰ ببرکت عفت مریم سر سبز و بار آور گردید و درینجا باضافت بیانی مراد از مریم دختر قیصر روم کہ در عقد خسرو پرویز بود۔ اسیر [2] حکیم و دانشمند مجوس۔ درینجا مراد مؤرخ [3] ن ح۔ ایں خبر [4] غدر [5] ن ق۔ بود بے غم [6] ہماں رشتہ مریم کہ از باریکی خود تاب تہ نداشت

بشیرین کاری اندر پرده[1] چندے | ترش[2] می بود همچون دردمندے
بپرخاشِ شکر[3] در شام و شبگیر | شتابان گشته پیکان نیز[4] چون تیر
چو شیرین دید کز خس رفته شد راه | به بے صبری شتابان گشت چون ماه
رسید آں دُرّ بے قیمت[5] بدریا | چو خور در پرده و مه در ثریّا
درون آمد به خلوت گاهِ مقصود | چمن بے خار دیده شمع بی دود
گلش تو شد خزان[6] را باد بشکست | بآزادی چو سرو آزاد بنشست
جهاندار از نسیمِ گیسوئے دوست | چو غنچه خواست بیرون افتد از پوست
ز هر جانب که دولت رخنه[7] داشت | خود از پولاد و زر یک یک بنا[8] داشت
بفارغ خاطرے شد مجلس افروز | قدح میخورد و خوش می بود هر روز
کمر بسته بتانِ نازنینش | شکر خندی چو شیرین همنشینش
یکے گشته دو شمع روشن از نور | بگرد اگرد شاں پروانه شاپور
اگرچه خوشدلی کردند تا دیر | نگشتند از جمالِ یکدگر سیر
دران عشرت کز آلایش برون بود | نشاطِ عاشقی هر دم فزون بود
بتجرید شهوت آں کو عشق بازد | که هرگز عشق با شهوت نسازد
غرض باشد محبت را چو در پوست | محبت با غرض باشد نه با دوست

ن۱ ق - بزم   ۲ ہم بہر دو حرکت ضمه صحیح   ن۳ ق - غرض   ن۴ ق - چو پیکاں پے تیر
۵ بجائے در بے بہا   ۶ اے بادِ خزاں دُور شد - و ایں تعقید سخت مکروه است
ن۷ ق - رخنه گرد اشت   ن۸ ق - خبر داشت

ملک بود از مزاجِ دلبر آگاہ — کہ نتواں خوشہ چید از خرمنِ ماہ
نبرد دست بر خرما و انگور[1] — بہ بیداری قناعت کرد ازو دور
دو سلطاں کرد در یک کشور آرام — بدل گشتہ بگیتی تیغ[2] با جام
مداین گرچہ زار من دور تر بود — دو صاحب چوں یکی شد در بدر[3] بود
میانِ ہر دو کشور زاں دو معمار — ازینجا تا بدانجا گشت بازار
ہمہ معمور شد ز آرایشِ دہر — ولایت با ولایت شہر با شہر
طرب کردند آں ہر دو جہانگیر — گہے در بزم و گہ در دشت نخچیر

عشرت خسرو و شیریں بر لبِ شہرو
دو افسانہ گوئی

شبے ہمچوں سوادِ دیدہ پر نور — ہوا عنبر فشاں چوں طرۂ حور
زمانہ برگ عشرت ساز کردہ — فلک درہای دولت باز کردہ
فرومردہ چراغِ صبحگاہی — نشاطِ خواب کردہ مرغ و ماہی
مقیمانِ زمیں در پردۂ راز — عروسانِ فلک در جلوۂ ناز
کواکب در میان سرمۂ ناب — درست افگندہ مروارید شب تاب
کشادہ شب دریں طاؤس گوں باغ — دمِ طاؤس[4] را بر سینۂ زاغ[5]

۱ بلب دہاں یا کنار و آغوش ۲ نوک شمع ۳ مقابل ۴ یعنی کواکب ۵ یعنی سیاہی شب

فرو برده زمانه جامِ جمشید[۱]   شده مه در زمین مهمانِ خورشید

ز زلفِ شب که دامن بر زمین سود   بساطِ خاک گشته عنبرآلود

ببازی در هوائے عنبرانگیز   معلّق زن شده مرغانِ شب‌خیز

شده زهره بصد دستان ارغنون ساز   ثوابت را برقص آورده زآواز

زقصر آهنگِ صحرا کرده خسرو   کشیده بارگه در سبزهٔ نو

لبِ شهرود[۲] و مطرب نغمه[۳] در رود   غبارِ غم جهان را کرده پدرود

بروئے لاله و گل خرگه[۴] شاه   چو بر نطع[۵] کواکب خرمنِ ماه

بساطِ سبزه و تر بر سبزهٔ پاک   فلک را ساخته همخوابه خاک

معنبر شمعهائے مجلس افروز   گشاده در دلِ شب روزنِ روز

بخورِ مجمر از عود قماری[۶]   زده ره بر نسیمِ نوبهاری

صبا کانجا عبیرانداز میگشت   بپائے[۷] پس هم از ره باز میگشت

سپند[۸] از سوز خود پرشور میشد   ز دودش دیدهٔ بد کور میشد

نهانی مجلسے کز هیچ سوئے   بجز محرم نمی گنجید موئے

ملک را داده گردونِ دوتا پشت   بشارت نامهٔ مقصود در مشت

صنم با او برسمِ دل‌نوازی   نشسته بر سریرِ سرفرازی

۱ـ آفتاب   ۲ـ نام رودیست از عراق   ۳ـ مضراب   ۴ـ خیمهٔ بزرگ   ۵ـ فرش حریر

۶ـ قسمے از عود   ۷ـ پائے پسین که زمین پس خیزد و پس ماند   ۸ـ دانه که برائے دفع نظر بد سوزند

بگردِ تختِ خوبانِ سرائی[١] | زچهره داده شب را روشنائی

ازیں سو ده غلامِ نازک اندام | زجعد از بهرِ دلها بافته دام

نسیم و لاله و گلرنگ و شمشاد | گلاب و انور و میمون و نوشاد

دگر طاؤس کز خوباں گرو برد | دگر جوزا که پروین پیش او مرد

وزانسو ده عروسِ نازپرورد | زچشمِ بد ندیده روئے شاں گرد

بهار و سوسن و گلنارِ گلبوے | زلال و کوثر و پروینِ مه روے

همائے فرخ و مینوے دلکش | نشاطِ تازه و سیّارهٔ خوش

به پیشِ تختِ شاپورِ هنرسنج | مهیّا چوں کلیدے بر درِ گنج

کنیزے بود دیگر مشتری نام | که خوردے مشتری بر یادِ او جام

زطفلی تا جوانی یارِ شیریں | به شیرینی نیابت دارِ شیریں

نشسته شاد و خنداں پیش شاپور | چو شمعے کو دهد پروانه را نور

چو اسبابِ غرض باشد مهیّا | بود خانه زمردم چوں ثریّا

مبادا هیچکس را تنگیِ حال | که سایه نیز گریزد زدنبال

بها چنداں[٢] بود گل را بگلزار | که باشد بر سوادش[٣] برگ بسیار

چو خالی شد ز سیم و زر کنارش | بروئے خاک بگذارند خوارش

چو بے برگ از خزاں شد گلبنِ باغ | نه بلبل بر سرش بینی و نے زاغ

---

[١] محاوره طبع زاد هند است   [٢] علم کلام کے ساتھ اظہار واقعات   [٣] نخ - گرد گردش

بریشم زن[1] رهِ عشّاق میزد — سرودش بر دلِ مشتاق میزد
کرشمه ساز کرده ساقیِ مست — زغمزه ناوک افگن[2] شست در شست
خراماں جام برکف چوں تدروے — شگفته لالهٔ بر شاخِ سروے
نمے مغزِ بتاں را جوش میداد — رطب را چاشنیِ نوش میداد
ازاں سیمیں براں هر خوش خرامے — خیالے داشت پنہاں با غلامے
سخن گویاں بغمزه دوست با دوست — هوائے دل نمی گنجید در پوست
بسے گشتند دل را برقع انداز ق — که پوشند آرزو در پردهٔ راز
نشد ممکن که در رهِ لابه[3] و بوس — مژه غمّاز بود و چشم جاسوس
زابرو گشته هر موئے زبانے — زهر لب خنده شرحِ داستانے
ازاں دلہا که صیدِ یکدگر بود — دو صید اندازِ بیدل را خبر بود
اگرچه شهریار و شاه بودند — ولیک از دردِ عشق آگاه بودند
غمِ هریک یکے را صد گرفتند — قیاسِ کارِ عشق از خود گرفتند
چو گشت از جامِ نوشیں وقتها خوش — فتاد اندیشه را نعل اندر آتش
بخواهش گفت شه با مهربانان — زجاں بیروں دهید اندوهِ[ن۴] جاناں
پس آنگاهے بتعظیمِ خداوند — وثیقت یاد کرد و خورد سوگند
بنازِ نرگسِ رعنائے شیریں — بچشمِ خویش و خاکِ پائے شیریں

---

[1] مطرب   [2] گرفت سوفار   [3] چاپلوسی و خوشامد

[ن۴] ح - آشوب

که نارم سرگِری هیچ راهی / که من هم زین نمد دارم[1] کلاهی

کسی کز راستی بینم شمارش / مراد او رسانم در کنارش

صنم کش نیش هجران ناوکی بود / درین اندیشه با خسرو[2] یکی بود

چو خوبان یافتند این استواری / زبانها باز رست از پرده داری

ز مستی و خوشی با دلبر[3] خویش / برون میداد هر یک گوهر خویش

نسیم اوّل بطیبت غنچه بشگافت / که دی[4] بادِ بهار آنسو گذر یافت

مرا از خود ربوده طرفه کاری / که بر باید نسیمی را بهاری[5]

بهار از سوی دیگر گفت خندان / که بستان بی نسیمی هست زندان

اگر بر بوی اویم نیست بیمی / که باشد هر بهاری را نسیمی

در آمد لاله[6] رنگین بگفتار / که می گشتم سحرگاهان بگلزار

دلم را سوسنی[7] بگرفت در زیر / زبانم داد و بر من راند شمشیر

بآزادی زبان بگشاد سوسن / که در باغی شدم با بختِ روشن

بجامِ لاله عشرت ساز گشتم / قدح ناخورده بیخود باز گشتم

سخن را رنگ و بوی داد گلرنگ[8] / که در مستی بگلناری[9] زدم چنگ

چو شد در مغز ازان گلنار بویم / روان شد اشکِ گلناری بر ویم

---

۱ کلاه نمد کلاه درویشانه و در اینجا مراد آن که من ازین حالت خبری دارم - ایشر ۲ موافق ن۳ ح - بجسر ن۴ ق - که وی ۵ نام کنیز ۶ نام غلام ۷ نام کنیز
۸ نام غلام ۹ نام کنیز

بخنده گفت گلنارِ شکرخند | که بر جان بارِ جرمِ عشق تا چند
نه دل آنکس بسینه سنگ دارد | که صبر از عاشقِ گلرنگ دارد
چو شانه صد زبان بگشاد شمشاد[1] | که آمد ساقی و دولت بمن شاد
زلالی[2] ریخت اندر کامِ من نوش | که کردم چشمهٔ حیوان فراموش
زلالِ خوش زبان بگشاد کامروز | گذشتم بر یکے جوئے دل افروز
رسیدم زیر شمشادے که جستم | چو بنشستم پایش از خود[3] دست شستم
چو دورِ کوثر[4] آمد گفت کامشب | بشادی جام را کرده لبالب
گلابی[5] یافت با من آشنائی | که ناممکن بود از وے جدائی
گلاب صاف گفت آن آشنا را | که در شیشه مکن زینگونه ما را
گلابی[6] را رسد نیکو بیندیش | که در کوثر چکاند قطرهٔ خویش
برون داد انور[7] از دل چشمهٔ نور | که خوابم نیست در شبهائے دیجور
چنان شد دیده در پروین[8] اسیرم | که گر پروین نهان گردد بمیرم
بخنده گفت پروین کز تک و تاخت | چو دولت چشم انور بر من انداخت
جمالِ من از و نورے بکف کرد | که مه با نور خویش از وی شرف کرد
سخن برداشت میمونِ[9] خجسته | که بودم شادمان روزے نشسته

---

[1] نام غلام [2] نام کنیز [3] بیخود گردیدم [4] نام کنیز [5] نام غلام
[6] ق۔ گلابے کے بود نیکو بیندیش [7] نام غلام [8] نام کنیز [9] نام غلام

همای[1] سایه کرد از اوج بر خاک — که من میمون شدم زان سایهٔ پاک

همای بخت[2] فرخ گفت کاری — فسون در خور بود با سایه داری

چو میمونی تواند بود جائی — که ماند استخوانی از همائی

لب نوشاد[3] نیز از شادی نو — ز سرو تازه کرد آزادی نو

که جانم را ز شادی ناگزیر است — که از بختم نشاط[4] در ضمیر است

نشاط از عشق پنهان پرده بگشاد — که غم های کهن دارم ز نوشاد

دلش از من نشاط آباد خوانند — مرا از وی بت نوشاد خوانند

بزاری خنده زد طاوس[5] کافسوس — که بی مینو بماند زنده طاوس

نه چون طاوس گشتم گم درین باد — بجز مینو رسد شخصی بفریاد

درآمد حور مینو نام در گفت — که مینو کی شود طاوس را جفت

رقیب من که مینو را همه خار — مگر رضوان که هم دیوست و هم مار

سخن برداشت جوزا[6] کاندرین دل — مرا سیاره[7] کرده است منزل

سعادت بین که چون در ماه درآید — همان سیاره در جوزا درآید

بجوزا کرد رو سیاره و گفت — که جوزا به بود سیاره را جفت

من آن سیاره ام کاندر روائی — ز جوزا دارم اوج روشنائی

۱ـ نام کنیز ۲ـ ن ح ـ اوج اختر ۳ـ نام غلام ۴ـ نام کنیز ۵ـ نام غلام
۶ـ نام غلام ۷ـ نام کنیز

چو دور آمد بشاپورِ سخن گوئے   رواں کرد از لطافت آب در جوئے

که در خوابم نمود است آسمان دوش   که گوی مشتری[1] دارم در آغوش

مرا زیں یارِ خوش نیک اختری باد   عطارد را قرانِ مشتری باد

بپاسخ گفت ماهِ مشتری نام   کزیں افسوں نگردد مشتری رام

که پارد[2] کرد سوئے مشتری راه   مگر بر آسماں خورشید یا ماه

بزیبائی منم آں نقشِ جماش[3]   که سویم ره نیابد هیچ نقّاش

همه را نقش بر ایواں نگارند   ولے نقشِ مرا بر جاں نگارند

چو آمد نوبتِ پرویز در گفت   صدف بکشاد و مروارید بسفت

که بود اندر کمینِ فتنه جائے   نشسته در رزه[4] صید اژدهائے

زره[5] شیریں نگارے باز خوردش   بشیرینی شکارِ خویش کردش

منم آں اژدهائے آهنیں چنگ   که شیریں کرد نخچیرم به نیرنگ

دگر خود اژدها گیرد اسیرم   چو شیریں جانِ من باشد نیرم

ز شیریں نام آں شیریں زبان ست   ازاں[6] شیرینش میخوانم که جان ست

مگر شیریں ازاں خوانند جاں را   که چیزے ماند آں شیریں بیاں[7] را

لبِ شیریں چو پاسخ را عناں داد   زباں را در سخن پیوند جاں داد

---

۱ نام کنیز   ۲ میتواں کرد   ۳ کسیکه در بازی غالب بود و بهم بمعنی شوخ و دلیر

ن۴ ق - برسر   ن۵ ق - بره شیر شکاری   ن۶ ح - دلے   ن۷ ق - تا نه بیاں

اجازت داد از چشم دغا باز — که باشد غمزه را دستوری ناز

بشوخی کرد بازار سخن گرم — بگفت اندر میان شوخی و شرم

که شیر افگن غزالے بوده ام مست — بسے ناوک زناں را برده از دست

قضا دا آهوکشی را سوئے من رائے — بیک تیر خدنگم دوخت بر جائے

چناں دانم گزاں پیکان شیریں — نخواهد برد شیریں جان شیریں

ازیں بیش از فراغ بخت دلشاد — دلم آسوده بود و جانم آزاد

جوانی عشق بازی را صلا داد — شکیبم را بتاراج بلا داد

چو دل بر دست یارم شد گرفتار — کنوں چشم من و خاک رهِ[۱] یار

گرم گردن بتابد چرخ کج رو — نتابم گردن از فرمان خسرو

نظر سوئے صلاحم بود چنداں — که با من بود رائے هوشمنداں

خرد را چوں ز من پوشیده شد نام — چه تحسیں بر من از خلق و چه دشنام

چو راضی گشت بر شمشیر جانم — چه باک آید ز شمشیر زبانم

مرا با دوست بودن[۲] نرگزافست — گرم دشمن بدے گوید معافست

امید نام نیک از عشق خامیست — چو عشق آمد چه جای نیک نامیست

بعشق آں کو ز گفت وگوئے ترسد — چه میخوارے بود کز بوئے ترسد

بر آنکس نام غواصی بود زرق — که هم دُر جوید و هم ترسد از غرق

ن[۱] ح۔ در   ن[۲] ح۔ نه گزافست

کسے کاندیشد از غوغائے زنبور — بہ بیند انگبیں را لیکن از دور
چو گل چیند کسے از مرغزارے — گریزش کے بود از آسیب خارے
شہنشہ کز طریقِ مہربانی — ز شیریں یافت ایں شیریں زبانی
بسجدہ پائے شیریں تاج سر کرد — کفِ پایش بہ بوسہ پُر شکر کرد
بزاری گفت جائے بوسہ دانم — ولے آنجا دلیری کے توانم
کجا بختِ من آں سر پنجہ دارد — کہ لعلت را بہ بوسہ رنجہ دارد
اگر اندیشہ گردد[1] وہم عنانت — ببوسم جز بدستوری دہانت
شکر لب زاں نوازشہائے چوں نوش — نہادہ گوش و می شد حلقہ در گوش
دل از مہرش چو شد یکبارگی گرم — می از طبعش بشست آلایشِ شرم
ستد جامِ شراب از دستِ ساقی — و مے[2] خورد و بخسرو داد باقی
کہ من چوں چاشنی گیرم ازیں جام — ازاں کن چاشنیِ لعلِ من دام
دو بوسے زاں بنوش و باز بستاں — یکے وامم دہ و صد باز بستاں
دہاں زاں جام در جلاب تر گیر — ازاں می و ز لبِ من نقل بر گیر
نشاط انگیزیِ آں جامِ پُر نوش — ملک را بُرد بیش از چاشنی ہوش
بصد ذوق آں نہالِ رُوح پرورد — ستد زاں شوخ وہم بر روئے او خورد
ز دریا گرچہ نشکستے خمارش — بداں یک جرعہ رفت از دست کارش

---

[1] ق - می گیرد [2] یک جرعہ

چو بادہ بر رخِ خوباں خورد کس　　بود دریاکشی را جرعہ بس

نشاید عاشقاں را مے پرستی　　کزاں دیوانگی خیزد نہ مستی

شراب و عاشقی چوں شد بہم یار　　معاذ اللہ برسوائی کشد کار

بجائے کاتش اندر خرمن افتد　　کجا میرد چو در وے روغن افتد

چو خورداں بادہ را مستِ جگر خوار　　بدستوری شد از شیریں شکر خوار

دہاں را بر دہانش ہم نفس کرد　　لبش بوسید وہم بر بوسہ بس کرد

لبش خوش بود وہم زلالیش جام　　اگرچہ تر نگشت از شربتش کام

چناں وقت خوش و عیشِ دل افروز　　بزیبائی شبے خوشتر ز نوروز

دو یارِ نازنیں در بادہ ہم دست　　جوان و عاشق و دیوانہ و مست

ز مقصود آنچہ باید در نظرگاہ　　غم و اندیشہ زحمت بردہ از راہ

گہے جستند از مے جاں نوازی　　گہے کردند باہم بوسہ بازی

گہے سر پیش یکدیگر نہادند　　گہے در پائے یکدیگر فتادند

گہ از جاروبِ مژگاں خاک رفتند　　گہے ز الماسِ دنداں لعل سفتند

گہ آں در زلف ایں شبگیر کردے　　بگردن زلف را زنجیر کردے

گہے ایں جعد او بکشادے از ناز　　دلِ درماندہ را کردے گرہ باز

گہ ایں جستے از آں خونِ دلِ تنگ　　بدیں دعوی زدے در دامنش چنگ

گہ آں با ایں عتاب اندیش گشتے　　شفاعت خواہ جرمِ خویش گشتے

گر این افسانہائے ناز گفتے　　زہجران سرگزشتے باز گفتے

گہ آن از دل برون دادے ہوائے　　بگریہ باز راندے ماجرائے

دران مجلس کہ بود از عشق بازار　　خرد در خواب بود و فتنہ بیدار

زبس عشرت ہمہ شب تا سحرگاہ　　بہشتِ این جہانے بود خرگاہ

عقد خواستن خسرو دختران را برائے مشتاقانِ خود

چو خندان گشت صبحِ عالم افروز　　زمانہ داد شب را مژدۂ روز

نماند اندر فلک ز انجم نشانے　　بہ نیلوفر بدل شد گلستانے

ملک بر وعدۂ دوشینہ برخاست　　حریفان پیش خواند و مجلس آراست

درآمد باربد بر نسبتِ دوش　　نوائے ارغنون و نغمۂ نوش

خمارِ عشق بازی در سر افتاد　　دل از جوشِ شراب از پا[1] در افتاد

اشارت کرد خواندن موبدان را　　ہمہ کارآگہان[2] و بخردان را

چو مجلس[3] ساز شد خسرو چنین گفت　　کہ گردد ہر دُرے با گوہری جفت

کسے کز عشق کس باشد خیالش　　شود ہمسر بکابینِ حلالش

بفرمانِ دو صاحب چارہ سازان　　ہمی جستند راز عشق بازان

ہمیکردند یک یک را فراہم　　دو گانرا عقد می بستند باہم

---

۱ بیکار شدہ　　۲ ح۔ دانندگان　　۳ ح۔ خردمندان چو گشتند انجمن

چو گشت آسوده خاطرها ز پیوند ‌ ‌ ‌ ببوے وصل دلها گشت خورسند

ملک در پیش شیریں زار بگریست ‌ ‌ ‌ که چند از یکدگر فارغ تواں زیست

نه پاینده است بر مردم جوانی ‌ ‌ ‌ نه کس را اعتمادِ زندگانی

چو اسبابِ جوانی رخت بربست ‌ ‌ ‌ سبل[1] گردد بچشمِ نرگسِ مست

گل از بو گرچه باشد نامهٔ مشک ‌ ‌ ‌ چو شد پژمرده خاشاکے بود خشک

بمحرومی مکش یارِ چنیں را ‌ ‌ ‌ غنیمت دار بازارِ چنیں را

چه بخت ست اینکه چوں من بادشاہے ‌ ‌ ‌ بود محتاجِ رویت چوں گدائے

کنونم ده زکوٰة خوبیِ خویش ‌ ‌ ‌ که فردا من غنی[2] گردم تو درویش

روا باشد که رویت قبلهٔ حور ‌ ‌ ‌ منت می بینم[3] و مے میرم از دور

مگس گر جاں[4] کند در جامِ جلّاب ‌ ‌ ‌ به از گریه است در دکانِ قصّاب

زلال آں به بود کز لب رود[5] زیر ‌ ‌ ‌ که از دیدن نگردد آدمی سیر

ازاں جوے که نتواں خوردن آبے ‌ ‌ ‌ هلاکِ تشنه[6] را باشد سرابے

دریں دولت که گردوں پایهٔ ماست ‌ ‌ ‌ زمیں تا آسماں در سایهٔ ماست

سریرِ ما که دارد بر جهاں دست ‌ ‌ ‌ درو جز نیستی دیگر همه هست

چرا نقدِ رضا در بند داریم ‌ ‌ ‌ به نسیه خویش را خورسند داریم

بیا تا با هم از بختِ جهانگیر ‌ ‌ ‌ در آمیزیم همچوں شکّر و شیر

---

[1] نام مرض چشم   [2] ح۔ سبک نیز زد   [3] ح۔ می میرم و مے بینم   [4] ح۔ کو   [5] ح۔ شود   [6] ح۔ شوق

زسودا بہ کہ مردم سود گیرد | کہ سود اندیش در اندیشہ میرد

قناعت را کہ قیمت ہست بسیار | زمن پرمایہ تر نبود خریدار

تو بر مفگن کہ بس میموں درختم | بہ پشتِ پا مکن دُورم کہ بختم

پاسخِ شیریں بخسرو

شکر پاسخ زشکر بند بکشاد | بپاسخ لعل شکر خند بکشاد

کہ بخت آں روز ما را داد مایہ | کہ اقبالِ تو ما را کرد سایہ

کہ باشم من بخدمت زیردستے | کنیزانِ ترا آئین[1] پرستے

نہ چنداں قیمتے دارد متاعم | کہ رنجد گوشِ دلال از صداعم

وگر نزدِ تو قدرے دارد ایں خاک | بمژگاں روبم از راہِ تو خاشاک

گرم در حجلۂ خدمت دہی راہ | کنیزے را کنی مقبولِ درگاہ

ور از تو خویش را مہجور بینم | ہمت چوں آفتاب از دور بینم

گر از تو دور بودن رائے دارم | چہ پنداری کہ دل برجائے دارم

بجانِ تو کہ جاں پیشت بصد داغ | ازاں بہتر[2] کہ بے روی تو در باغ

غمت من دانم و ایں جانِ خونی | تو ہم دانی کہ در جانم درونی

گر از من میروی چوں گل بہ بستاں | تو از دل دور می مانی من از جاں

---

[1] خدمتگار   [2] شرکت کے ساتھ وحدت سبحان اللہ

ولیک اینست خود سودای شیرین | که شربت آرد از حلوای شیرین
بزرگاں گفته اند این نکته دیرست | که هر کو سیر باشد زود سیرست
کسے کورا بود صد کاسه در پیش | بیک سکبا کجا بندد دلِ خویش
کسے کو شربتی هر دم کند نوش | تواند سرکه را کردن فراموش
چو مرغے خرمنے بیند بهر گام | بیک دانه دلش کے گیرد آرام
چرا گل دامن از بلبل نچیند | که هر دم بر گلِ دیگر نشیند
من آں سرچشمهٔ شیرین گوارم | که آبِ زندگانی نام دارم
تو میخواهی بجویم راه جوئی | بنوشی شربتے و دست شوئی
بگو تا در کشم دست از عنایت | غبارِ خود برویم ز استانت
کنم در خاکِ خواری منزلِ خویش | نهم سنگِ صبوری بر دلِ ریش
کشم در دامنِ اندیشه پائے | ز دورت بینم و خوانم دعائے
وگر بر من زند بے طاقتی راه | کنم نظاره در خورشید و در ماه
کیم من مقنع اندازِ قصب پوش | که خوانم با کله داراں زند جوش

ن[۱] ق - که سیری دارد [۲] بکسر سین و سکون کاف و بائے موحده قسمی از طعام که به بلغور گندم و سرکه و نبات و گوشت و کشمش تیار سازند ن[۳] ح - در ن[۴] ح - خرمن [۵] توارد بمصرعه شیخ سعدی است که هر دم بر گلِ دیگر سراید - و هم ازینجا فرق زبان ظاهر میگردد و ن[۶] ح - بچشمه ن[۷] ح - بنوشی ن[۸] ق - کنم من مقنع اندازی [۹] جامه ایست ابریشمی و درینجا مراد از قصب پوش کسیکه جامه از پوست نے دارد که پوشش گدایانست

بآتش در مزن جوشیده[1] را — مکن بے پرده روپوشیده را

کہ من گرچہ زہم کار آزمایم — رہا کن تات بسیار آزمایم

تو ہم دانی کہ من چوں در تو دیدم — دو عالم دادم و مہرت خریدم

ندانم[2] یاد روزے در خیالت — کہ بودم خالی از یاد جمالت

اگر جز من کسی بودے دریں سوز — نماندے زندہ زیں درد جگر سوز

تو عصمت بیں کہ با ایں بیقراری — چہ ساں کردم ز تو پرہیزگاری

گلے از باغ وصلم[3] بر نچیدی — بجز نظارہ گرد دور دیدی

مرادے کت بروے من خجل کرد — گناہی بود نتوانم بحل[4] کرد

دو بوس[5] از لعل من کامد وبالت[6] — حرامم باد گر دارم حلالت

حلال آن شد کہ با من چند گاہے — بحرمت[7] باشد از دورت نگاہے

گرت زحمت بود ز اندیشۂ خام — چو کام خود بگیری[8] گیری آرام

ورت بجست سودائے کہ داری — بیابی خود تمنائے کہ داری

مرا نیز اعتمادے باشد از بخت — کہ آساں نگسلد پیچے کہ شد سخت

بنائے دوستی چوں محکم افتد — خلل ز آسیب دورانش کم افتد

چناں پیوند کن[9] مہر ابد را — کہ در وے رہ نماند چشم بد را

ن[1] ح۔ خورشیده ن[2] ح۔ ندارم ن[3] ح۔ کم [4] بکسرتین عفو و معاف ن[5] ح۔ دو بوسے کاشتم آمد [6] گراں و دشوار [7] عزت و ارجمندی ن[8] ح۔ نیابی گیرم ن[9] ح۔ شد

ملک گفتا کہ بر یاران جانی | بدین غایت نشاید بدگمانی[۱]
مرا کاندیشهٔ آن روی چون ماه | رساند بر فلک هر شب علی الله
ازان گوشہ ز سودای جمالت | یکے شد ہستی من با خیالت
کہ چون در خاک گم گردد نشانم | دہد بوی تو خاک استخوانم
ہم اوّل بر سر من بود تقدیر | کہ در جانم چکد مہر تو با شیر
چو با شیر این ہوس رفتست در کام | ز تن با جان من آید بنا کام
دو جان اگر ازل با ہم وصالست | کنون از ہم جدا کردن محالست
نہ مرغ را بود صبر از گل و بید | کہ نیلوفر[۲] نتابد روز خورشید
نہ کم گردد کس را ذوق جلاب | نہ ماہی زندہ داند بود بی آب
نہ بینم تازہ ماند سبزهٔ تو | نہ بی شیرین تواند بود خسرو
چرا باید[۳] کہ آخر چون تو یارے | ز من جز دوستی گیرد شمارے
نکو گفتند دانایان[۴] پرخواست | کہ دل را دل بود آئینہ راست
دو آئینہ چو رو در رو بہ بندند | ز یکدیگر خیال راست بندند
خیال راست بایستے کہ در تن | من از موم آئینہ دارم نہ زآہن
میفکن بر دل از دوری خراشم | مکش ہر دم بزخم[۵] دور باشم

---

[۱] دیدہ و فغان [۲] ن ح۔ نہ نیلوفر نتابد [۳] نتیجہ اشکال سابقہ [۴] ن ح۔ نکو گفت دانایان بجاست غالباً معنی دانایان پردہ دار و اہل محبت باشد۔ مگر بنظر نیامد۔ اسیر [۵] اے دور شو

من از بهرِ هلاکِ خویشتن فرد | تو پنداری که گردد خاطرم سرد
دلِ من کاتشش هرگز نمیرد | ندانم[1] خود که سردی چون پذیرد
چو عزت[2] داری از خواری بیندیش | مگر کانروز[3] خواری نایدت پیش
غمِ روزی که در روے سوز باشد | همان روزی خوری کانروز باشد
چو پیش از غم دل از غم خاک باشد | همه عمر آدمی غمناک باشد
بشادی غم مخور چندین بیکبار | ز بهرِ روزِ غم چیزے نگهدار
کسے کز آفرینش بے گزندست[4] | همه وقت و همه جا سربلندست[5]
گر آرد کس که یاقوتِ[6] خطرناک | ز درج زر فتد بر دامنِ خاک
درے کان تاج سلطان را فروزد | کسے در بند تعلیقش ندوزد
زرے کاین عزت[8] شد شمارش | کسے هرگز تواند کرد خوارش
بسے زینگونه نقل افشاند پرویز | حریفِ[9] گرم دل نشکست پرهیز
خجالت در دلِ خسرو اثر کرد | بزانو سر نهاد و دیده تر کرد
دل از شیرین شده یکبار نومید | برفت از تاب چون مه پیشِ خورشید
بخشم از پهلوے دلدار برخاست | جنیبت جست و ساز[10] رفتن آراست
سوے مشکوے مشک آلود شد تند | ز شیرین کرد دندانِ بوس کند

ن۱ ح - بگویم خود که چون سردی   ن۲ ح - چو عشرت   ن۳ ح - مگر کانروز خواری آیدت پیش
ن۴ ح - سربندست   ن۵ ح - ارجمندست   ن۶ ق - گز   ۷ معنی: قوت بیش بها نظر نیاید
ن۸ ح - عشرت   ن۹ ق - حریف گرم را بشکست پرهیز   ن۱۰ ق - راه

زِ زلفِ او گره‌ها داشت[1] با خویش — یکی در ابرو و ده در دلِ خویش

غزالان خاکبوسان پیش رفتند — سوئے فرمانروائے خویش رفتند

نه کس را[2] دید و نه با کس سخن گفت — زِ مرکب جَست بر بستر[3] فرو خفت

اگر از خوشدلی خسپد همه چیز — بسے باشد که خواب آید زِ غم نیز

بخفتن گرچه راحت یار باشد — ولیکن خوابِ غم دشوار باشد

چو عاشق می[4] نخسپد یک زمان هم — دمے گر[5] خفت بیدار است آنهم

درست اندوهِ بیماران نداند — که خفته حالِ بیداران نداند

چو سر بر کرد ازان خوابِ سحرگاه[6] — بنومیدی برآورد از جگر آه

بباده گرچه لب مشغول بودش — دل از عیش و طرب معزول بودش

زِ مژگان سیلِ آتشناک میریخت — جگر میخورد و خون بر خاک میریخت

مے اندیشه را پرواز میداد — لبش میخورد و چشمش باز میداد

نصیحت کردنِ شاپور خسرو را بهجت شیرین و دلالت کردنِ شکر

سخن پرداز گویائی خردمند — چنین بر داشت از دُرجِ گهربند

که چون خسرو زِ یارِ عصمت اندیش — بشکوے خود آمد با دلِ ریش

---

[1] ق-کرد [2] ح-نه در کس [3] ق-در بالیس [4] شب [5] ق-گو [6] ق-جگرکاه

ز سوز سینه ماند افتاده رنجور — چو تشنه کز لب کوثر شود دور

بشکلو چند گاهی بود غمناک — دلش چون دامن و دامن چو دل چاک

ز غم خوردن چو رفت از کف عنانش — ز شکلو میل صحرا کرد جانش

به آهنگ شکار از خانه برخاست — بدولت خانهٔ زین منزل آراست

روان شد با غلام چند دلخواه — که بودندی بخدمت گاه و بیگاه

ندیم خاص شاپور خردمند — بهمراهی سخن را نکته[1] پیوند

فرو گفتی بچستی هر زمانی — بر آیین ندیمان داستانی

بافسون برگشادی مشکلش را — تهی کردی ز غم لختی دلش را

که تا گردون گردان را روائی[2] است — بنای کار او بر بیوفائی است[3]

نیارد هیچکس را شاد دیدن — نه یک دل را از رنج آزاد دیدن

ازان بهتر نداند[4] کوشش کار — که یاری را جدا گرداند از یار

جوابش باز گفتی خسرو از درد — که با تقدیر نتوان داوری کرد

اگر شیرین ز راه بیوفائی — برید از آشنایان آشنائی

مگو کین تلخ از شیرین نکو نیست — که عیب از خوی بدخویست از و نیست

بهر نیک و بدی کاندر میانست — گنه بر بخت و تهمت بر زمانست

چو تلخی میکند بخت نژندم[5] — گنه بر گیسوی شیرین چه بندم

---

[1] با بدل اضافت [2] رواج و رونق [3] نسخ - بینوائی ست [4] نسخ - ندارد [5] خوار و واژگون

چو در قرابه[۱] نبود باده باقی ‌‌ ‌ شکایت چوں تواں کردن ز ساقی

چو باراں قطرهٔ نفشاند از غیب ‌ ‌ ‌ اگر بستاں نخندد چوں کنم عیب

چو شب نبود چراغِ خانه را نور ‌ ‌ ‌ اگر دیده نه بیند هست معذور

بسے زیں فتنه میگردم کراں[۲] گیر ‌ ‌ ‌ چو بادل بس نمی آیم چه تدبیر

میانِ شاه و شاپور از شکایت ‌ ‌ ‌ فراواں زیں نمط بودے حکایت

هر آتش کز دلِ شه بر زدے تاب ‌ ‌ ‌ رواں[۳] شاپور بر وے ریختے آب

بسے سودا چو زینساں در سر افتاد ‌ ‌ ‌ سخن در خوبیٔ خوباں در افتاد

ملک گفتا که دارد کس ز عشاق ‌ ‌ ‌ بتی شیریں تر از شیریں در آفاق

کزاں گاهی که من هستی گزیدم ‌ ‌ ‌ بتے[ن ۱۲] چوں او به شیرینی ندیدم

بپاسخ گفت شاپورِ سخن سنج ‌ ‌ ‌ که اے در هفت[۴] کشور نوبت پنج

بلذت گرچه شیریں هست چوں نوش ‌ ‌ ‌ ترا شیریں تر ست از جانِ پرجوش

چو طبع از عشق باشد ناشکیبا ‌ ‌ ‌ نماید نقشِ مفرش[۵] نقشِ دیبا

ز آتش گاهِ سرما خوش بود تاب ‌ ‌ ‌ بقدرِ تشنگی شیریں بود آب

گرسنه کش نباشد صبر چنداں ‌ ‌ ‌ خوشش چلقوزه[۶] باشد زیر دنداں

نه من زاں میکنم ایں نکته برکار ‌ ‌ ‌ که شیریں را کم است از حسن بازار

---

۱ شیشه و صراحی باده ‌ ‌ ۲ غالباً بمعنی کناره گیرست که بمعنی جدا باشد ‌ ‌ ۳ زود

ن ۱۲ ح. یکے ‌ ‌ ۴ سیاقة الاعداد ‌ ‌ ۵ جامه خواب ‌ ‌ ۶ نام میوه

چناں سروے کہ در عالم نخیزد | بدش گویم زبانم چوں نریزد
ترا یک روئے او گر صد نگار ست | بچشمِ من یکے زاں صد ہزار ست
تو ہم دانی کہ از دانا و او باش | نداند نقش را کس بہ ز نقّاش
بمعبودے کنم سوگند را یاد ق | کہ نیکی را ازو بود ست بنیاد
کہ در نیکوئی و شیریں زبانی ۲ | بشیریں کاری و شکّردہانی[ن۱]
زمین و آسماں گر باہم آیند ۳ | چو شیریں ہیچ فرزندے نزایند
ولے چوں زد دلِ شہ دردمند ست[ن۲] | وزاں[ن۳] یک رد عالم در گزند ست
صلاحِ دولتِ شاہ آنچہ دانم | ضرورت گفتنی شد تا توانم
عناں گرداں نہ آخر تاجداری | مکن چندیں بتاج و تخت خواری
خللہا[ن۴] یا بد اندر کارِ ما را ہ | کہ دارد طاقتِ رنجِ دل شاہ
مزاجت رہست بہرِ آں بتِ سیم | عیاذاً باللہ[۵] از دیوانگی بیم
نباید جوششِ سودا بیش گردد | خرد را چشمِ بینش ریش گردد
تبہ باشد ازاں در زیرِ نہ طاق | نہ حالِ شہ کہ حالِ جملہ آفاق
بداں دل کو زبوں آورد تن را | زبوں کردن نشاید خویشتن را
ولے گر میل با دشمن شود یار | نہ دل بل دشمنے باشد ستمگار

ن۱ ح۔ شیریں زبانی   ن۲ ق۔ مستمند ست   ن۳ ق۔ ازاں یکدل دو عالم
ن۴۔ خلل می باید   ۵ کلمۂ اجتناب و پرہیز

به است آں دشمنی کو دوست خویست   حذر زاں دشمنی کو دوست رویست

چو نتواں عشرتے با یار کردن   نشاید خویشتن را خوار کردن

چو او را نیست پر پیوند تو رائے   تو نیز از دامنِ عزّت مکش پائے

کسے کو عزّتِ یاری نداند   ز عزّت فرق[ن۱] تا خواری نداند

براں باشد که بازآری دلِ ریش   بخوبانِ دگر داری[ن۲] دلِ خویش

کی سنگیں دل اندر سینهٔ تنگ   کشی دستے بهنجار از تهِ سنگ

چو رفت آں گلبنِ نوخیزت از یاد   همه عالم پرست از سروِ آزاد

چو جاں بر جاست جاناں چند خواهی   چو دولت هست خوباں چند خواهی

دو چیز است اتفاقِ هوشمنداں   ق   گزاں باشد هلاکِ[ن۳] مستمنداں

یکے چوں بیوفا باشد نگارے   ۲   بدل کردن بدیگر گلعذارے

دگر زانجا که عشق آتش کند تیز   ۳   باهنگِ سفر گشتن سبک خیز

کسے کز عاشقی بگسست زنجیر   یکے بس باشدش زیں هر دو تدبیر

مرا خود هست در خاطر همیں چیز   بگویم گر[ن۴] بدل باشد سفر نیز

شنیدم در سپاهاں[ش۵] هست ماهی   بتانِ روم و چیں را قبله گاهی

شکر نامے و شور انگیزِ عشّاق   بشیرینی چو شیریں در جهاں طاق

یگانه دلبرے[ن۶] در رنگ خوئی   ندارد او دوئیم در خوبروئی

ن۱ ح - چو یارے زار شد   ن۲ ح - بندی   ن۳ ح - خلاص

ن۴ ح - کوں   ش۵ اصفهان   ن۶ دلربائی در نکوئی

دو نارنج ترش در حلهٔ نور — بدل نزدیک لیک از دستگه دور[ن۱]

درش ز آشوب مشتاقاں چو محشر — بسے سرگشته سرگردانِ آں در

بزرگانِ جهاں در آرزویش — گدایاں خود کجا بینند رویش

رسند از هر طرف صاحب کلاهاں — خریدار شکر سوے سپاهاں

خیالش دیده را سازند محراب — خزینه بر درش ریزند چوں آب

چو خان[ن۳] و مانِ شاں را کرد تاراج — پس از عمرے نماید رو بمحتاج

همه روز از طریقِ عشق بازی — بنقل مے کند عاشق نوازی

شبانگه سوے مهمانِ پر امید — فرستد سایهٔ بر جاے خورشید

چناں از جام[ن۲] نوشینش کند غرق — که سکبا[۴] را ندانند انگبیں فرق

فریبد همچو طفلِ نازنینش — بانجیرے[۵] برد انگشترینش

دهد زینگونه شبها چوں ظریفاں — کنیزاں را در آغوشِ حریفاں

خود اندر عهدِ عزت شاد ماند — سمن دربند و سرو آزاد ماند

بسے دادند شاهاں قیمتِ[۶] پر — نشد خاریده ز الماس کس آں در

عجائب گوهرے باشد که درکار — بود پوشیده رو با صد خریدار

فراوانش رسید اندر زمانه — ز عشقِ خسرو و شیریں فسانه

ن۱ح - از دوست تر دور — ن۲ح - درجام جوشانش — ن۳ - جان و مال — ۴ے هماں سکبا بکاف عربی قسمے از طعام که تحقیقش گذشت — ۵ے بیک انجیر انگشتری از دست طفل برد مثل هندست — ۶ے قیمتِ بسیار

وفائے شاہ بس کافزون شنیدست   بصد جاں مہر شہ را برگزیدست

زہر آئینہ باجانِ پرسوز   خبرہائے ملک پرسد شب و روز

بجز تو دل بکس مائل ندارد   بجز پیوند تو دردل ندارد

رکابِ دولت ارجمند[1] دریں راہ   تو اندر شب کہ خورشیدی کند ماہ

نہ با شیرین ست شیرینی ہمہ جفت   شکر را نیز شیریں می تواں گفت

گرت جلاب شیرین ست در جام   شکر ہم خوش تو اند کردنت کام

ہمہ مستی نہ با انگور یار ست   کہ آبِ نیشکر ہم مست کار ست

چو گل نبود درمنہ[2] مشک نابست   چراغ اندر دلِ شب آفتابست

شکر نامے کہ از بہرِ ہوس را   بحستست از شکر بسیار کس را

چو در جا تہائے شیرین جا نگہداشت   تو اندر جائے شیریں را نگہداشت

شہنشہ زاں فسونِ رغبت انگیز   شد از بہرِ شدن یکبارگی تیز

ہمہ روز آہوافگن بود در دشت   شبانگہ سوئے مشکو آمد از گشت

دراں سودا کہ بودش فتنہ دلدوز   ہمہ شب پاسِ دل میداشت تا روز

…تنِ خسرو باصفہان و دلالت کردن با شکر اصفہان

چو شد نارنجِ مشرق صبحگاہاں   سفید و سرخ چوں سیبِ سپاہاں

۱؎ … ارزانی

۲؎ بفتحتین گیاہی کہ گلش ہمچو ورم باشد

زمانه گشت ازان تاریخ سازی — مشعبدوار در نارنج بازی

برآمد شمعِ شادروانِ خورشید[1] — فرازِ کرسیِ زر همچو جمشید[2]

بخدمت[3] خواند دستورِ گزین را — ز لعل افشاند لؤلؤی ثمین را

که تنگ آمد دلم زین منظرِ تنگ — دو ماهی سوی صحرا آرم[4] آهنگ

چنان باید که با نیکوترین رای — شوی در ملک و دولت کارفرمای

نگهداری طریقِ نیک خواهی — ندانی غائبم ز اورنگِ شاهی

چو کرد این رهنمونی با خردمند — برآمد بر کمیتِ بادپیوند

همان خاصانِ دولت هم رکیبش — کزیشان طبع بودی ناشکیبش

بهمراهی بزرگ اُمید و شاپور — وز انسو[5] باربد با نای و طنبور

دو اشتر[6] پر ز گوهرهای شهوار — گران در نرخ و در بردن سبکبار

که تا هر جا که خرجش سهل ماند — بدُرّی دخلِ اقلیمی ستاند

هوای دلبرِ نو کرده در دل — همی شد ده بده منزل بمنزل

رها کرده همه ترتیبِ شاهان — درآمد بی سپاه اندر سپاهان

طلب کرد از گذر پوشیده جائی — ز موکب ساختش دولت سرائی

بزرگ اُمید را در حال فرمود — ق — که ره گیرد بدکانِ شکر[7] زود

ن۱ ح - جمشید ن۲ ح - خورشید ن۳ ح - بخلوتِ جست ن۴ ح - وارم

ن۵ - سه تا زن باربد با رود و طنبور ن۶ ق - دو اشتر پر ز گوهرهای غلطان + که کس قیمت نداند هر یکی زان

۷ بصنعت ایهام مراد از دولت خانه شکر

برو سلکی ز مروارید شب تاب | بیک رشته درون صد قطرهٔ آب
رساند تحفهٔ شه بر دلارام | پس آنگاهش دهد پوشیده پیغام
که آمد بهترین پادشاهان | خریدارِ شکر سوی سپاهان
سزد گر برگ مهمان را بسازی | ترا رسم است خود مهمان نوازی
رسولِ کاردان پیغام را برد | بآیینی[1] که در خور بود بسپرد
شکر لب چون پیامِ شاه بشنید | بگوشِ خویش نامِ شاه بشنید
بران دل[2] شد که بیرون افتد از کوی | برهنه پا و سر پوید[3] در آن سوی
از آن شوخی که در چشم سیه داشت | بطنازی عنانِ دل نگهداشت
زجا برخاست با صد بیقراری | چو مه بنشست در شبگون عماری
ز سودای کهن با رغبتِ نو | روان شد تا[4] بمنزلگاهِ خسرو
ملک را خود دو دیده سوی ره بود | که شیرین نوش در خوابگه بود
درآمد تا زمین و دیدش را | بمژگان رُفت خاکِ بارگه را
چو جان را از جمالِ شاه خوش کرد | متاعِ قیمتی[5] را پیش کش کرد
پذیرفت آن همه خسرو کم و بیش | نشاندش از رجمندی[6] پهلوی خویش
تماشا کرد حُسنِ با کمالش | موافق دید با شیرین جمالش

ن۱ح - برآیینی   ن۲ق - جازم   ن۳ق - پرّد   ن۴ح - سوی منزل گاه
ن۵ش ح - خدمتی   ن۶ق - از عزیزی

دمی یاد آمد از پیشینه پیوند ‌‌ ‌ ز شیرین هم بشکر گشت خورسند

صراحی جست و جام باده برداشت ‌ ‌ برود[1] و می دل افتاده برداشت

باهنگ[2] طرب می نوش میکرد ‌ ‌ ازان می خورد و زین در گوش میکرد

نوای باربد بر ماه می شد ‌ ‌ دل زهره ز ره بیراه می شد

برود از هر ترانه آب می رفت ‌ ‌ بهر سو آدمی در خواب می رفت

ظرافتهای شاپور از سر حال ‌ ‌ عطارد را ورق میکرد پامال

بزرگ امید هم در خورده[3] کاری[4] ‌ ‌ ز لب میکرد هر دم شهد باری[5]

شهنشه گاه[6] بودی از ظرافت ‌ ‌ سخن را آب میداد از لطافت

شکر چون[7] نیشکر جانی دگر بود ‌ ‌ که سر تا پا ز شیرینی شکر بود

بجانها می فتاد از چشمش آشوب ‌ ‌ مژه میرفت دلها را بجاروب

دهانش داده چشمش را ولایت[8] ‌ ‌ زبان خاموش مژگان در حکایت

چو معجون شفا داروی زبان را ‌ ‌ به پیوستی جراحتهای جان را

قدح بر کف گرفته عاشقانه ‌ ‌ خویش میریخت از رخ دانه دانه

سوی کو[9] آب برد از دانهٔ خویش ‌ ‌ همانجا دست شست از خانهٔ خویش

میش چون در مزاج طبع ره یافت ‌ ‌ هنر جولان خود را جایگه یافت

---

۱ ح - بزور ‌ ۲ ح - بر ‌ ۳ ح - خورد ‌ ۴ دقیقه سنجی ‌ ۵ ح - شهریاری
۶ ح - کاشفتی بود ‌ ۷ ح - خود ‌ ۸ ولایت دادن حاکم نمودن و قایم مقام خود ساختن
۹ ح - کان

زرامشگرت چنگ خوش آواز | رواں دستے فرود آورد در ساز
نوارا بر طریقے ساز میکرد | کہ گوش یار بدرا باز میکرد
چو شد پرداختہ ترتیب سازش | نوازش یافت لحن جاں نوازش
بلند و خوش نوائے کرد پرکار | کزاں شد فتنہائے خفتہ بیدار
بنوک غمزہ مروارید می سفت | کہ شادروان مروارید می گفت
نوا چوں گفتہ شد بکشاد نو نو[1] | زراہ خسروانی عشق خسرو
بروں برد از دل جوشاں خلل را | زجوش دل برآورد ایں غزل[2] را

غزل سرائے شکر در مجلس خسرو

چہ فرخ روزگارے[3] باشد آنروز | کہ گردد ہمنشیں یار دل[4] افروز
ہمہ سرمایۂ عشرت مہیا | زموج شادمانی دل چو دریا
مراد خوشدلی و کامرانی | نشاط و عیش و آغاز جوانی
کسے راکیں ہمہ یکجا دہد دست | گراز دولت بنازد جائے آں ہست
مراکیں دولت امروزست در چنگ | بدولت چوں ننوشم جام گلرنگ
زما چوں بردولت روز بدرا | غنیمت داشت باید روز خودرا

---

[1] ل ن ح - جو جو
[2] درینجا غزل مطلق مراد از نظم عاشقانہ است
[3] ل ن ح - ساعتے باشد دراں روز
[4] ل ن ح - دو یار دلسوز

کسے را زندہ گیر اندر دلِ خویش / کہ بردارد نصیب از حالِ خویش

کسے کز مدبری بد حال باشد / نباشد زندہ گر صد سال باشد

مُرادِ زندگانی کامرانی ست / چو آں نبود چہ جائے زندگانی ست[1]

بشادی کوش گر سرمایہ داری / بقا چندست کاندر غم گزاری

زماں چوں رفت دیگر یافت نتواں / عنانِ زندگانی تافت نتواں

ز سالِ رفتہ نتواں یافتن روز / نہ دے را باز گردانیدن امروز

دریں شیشہ کہ زہرش در شراب ست / جہانے زاں[2] بہر دورے خراب ست

کسے را باشد آں شربت گواراں[3] / کہ داند خوردنش بر روئے یاراں

تو چوں عقل و دلِ چالاک داری / بخور کیں زہروان[4] تریاک داری

تہی دل کو بہ بحر و می زبونست / چہ داند لذّتِ عالم کہ چونست

نہ ہر لذّت سزائے ہر زبانیست / نہ ہر میوہ برائے ہر دہانیست

سزائے کام ہر کس نیست ہر چیز / نہ سگ خرما خورد نہ گربہ کشنیز

شکارِ صیدِ کنجشک آمد انجیر / بمیرد چوں سگ[5] پستاں خورد شیر

خرے کو روزی اندر خاک جوید / گرش ریحاں دہی خاشاک جوید

تو گرم و دم مزاجی لقمہ خور پاک / رہا کن کژ[6] مزاجاں را بخاشاک

---

[1] ح - کش در غمگساری   [2] ح - زد   [3] نون زاید   [4] ق - زہرہ وان   [5] سگ پتس شربت لعاب دار دبشکل پستان سگ کہ بہ پستان شہرت دارد و از شیر و کنجشک را گرفتار کنند   [6] ح - خرمزاجان را

چو نگذارد جهان در کام[ن۱] راندن | بزعم او بباید کام راندن
چو خوی روزگار آمد حرونی[۲] | نشاید کرد با دشمن زبونی
کسی را کو فتد با مشت زن جنگ | قدم بی سنگ[ن۳] باید دست بر سنگ
چو سگ در کوچه دندان خای[۴] باشد | بروزن[۵] بانگ تا بر جای[ن۶] باشد
نه پا بر سنگ باید سنگ[ن۷] در دست | چو پا بر سنگ[۸] آمد او فتی پست
حریفی کو زبون آید ز تقدیر | زبونان نیز گردندش زبون گیر
مگس چندان که جست از کنج دیوار | نرست از عنکبوتان آخر کار[ن۹]
چو خواهی کاسمان را گوش مالی | مباش از کیمیای هوش خالی
چو با بیش از خودی گردن فرازی | بهنجارش توانی[ن۱۰] داد بازی
چو باقی نیست کس در گردش دهر | خوش آن کز شادمانی باشدش بهر
خوریم امروز آب با صفا را | که فردا خاک خواهد خورد ما را
گرت نقدیست امروزش بخور خوش | مشو بر نسیه[ن۱۱] فردا مشوش
ترا کامروز عیش آسوده باشد | غم فردا خوری بیهوده باشد
بسا کس کانده فردا کشیدند | که دی مردند و فردا ندیدند
پس آن بهتر درین دیرینه بنیاد | که داری دل بروی دوستان شاد

ن۱ ق - آرام ۲ سرکشی ن۳ ق - قدم بر سنگ ۴ غضبناک ۵ آواز زدن
ن۶ ح - بر تا جای ن۷ ق - بگاه جنگ بر سنگ آیدت دست ۸ پا بر سنگ آمدن افتادن
ن۹ ح - مگس خوار ن۱۰ ح - تواند ن۱۱ ح - زاندیشه

بود عالم بروئے دوستاں خوش　　　که باشد از ریاحیں بوستاں خوش

خبر[1] گویند زآب و سبزه ہر کس　　　جمالِ دوستاں نزدیکِ من بس

چو مہمانِ نو[2] آمد خسرو امروز　　　مبارکباد اقبالِ نو امروز

شکر چوں زیں ترانه باز پرداخت　　　حریفاں را غلامِ خویشتن ساخت

ملک زاں سرودِ[3] شکریں ساز　　　شکر در عشق با شیریں شد انباز

بعشق اندر دوئی ہر چند خوش نیست　　　که در مے چاشنی از قند خوش نیست

ولے چوں شہ بجاں بود از غمِ دوست　　　خلاصِ جانِ خود مے جست[4] در پوست

بدل میکرد یارے را بیارے　　　بسوزن میکشد از پائے خارے

بردنِ شکر خسرو را بخانۂ خویش جہتِ مہمانی

چو گیتی گرد صافِ خویش را درد　　　سپہرِ بوالعجب خنجر فرو خورد[5]

بصد خواہش گری شہ را پری روئے　　　بعشرت گاہِ خود شد میہماں جوئے

شہنشہ نیز نگذشت از رضایش　　　بمہماں رفت در مہماں سرایش

کنیزاں سیمئے او از ہر کرانہ　　　نثارے ریختندش خسروانہ

شکر فرمود تا ہر ماہ روئے　　　حریفے را برد مہماں بسوئے

ن۱ ح - بصرجویند　　ن۲ ق - تو　　ن۳ ح - درود　　ن۴ ح - میداشت

ن۵ ح - برد

چو هر گل[1] ساخت با هر بلبلِ خویش ‌‌ ملک بس ماند وا رامِ دلِ خویش
بران دل شد که آرد تنگ در بر ‌‌ خورد زان شاخِ نازک میوهٔ تر
شکر گفتا که چون من هم[2] برانم ‌‌ که باقی عمر دولت با تو رانم
تو هم بهرِ دلِ من گر تو دانی ‌‌ حدیثم[3] گوش کن دیگر تو دانی
شهنشه زان حدیث آمد بخود باز ‌‌ صنم برداشت مهر از حقهٔ راز
که گر خسرو نداند داند آفاق ‌‌ که من چون رستم از غوغای عشاق
چه شیر از ره افگندم اینجا ‌‌ چه شاهان را کلاه افگندم اینجا
چه زرها پاک[4] شد بر آستانم ‌‌ چه سرها خاک شد بر آستانم
که با چندین حریفان در برِ[5] من ‌‌ نیالود از لبِ کس ساغرِ من
نه مقصودِ من این بود اندرین کار ‌‌ که رو در پرده دارم پارسا وار
ولیکن بس که نامت می شنیدم ‌‌ هوایت را بصد جان می خریدم
خیالت گرم گرم از جنبشِ درد ‌‌ مرا میکرد میلِ دیگران سرد
غمت ز آسیبِ خلقم دور میداشت ‌‌ همه خلقم بدین معذور میداشت
درین فکرت چه همت ها که بستم ‌‌ که یکدم نیست[6] کز همت نشستم
چه خوش گفت آن که سنگ از تهش سود ‌‌ که همت هست مقناطیسِ مقصود

---

[1] ح- چو هر گل کرد خوش با بلبلے جائے ‌‌ ملک ماند و بهارِ عالم آرائے ‌‌ [2] ح- خود
[3] ح- حدیثے گوش کن زان پس تو دانی ‌‌ [4] ح- چه زرها خاک شد در آستانم
[5] ح- بر در ‌‌ [6] ح- پشت از

چو مرغ بیضه را زیرِ پر آورد | بهمت مرده را جاں در بر آورد

کنوں اقبال کرد آں کارسازی | که از وصلت کنم گردن فرازی

روا باشد که چندیں کرده پرہیز | سرانجام از فساد آتش کنم تیز

چو بینی زیرِ دامن عقدِ من سست | بعقدِ من کجا دامن کنی چست

همی خواهم[1] که نفقد ز اشتیاقت | بجز تزویج با من اتفاقت

ملک گفتا که هست ایں سهل کارے | بکابینے خوش ارزد[2] چوں تو یارے

همیں دم موبد از را شو طلب گار | که تا فردا ندارم صبرِ ایں کار

صنم گفت ارچه جانم ناصبور است | بیا امشب که فردا هم نه دور است

ملک ناکام ازاں شیریں شکرخند | بآغوشے و بوسے گشت خورسند

عقدِ خسرو با شکر و تزویجِ ایشاں

عروسِ صبحدم چوں پرده برداشت | جهاں را جلوهٔ خود در نظر داشت

سپهر اندر نثارِ جلوه حالی | طبق ہا را ز گوہر کرد خالی

دو کار[3] اُفتادهٔ با چند اُمید | شدند[4] اندر پئے پیوند جاوید

طلب کردند موبد را نهانی | که عقدے بست بر رسمِ معانی

ن۱ ح - مرا خواهی تو کش خواه اشتیاقت + که بے تزویج دورم ز اتفاقت   ن۲ ح - بیرزد

ن۳ ح - دو کار اُفتاده کهتر با صد اُمید   ن۴ - شده

چو شد شرط زناشوئی همه راست | مراد آماده گشت و داوری خاست

ملک در پرده با دلدار بنشست | بتاراج شکر شد طوطی مست

درو پیچید چون گل در گیاهی | غلط کردم که در گنج اژدهائی

پر از صد گونه نعمت دید خوانی | درو پالوده و حلوا جهانی [1]

نخست اندر نمک شد چاشنی گیر | نشاند [2] آنگه نواله غرق در شیر

شکر خائیده شد در زیر گاز [3]ش | بحلوا در شد انگشت درازش

بگنج اندخت مارش بهرهٔ خویش | صدف بستد ز باران بهرهٔ خویش

چو شیرین دید شربت را خردمند | فشاند از آب در وی قطرهٔ چند

دمی با دلبر اندر کام دل ماند | دلش آسوده شد چون کام دل راند

شبا روزی کشیده در برش تنگ | همی پیمود ره فرسنگ فرسنگ

بدانسان کرد حلوای [4] شکر نوش | که شد حلوای شیرینش فراموش

خبر یافتن شیرین از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرهاد درآمیختن

خبر شد چون بشیرین مشوش [5] | که خسرو شد بشیرین دگر خوش

---

[1] ای بمقدار یک جهان پالوده و حلوا مهیا بود [2] ح - اندر [3] بکاف فارسی
گلگیر شمع که نوعی از مقراض ست درینجا آلهٔ خسرو پرویز را بآن استعاره نموده
[4] ح - جلاب گلاب بشکر آمیخته [5] پریشان حال

گه از جورِ فلک دلتنگ می بود — گہے با بختِ بد در جنگ می بود

نہ دلداری ز کس نہ یاری از یار — هم از دل[۱] دور مانده هم ز دلدار

دلے و صد هزار اندوه بر دل — ز بے سنگی غمے چوں کوه بر دل

بہ تنهائی نشستے در شبِ تار — همہ شب تا سحر بگریستے زار

ز بیخوابی شدے چوں ماه بر بام — فرستادے بدستِ باد پیغام

کشیدے هر دم از دل دورباشے[۲] — فگندے چشمِ انجم را خراشے

شبش تا صبحگاه ایں کار بودے — بروزش کار خود دشوار بودے

جنیبت ار بروں راندی ز اندوه — گہے در دشت بودی گاه در کوه

فراواں صید کردے دام و دد را — بدینها داشتے مشغول خود را

شبانگہ باز گشتے سوئے خانہ — نشستے هم بر آئینِ شبانہ

چو لختے کوه از میناں پے سپر[۳] کرد — بکوهِ بے ستوں روزی گذر کرد

فرس نیز اندروی با دلِ تنگ — ز نعلِ رخش مے برید فرسنگ

بخارا دید جوئے ساز کرده — رہے در مغزِ خارا باز کرده

دریں[۴] سنگے تراشیده چو سنداں — سپید و نغز چوں گلبرگِ خنداں

بهمواری و صفوت[۵] چوں بلورے — که بر رفتن نمی یارست مورے

---

۱ بیدل که اصل وصف عشاق ست — ۲ آه و ناله — ۳ پے سپر کرد - طے نمود

۴ لشاح - درد — ۵ صفائی و برگزیدگی

بحیرت گفت کاحسنت[1] آں جوانمرد[2] — کہ زاہن سنگ را اند چنیں کرد[3]

ہمی شد در نظارہ بر لبِ جوئے — نظر میکرد در روی موئے بامُوئے[4]

عناں میداد رخشِ کوہ تن را — کہ دید از دور ناگہ کوہ کن را

شتاباں شد بصد رغبت بسویش — وزاں پس[5] کرد لختی جست و جویش

جوانے دید[6] خوب و سرو قامت — بکوہ انداختہ کردہ قیامت

از و ہر بازوئے آہن[7] ستونے — ز تیشہ بے ستوں پیشش زبونے

بپرسش گفت کاے مردِ سخن سنج[8] — ق — بکوہ از تیشۂ آہن زرا لفنج

چہ نامے و چہ ساں نیرنگ سازیست — کہ پیشت صنعتِ ارژنگ[9] بازیست

بگوشِ مردکاں آواز در شد — چو آں بشنید[10] از خود بے خبر شد

نگارے[11] دید در زیرِ نقابے — نہفتہ زیرِ ابرے آفتابے

بزاری گفت فرہاد ست نامم — دریں حرفت کہ می بینی تمامم

بسختی چوں کنم پولاد را تیز — بہر زخمے بود کوہی سبک خیز[12]

دگر تیشہ ہنجار آزمایم — بصنعت پوست از مو برکشایم

چو روشن کردمت کیں کوہ کن کیست — تو نیزم بازگو تا نامِ تو چیست

---

[1] کلمۂ تحسین و تعجب - بمقابل ندا ہمیشہ فعل غائب آید نہ حاضر ابیر [2] ن ح - ہنرمند [3] ن ح - کند

[4] ن ح - درموے [5] ن ح - فن [6] ن ح - جواں خوبروئے [7] ن ح - زآہن

[8] ن ح - ہنرسنج [9] نام مصور چین حریف مانی [10] ن ح - چو آواز شنیدن

[11] ن ح - بہارے [12] زودخیز

که تا گفتِ تو در گوشم رسیدست | ز بیهوشی[1] همه هوشم رمیدست
صنم گفتا که این پرسش[2] نه سازست | رها کن سرگذشتِ من درازست
ولیکن خواهمت فرمود کارے | کشیدن[3][4] جوے اندر کوهسارے
بعزمِ کار چوں زانو بے رانی | ضرورت کار فرما را بدانی
بکوهستانِ ارمن از بر و میش | گله[5] دارم بهر سو از عدد بیش
ز شیر آرندگانِ جمعے انبوه | در آمد شد بر نجند از سرِ کوه
بباید ساختن جوے بتدبیر | کز انجا تا بما آساں رسد شیر
چنیں کارے جز از تو بر نیاید | تو کن کیں از کسے دیگر نیاید
فنت را کو گوا با خویش دارد | شناسد آں که دانش[6] بیش دارد
دراں منگر که من خود شیر خوارم | که گرچه شیر خوارم[7] هوشیارم
چو بینش را بود آئینه بے رنگ | نه بیند صورتِ آئینه بے زنگ
جوابش داد مردِ سخت بازو | که مزدِ دستِ من نه در ترازو
وگر نه کے گذارد عقلِ چالاک | که هر نسیه نقدے را کنم خاک
شکر لب گفت اینجا چیست با من | که مزدِ چوں تقے ریزم بدامن
بزاری[8] بر زمیں غلطید ناشاد | زمیں بوسید و راز سینه بگشاد

ن۱ ح - ز بیخویشی | ن۲ ح - گفت ازمن | ن۳ ح - برآوردن | ن۴ ق - بریدن
ن۵ ح - دمه | ن۶ ح - بینش | ن۷ ح - شیر مستم | ن۸ ح - بخواری

بگریہ گفت مقصودم نہ مالست ‌‌ ‌ کہ مزدِ کارِ من[۱] دیدِ جمال ست

ہر آں صنعت کہ برسنجی بمالے ‌ ‌ بہائے گوہرے باشد سفالے

مرا مزد از چناں رخسار دل دزد ‌ ‌ تماشائے[۲] کہ باشد دیدنش مزد

زابروئے ہلالی پردہ برکن ‌ ‌ منِ دیوانہ را دیوانہ ترکن

چو شیریں[۳] دید کو دلریش دارد ‌ ‌ ق ‌ ‌ تمنائے بجائے[۴] خویش دارد

گراں[۵] پنداشتش کز خوبیِ خویش ‌ ‌ زکوتے[۶] را نگہدارد ز درویش

بدستِ ناز برقع کرد بالا ‌ ‌ کہ چوں پوشد کسے زینگونہ کالا

دلِ[۷] فرہاد ازاں نظارہ چُست ‌ ‌ زسر تا پائے گشت از بیخودی سُست

زحیرانی زمانے بے خبر ماند ‌ ‌ دلش در خون و خونش در جگر ماند

چو حالش دید شیریں داد آواز ‌ ‌ کزاں آواز جانش آمد بہ تن باز

میاں بربست و ساز کار برداشت ‌ ‌ رہِ مشکوئے آں دلدار[۸] برداشت

شکر لب در پس و ولدادہ[۹] در پیش ‌ ‌ شد ند از کوہ سوئے مقصدِ خویش

اظہارِ عاشقیِ فرہاد با شیریں

چو پنہاں کرد در رو خورشید خشاں ‌ ‌ درونِ کوہ چوں لعلِ بدخشاں

ن[۱] ق - بزر نرخِ ہنر کردن دبالست ‌ ‌ ن[۲] ق - تماشائے بود واں باشدم مزد ‌ ‌ ن[۳] ق - صنم چوں

ن[۴] - بجاں ‌ ‌ ن[۵] ح - گرم نگذاشتش ‌ ‌ [۶] چہلم حصّہ سیم کہ بمساکینان دہند

ن[۷] ح - تن ‌ ‌ ن[۸] ح - عیار ‌ ‌ ن[۹] ح - فرہاد

طلب فرمود شیرین کوهکن را — که تا مشغول دارد خویشتن را

زبیرون سرایش پیش خود خواند — به تعظیمی که واجب بود بنشاند

درآمد چاشنی گیرِ شکرخند — درختی از نبات و سروی از قند

فرود آورد بهرِ قوت و قوت — نه فرقِ مطبخی خوانی ز یاقوت

درو آرایشی بر رسمِ شاهان — سزاوارِ دهانِ نیک خواهان

چو نعمت خورده شد ساقی پیاپی — نشاط انگیز شد از میوه و می

فرو می برد خوش فرهادِ مسکین — شرابِ تلخ را بر روی شیرین

شراب و خلوت و دزدان گونه یاری — کجا باشد ازین به روزگاری

چو سرخوش دید شیرین میهمان را — طلب کرد از دلش رازِ نهان را

که در سیمای تو از فرق تا پای — فراست را چو گشتم کار فرمای

گواهی[1] داد دل کز خسروانی — کز ایشان با فرودستان نمانی

جوانِ کاردان گفت این خیالست — گدا را تهمتِ شاهی محالست

کجا با خسروان هم سنگ باشد — کسی کز سنگ روزی می تراشد

گدائی کو ز دوران تنگ روزیست — به از من کو نه چون من سنگ روزیست

بکاو کندن ز هر کس بکهسار — مرا با کوه جان کندن بود کار

ز هر مویی اندر گوشهٔ خویش — من اندر کاو[2] و کاو[3] و توشهٔ خویش

ن[1] ق - که دلداده تو   [2] - اصل مصدر کاویدن یعنی کاوش   ن[3] - کارگاه

همه کس باده کش در جایگاهی — من اندر خاک خواری[ن۱] زیر چاهی

تننده در عمل بهتر ز جولاه[۲] — ازین معنی که این راهست و آن چاه

چو ز دبخت این گره در کار من سخت — ستیزه چون توانم کرد با بخت

هر آن مرغی که روزی سنگ دارد — نه با روزی ده خود جنگ دارد

نه بس زیبا بود گر راست خواهی — گدائی را نهادن نام شاهی

ولیکن بر غریبِ آرزومند — بچشم لطف مے بیند خداوند

چو چشم از مردمی دارد نشانی — هنر بین[ن۳] راست چشم مهربانی

چو اقبال آدمی را رو نماید — بچشم مقبلاں نیکو نماید

بخنده گفت شیرین طرفه حالے — که پوشی گوهرے را با سفالے

مرا زین گو نه نیز[ن۴] ابله مپندار — که سنگ از لعل نشناسم گل از خار

بداں دانا که ما را دانش آموخت — بهر مغز از خرد شمعے برافروخت

که با من باز[۵] گوئی گوهرت چیست — دیارت[ن۶] از کجا و نسبت از کیست

تامل کرد مرد از هر صوابے — ندید از راستی بهتر جوابے

ز لب بگشاد قفلِ راستگاراں — که گنج[ن۷] بود خیالِ بختیاراں

من اندر نسبتِ خاقانِ چینم — بگوهر صاحبِ تاج و نگینم

ن۱ - خوردن   ۲ه باشباع حرکت لام نساج و سقید باف و هم بمعنی عنکبوت آمده که نساجی دارد   ن۳ ح - استا

ن۴ ح - نز   ۵ه اے صاف گوئی   ن۶ ح - دیارت را چه نام و گوهر   ن۷ ح - گنج

بقصرِ دولتم مانی و ارژنگ   طرازِ مهر[1] می‌بستند بر سنگ

برانم داشت این طبعِ هوسناک   که چون ایشان شوم[2] استاد چالاک

درین صنعت چنان آشفته[3] شد هوش   که کردم دولتِ شاهی فراموش

خبر در گوشِ خاقان گفت دستور   که ماند از تاجِ شاهی گوهرت دور

مدام از تیشه مغزِ سنگ خارد   هوس نی بر نگین بر سنگ دارد

چه باشد چهره سارا کار با چشم   بیاقوت و زمرد کی نهد چشم

چو دولت را بر فتن باشد آهنگ   زند مقبل بکارِ مدبران چنگ

چو آید بخت دهقان را گرانی   دلش کاهل[4] شود[5] در جفت رانی[6]

چو خواهد گشت زرگر تنگ روزی   هوسناکی[7] کند در کفش دوزی

پدر کاگاه گشت از پیشهٔ من   به تیشه کرد پاره تیشهٔ من

بسی تادیب کرد از هر نمط ساز   نیامد زین هوسناکی دلم باز

برنجش داشت از آزارِ من دست   بآبِ دیده شست از کارِ من دست

بصد نومیدی از خود دوریم داد   بر آهنگِ سفر دستوریم داد

روان گشتم ز شهرِ خویش ناکام   ازان کشور درین کشور زدم گام

چو مردان دستکاری پیشه کردم   چو نیکان[8] دست مزدِ خویش خوردم

ن۱ ح - سحر   ۲ بمعنی شوم   ن۳ ح - چنانم شیفته شد   ن۴ ح - مایل   ن۵ ح - بره

۶ گاورانی زیرا که جفت بمعنی هر دو گاوِ قلبه آمده   ن۷ ح - هوس بازی   ن۸ ح - بازان

چو دیدم بادشاهی خود همین بود | زخون دل در انگشتم نگین بود
نیم زین پس بتاج و تخت محتاج | خوی پیشانیم بس دُرّهٔ التاج
منم آزاد و بازوی زر[1]افنج | مدان کم کان[2] دو[3] اژدرهاست[4] بر گنج
چو شیر ابر است خود از بیشهٔ خویش | چه سان جایی و گر چه بیشهٔ خویش
برد نام[5] و هر گنج از پی قوت | کشد مرد از میان سنگ یاقوت
بگو[6] هر قانعم با اندکی مزد | نه کارم با عسس نه بیم از دزد
به تنهایی[7] زین کاسوده کارم | سر انبوهی مردم ندارم
نفیر[8] خلق جستن بر در خویش | صدای باشد از بهر سر خویش
بدیدار کسی شد خلق مشتاق | که دارد نام و نامی در آفاق
نپرسد هیچکس گم نام را حال | که موران ایمن اند از بیع و دلال
کنون کین[9] دولتم شد کار فرمای | خود از دولت نهم بر آسمان پای
کشم[10] جوی وران خارای دیگر | که جدی[11] آرد فرود از آسمان شیر
بشرطی کافکنی در کار[12] من نور | ز روی خویش بخشی مزد مزدور
بگرد من بر آی گاه گاهی | نمای آفتاب از بعد[13] ماهی
چو بیدل دید شیرین کوهکن را | برحمت در پذیرفت این سخن را

---

[1] همان زر اندوز که ذکرش گذشت [2] ن ح - چو [3] ن ح - در [4] ن ق - شان
[5] ن ق - رود نام زر برگنج [6] ن ق - مگوی [7] ن ق - نه تنهایم [8] فریاد خلق [9] ن ح - چون
[10] ن ق - کنم [11] بفتح اول و سکون دال برج است از بروج آسمان [12] ن ح - برراه [13] ن ح - آفتابی بعد

بوعدہ شاد شد فرہاد جاں کن | چو برامید گوھر مرد کاں کن
بداں وعدہ ہمہ شب خرمی داشت | زجاں شادی زجاناں بیغمی داشت

صفت جوے فرہاد کہ بحکم شیریں از کوہ بر آورد

بروں آمد چو صبح عالم افروز | لبساں جوے شیراز چشمۂ روز
بکوہ انداختن فرزانہ فرہاد | بکوہ سنگ شد چوں کوہ پولاد
دلِ خارا بہ نیروئے ہمی کند | کہ در ہر ضربتے جوئے ہمی کند
چناں بر کوہ زد تیشہ بہ تعجیل | کہ سنگش سرمہ می شد میل در میل
چناں میداد ز آہن سنگ را تاب | کہ ہم آتش بروں می جست و ہم آب
چو بر کارش فتادے چشم یارش | یکے در دہ شدے نیروی کارش
بنظارہ شدے گہ گہ پری روے | نشستے یک زمانے بر لبِ جوے
چو دیدے دستگاہ کوہکن را | گزیدے پشتِ دستِ خویشتن را
امیدش را بوعدہ بند کردے | بداں وعدہ دلش خورسند کردے
بگنجے گرچہ خوش کردے ضمیرش | نہ برچشمے نگشتے دلپذیرش
چو دل بر سیم دارد عاشق مست | بباید داشت از سیمینہ اش دست

لہ امیزد   ۲ے تعجب میکرد و بر حالش افسوس می نمود   ۳ے ق زیر چشمے نگشتے

بجان کن خدمتے کز یار باشد | کہ خدمتگار زر بسیار باشد
بجز مردم ز مردم خواستن چیز | تہی چشمی بود نادیدگی[۱] نیز

صحرانوردی فرہاد در عشق شیرین و گریہ و زاری او

جواہر سنج دریاے معانی | چنین کرد از سخن گوہر فشانی
کہ چوں بر کوہ شد فرہاد دلتنگ | ز غم بے سنگ شد با آں ہمہ سنگ
نہ جوے شیر بُرد[۲] لجوے میکند | کہ بہرِ خون خود او جوے میکند
نہ تنہا کوہ میکند از پئے جوے | کہ گاہے جوئے میکند دگے بروے[۳]
ز عشق آتشِ بدامانش گرفتہ | ز داماں شعلہ در جانش گرفتہ
ازاں دودے کہ سر بر زد ز جانش | گدازاں گشت مغز استخوانش
نہ روے آنکہ رو از عشق تابد | نہ ہوشِ آنکہ خود را باز یابد
ز شوقش موے بر تن خار گشتہ | مژہ در چشمہا[۴] مسمار گشتہ
ازاں نالش کہ او کردے باندوہ | بنالیدے بآوازِ صدا کوہ
بگریہ ز آستیں الماس میرُفت | سرشکش[۵] سنگِ راز الماس می سفت

---

(۱) بے دیدگی　(۲) غالباً بُرد مخفف برابر باشد و لجو بمعنی محبوب　(۳) موے

(۴) مراد از بیداری شبانہ روز و انتظار شدید

(۵) سرشک لعل از الماس می سفت

برآوردے چو آهِ صبحگاهی   گرفته آتش اندر مرغ و ماهی

چو تیرے گه گهے پیشش رسیدے   نمک بودے که بر ریشش رسیدے

درو دیده و نالیدی[1] بزاری   میانِ خاک غلطیدے بخواری[2]

چو مرغِ تشنه کآبے بیند از دام   نه آن یابد نه بے آن[3] گیرد آرام

ز محنت ساخته پیرایهٔ خویش   گریزان از خود و از سایهٔ خویش

سپهر افسون غم در وے دمیده   دلش از هوش و هوش از وے رمیده

شده از دست چون شوریده کاران   بمانده بے خبر چون سایه داران

بروزش دیده اشک انداز بودے   شبش چشم از غنودن باز بودے

ز حیرانی بکارِ خویشتن گم   شده دیوانه همچون دیو مردم

نه در مغزش نشانِ هوشمندی   نه خوابش[4] را فسونِ چشم بندی

سحر تا شام خارا سوختے ز آه   میانِ خار غلطیدے شبانگاه

بپشتش خار خونی نیم نیمے   خلیده چون درفشے در ادیمے

ز پای دام و دد گشته ندیمش   نه ترس از گرگ و نه از شیر بیمش

گهے نقشِ پلنگ از گریه شستے   گه از خرگوش خوابے وام جستے

گهے در آرزوے چشم دلبند   زدے بر چشم آهو بوسه چند

---

[1] ح افتادی بخواری   [2] ح بزاری   [3] ح او   [4] نه در خوابش

گه از سودای آن خال دل افروز — سواد دیده کردی خاک[1] شب و روز

گه از زندان بریدی سلبت[?] شیر — بخوردی و شدی از جان خود سیر

گهی اشک گوزنان پاک کردی — ز بهر زهر غم تریاک کردی

هواپیش[?] را چو عصمت در میان بود — نه زنیش سود نه زانش زیان بود

تن مردم چو شد ز آلودگی پاک — پلنگش آهویست و زهر تریاک

رسول پاک دُر پاک سفتست — که پاکی را صلاح مرد گفتست

گهی در گوشه با مرغان نشستی — ز وحشت دل بدیشان باز بستی

بقمری ماجرای راز گفتی — غم دل پیش بلبل باز گفتی

بیفشاندی غبار هدهد از تاج — بخاریدی بناخن پشت دُرّاج

حرام کبک یاد آوردی از یار — بگریه غرق خون گشتی چو منقار

ز عشق رنگ آن زلف خمیده — نشاندی زاغ را بالای دیده

چو در شهر آمدی از قلهٔ کوه — شدی نظارگی در گردش[2] انبوه

یکی در حالتش بگریستی زار — یکی زخم زبان کردیش بسیار

یکی در خنده لب را باز کردی — یکی[3] از طعنه سنگ انداز کردی

یکی افسوس کردی بر جوانیش — یکی خوردی دریغ از زندگانیش

دوان طفلان ز هر سو پشت بر پشت — بدنبالش کلوخ و سنگ در مشت

ن۱ ق خاک هر روز   ن۲ ق گردش به‌نبوه   ن۳ ح یکیش

نهاده او بزخمِ سنگ گردن — تنش سنگیں شده از زخم[1] گردن
بشادی زاں کلوخ افزود جانش — کلوخ امرود گشته در دهانش
بنود ار چه کلوخ امرودے از دوست — بسنگے بود خوش کیں از پئے اوست
بود دهقان چو[2] بهرِ آب دل تنگ — شود شادار ببارد ز آسماں سنگ
مداں[3] عاشق که از آزار ترسد — چه گل چیند کسے کز خار ترسد
بدریا هر که مرواریدجوید — نخست از جوهر جاں دست شوید
بآبِ زندگانی چوں روی راست — نخست از زندگانی بایدت خاست
زبهرِ سختِ جاناں[4] راست ایں ساز — که از نازک تناں ناید بجز ناز
چو زخمِ تیک و سنداں خورد شمشیر — بزخمی[5] در رود در دیدهٔ شیر
نشاید چوں سپر بودن دریں کوی — که پیش از زخم بر چیں گردش روی
سرِ مردانگی آں مرد دارد — که گر غضباں زنندش سر نخارد
بباید همچو فرهاد اژدهائے — که تا بر سر خورد سنگِ بلائے[6]
بدیں رنج آں غریبِ رنج پرورد — ز گردوں منجنیقِ فتنه میخورد
بدل جز عشق بازارے نبودش — بجز دیوانگی کارے نبودش
زبس کز بیخودی هر لحمه مرد — شب و روز آرزوئے مرگ می برد
مدام از بس که ناخوش بود جانش — حدیثِ مرگ بودے بر زبانش

ن۱ زاں ن۲ ح برابر ن۳ ح براں ن۴ ح هست ن۵ ح بتیزی ن۶ ق آسیاے ن۷ ح لحظه

نشاید فال بد زد خویشتن را — که تاثیر ست فالِ مرد و زن را

حکایتِ ابلهِ بدفال

شنیدم کابلهے را خیره کاری — فرو برد از سرِ بازیچه خاری
سرش پوشید و مار[1] افسای را گفت — کہاں بیداری[2] نمائے کو بخفت
فسوں گر چوں فروشد در شمارش — بگریہ گفت رفت از دست کارش
بخندہ کرد بیدارش دغا باز — ز شخصِ[3] خفتہ بیروں نامد آواز
چو بکشادند رویش بے خبر بود — دمش محتاجِ افسونِ دگر بود
بمردن[4] خویش را چوں فال بد کرد — ہماں فالِ بد اورا حالِ بد کرد
نکو گفت آں حکیم فال پیشہ — کہ خود را فال نیکو زن ہمیشہ

آگاہی خسرو از عشقِ فرہاد

حکایت فاش گشت اندر زمانہ — بگوشِ عالمے رفت ایں فسانہ
چو اندر شہر گشت[5] ایں داستاں نو — رسید آگاہی اندر گوشِ خسرو
کہ شیریں را ز عشقِ سست بنیاد — بدل شد رغبتِ شیریں بفرہاد

---

[1] افسونگرِ مار۔ [2] ق کہاں بیدای نمای بر خفت [3] ح زمرد
[4] ح بمردم [5] ق ملک شد

ندیماں ہرچہ بشنیدند ازیں راز | ہمہ گفتند شہ را یک بیک باز
فتاد اندر دلِ شہ خار خارے | کہ دامانِ دلش بگرفت خارے
چنانش از عشقِ[1] شیریں تلخ شد کام | کہ در کامش شکر را تلخ شد نام
فرو بست از سخن لبہائے خنداں | بخائید از غضب لب[2] را بدنداں
ز سوزِ سینہ گشتش عیش[3] ناخوش | گرفت از غصہ سر تا پائے آتش
چو مرداں شد ز غیرت لاابالی | کہ از غیرت نباشد مرد خالی
چو طبعِ مردم[4] از غیرت شود دور | ز نامحرم نباشد خانہ مستور
ولیکن رخت[5] چوں جنبد ز بالا | بپائے خود رود بر دزد کالا
چو بابِ[6] خویش را بے بند خواہی | درت را پاسبانہا چند خواہی
کند یک مادہ را دہ خوک در زیر | نباشد مادہ شیرے را دو نر شیر
بباید مرد را کیشِ خروساں | کہ تنہا داشت بتواند عروساں
چو طاقت طاق شد شہ را ز تیمار | طلب کرد از حریفاں چارۂ کار
کہ چوں شیریں ما بگسست پیوند ق | بیارِ بہتر از ما گشت خورسند
شما ہم چارۂ کارم بجوئید | خلاصم چوں بود از وے[7] بگوئید
بے خوردم شکر بر جائے شیریں | نہ شیریں[8] بود چوں حلوائے شیریں

---

۱ ن ح رشک   ۲ ن ح بازو   ۳ د ق عشق   ۴ ن ق مرد   ۵ ن ح ولیکن رخت چوں خیزد بالا
۶ ن ح دزد   ۷ ن کشتہ   ۸ ن ق نباید مرد

چو دیدم شور شیرین همچنان بود — که درگر ما شکر خوردن زیان بود

جوابش داد شاپور از سر هوش — که بادت آرزوے دل در آغوش

چو امیدے کنی از بخت جاوید — مرادت باد حاصل بیش از امید

مرنج از یار اگر در وے وفا نیست — که از خوبان وفا جستن روا نیست

اگر با کس وفایش بیش بودے — مکافاتِ وفاے خویش بودے

چو تو خوردی ز خوانِ دیگرے چیز — نشیند دیگرے بر خوانِ تو نیز

ولے خوش باش کاب کس نخورده ست — نگو خوردن که لب هم تر نکرده است

چو شاپور از حکایت باز پرداخت — بزرگ امید هم نخجے دُر انداخت

که شاها دیر شد کاخر نگار ست — همه کارِ جهان ناپایدار ست

کواکب را خلاف اندر میانست — طبایع را خصومت همچنانست

جهاں در بیوفائی هست معذور — که هستش تیرگی وابستهٔ نور

ز دستِ شب بهد چوں روز را جام — نهد خفاش و بومش بیوفا نام

وگر پوشد رخِ روز از شبِ تار — خروس و زاغ خوانندش جفاکار

ز بهرِ چشم زاغ و طعنهٔ بوم — تواند شد ز خوے خویش معصوم

---

۱ ن ح بکوشید ۲ ن ح که شیرینی بود بر جاے شیرین ۳ ن ح گرمی ۴ ن ح گوش ۵ ن ح بر ۶ ن ح دیدے

۷ ن ح دیدے ۸ ن ح دیگراں ۹ ن ح شادور ۱۰ ن ح زمرے ۱۱ ن ح همه ساز جهاں ناساز گار است

۱۲ ن ح همعناں ۱۳ ن ح پابسته چوں ۱۴ ن ح چوں رام ۱۵ ن ح همخانه زاغ

کند اقطاع مرغے لابد ایں باغ | کہ ہم بومش بود ہم خانہ ہم زاغ

پس آں کس کو دورنگی را نشانست | حقیقت قرۃ العینِ زمانست

چو ایں مادر دورنگ آمد زنیرنگ | کجا زاید ازو فرزند یک رنگ

ز ابلق کرّہ او ہم نیاید | کہ مار پیسہ مار پیسہ زاید

ور از صد آدمی یک کس گزیدہ است | خدایش از رحمتِ خویش آفریدہ است

چو روشن شد بتحقیق ایں معانی | ق کہ کس را نیست بوے مہربانی

شکایت چوں ز بے مہراں کنی ساز | نخست از خویش باید کردن آغاز

مشو بر طرۂ شیریں شکن گیر | وگر گیری نخست از خویشتن گیر

ز عیب آزاد بینائے نشیند | کہ عیبِ خود بچشمِ خود[۲] نہ بیند

نشاید[۳] بہرِ خود بود از سرِ زور | بہ نیکی احول و اندر بدی کور

ز تیر اندازِ احول راست مپذیر | زند گرچہ بیک ناوک دو نخچیر

نمود ارکجی[۴] کز چشم کژ خاست | بود نیمے دروغ و نیمۂ راست

ز رائے خویش[۵] ساز آئینۂ صاف | بنقدِ خویش ہم خود باش صرّاف

در آں آئینہ بنمایہ ہر چیز | وگر آئینہ بیند[۶] دوستاں نیز

شہش گفتا کزیں ہا چند گوئی | چو آئینہ نشاید عیب جوئی

خیال آئینہ صادق نخوانند | کہ میگوید دروغ راست مانند

۲ن ح خویش بیند ۳ن ق نباید ۴ن ح دوئی ۵ن ق روے ۶ن ح بیند

نه هرچه آن راست داند کس درست ‌‌ ‌ نه هرچه آن کژ نماید نیز سست ست

کند هر کس بقدرِ عقلِ خود کار ‌ ‌ چه داند کس نهایت را نمودار

هم اول گر توان دیدن بد خویش ‌ ‌ نیاید هیچکس را از[1] دور بر نیش

بچاه افتادنِ مردم ز کوریست ‌ ‌ وگر بینا فتد وان خود[2] ستوریست

گذشته چون[3] گذشت از بود نابود ‌ ‌ پشیمانی نمی دارد کنون سود

کنون آینده را باید نظر داشت ‌ ‌ که از دل چون توان این بار برداشت

بزرگ امید گفتا[4] آنچه رای است ‌ ‌ منت گویم وگر به دان خدای است

روان کن نامهٔ با یادگاری ‌ ‌ عتاب و لطف را در وی شماری

جواب نامه را چون باز خوانیم ‌ ‌ مزاجش هرچه باشد باز دانیم

وزان[5] پاسخ خیالِ خویش گیریم ‌ ‌ بدان اندازه کاری پیش گیریم

ملک فرمود کین معنی صواب است ‌ ‌ کلیدِ هر سوالی در جواب است

دبیرِ خاص را فرمود تا زود ‌ ‌ کند نوکِ قلم را عنبرآلود

باملای ملک مردِ گهرسنج ‌ ‌ فشاند از کلکِ چنین[6] گوهر گنج

نخست از زیرکی و هوشمندی ‌ ‌ سخن را داد منشورِ بلندی

---

۱ ح روز بر پیش ‌ ‌ ۲ ق آنجا ضرورست ‌ ‌ ۳ ق خود ‌ ‌ ۴ ح گفتش

۵ منقول از نسخهٔ حبیب ‌ ‌ ۶ ق خوبی

عتاب نامهٔ خسرو به شیرین و عتاب بفرهاد

بنام آنکه تن را نور جان داد — خرد را سوی دانائی عنان داد

خدای کافرینش کرد برپای — درونش جای و بیرون از همه جای

نه چون ما بندگی را ماند دربند — خداوندان عالم را خداوند

چو خواهد دوستان را دوست کامی — کند در چشم یک دیگر گرامی

وگر خواهد چراغ مهر بی نور — ز دلها مهربانی را کند دور

اگر نیک است وگر بد بیکم و کاست — بهر حال آن کند کو را بود خواست

کسی را بر مرادش دست رس نیست — کلید کار کس در دست کس نیست

پس آن بهتر که در امید و در بیم — نه پیچد آدمی گردن ز تسلیم

پس از نام خدای آسمانی — بر دل داده جراحتهای جانی

که شمع دیدهٔ شیرین شکرریز — که چون شمع و شکر شد خاطرانگیز

سلام از من که دل در دام دارم — غلامم لیک خسرو نام دارم

بخواهد با هزاران بیقراری — پس از من پیش خود گوید بزاری

بگوید حال من پیش دل خویش — که مردم زین دل بیحاصل خویش

شرح داد — شرح شمع شکر — شرح سلام من — شرح بخواند

شرح ناله

نیم یک لحظه از یادِ تو خاموش فراموشیم شد گوئی فراموش
نه خوش دارد شرابِ لاله رنگم نه در گیرد بگوشش آواز چنگم
صراحی وار در مجلس نه بونم که لب پر خنده و دل پر ز خونم
توئی کت نگذرد در دل که روزے برین دردمندے داشت سوزے
بلے رسمیست[1] رسمِ آدمی زاد که دور افتاده را دیر آورد یاد
ولے من گرچه صد فرسنگ دورم چو بینی روز تا شب در حضورم
چناں نزدیک تو گشتم ز حد بیش که صد فرسنگ دور افتادم از خویش
نه از کوے تو زاں بر تافتم چهر که دل بے میل شد یا طبع بے مهر
غمے کو را چو جاں باطن وصال است ز تن بیجاں بروں آید محال است
ولے چوں دیدمت کز من ملولی نکردم چوں گراں جاناں فضولی
بچشم افشاندم از خاکِ درت نور وزاں در همچو چشم خود شدم دور
چو دیدم خود ترا حاجت همیں بود گلت را مرغ دیگر در کمیں بود
بصد رغبت شدی با او یگانه مرا هم خود بروں کردی ز خانه
بلے آں[2] کہ باشد سر بکارے نخواهد بر سرِ خود هیچ خارے
مگس را خورد با جلاب نتواں خسک در زیر پهلو خواب نتواں
اگر با[3] جز منی راضی است رایت رضا دادیم ما هم با رضایت

---

[1] ح این است [2] ح مزاحم را [3] ح اگر خود باے

مرا چون دل بسویت مهربانست　　مرا تو جانی و او جانِ جانست

شود با هر که خواهد آشنا دل　　دل است این جنگ نتوان کرد با دل

ستم بر دل خداوندی نباشد　　چو[1] گوید کس خردمندی نباشد

بگفتن میل در قالب نیاید　　که این کارِ دل ست از لب نیاید

حدیثِ عشق کز دل نیست بادوست　　نمودار زبان با دلیست در پوست

مبارک باد کن خود را ز خسرو　　بعشق تازه و هم خوابهٔ نو

زلعلت شربتی کو را بکام ست　　حلالش باد اگر بر من حرام ست

اگر تو وقف او کردی همه چیز　　نصیبِ خود بحل کردیم ما نیز

نشاید یافت کام از حیله توزی　　کسے روزے خورد کو راست روزی

ولے زینگونه[2] هم باد او مشو شاد　　که ناری ز آشنایانِ کهن یاد

زهیرِ ما بآبے بود تقصیر　　بجوے دیگران خود میرود شیر

گر او یار ست ما نے خار بودیم　　که ما هم روزے آخر یار بودیم

دگر یارے نبود[3] اندر میانه　　غلامے بوده ام آخر بخانه[4]

خداوندان که قدر بنده دانند　　غلامان را چنین از در نه[5] رانند

غلامے کو کهن پیوند باشد　　نه بنده بلکه خویشاوند باشد

اگرچه چیره دستے کارم کاری　　مکن بر بردهٔ نو استواری

---

[1] ن ق: دگر گوید　[2] ن ح: زانگونه　[3] ن ح: نبودم در زمانه　[4] ن ح: زخانه　[5] ن ح: بیرون نه رانند

دل از میلِ کهن مگسل که سود ست — شراب کهنه دارے وجود ست

ور آں دل را وفاداری قدیم ست — چرا اینجا کژ و آنجا رحیم ست

اگرچه آں دوست را دشمن نباشد — ولے در دوستی چوں من نباشد

گل اندر تازگی از سرو کم نیست — ولے در تازگی ثابت قدم نیست

بتاں را گرچه باشد یار بسیار — بود بسیار فرق از یار تا یار

نصیبم گر ز تو نامهربانی است — نه از تو کز قضائے آسمانی است

گرفتم گت خودائے سروِ خراماں — بگیر و صحبتِ دیرینه داماں

مشو غرّه چناں نیز از جوانی — که یارانِ کهن از پیش رانی

چو گیری با حریف تازه جامے — کهن را هم ز دور آخر سلامے

چو فرمائی به نزدیکاں براتے — بدوراں نیز ده آخر زکاتے

چو خاصاں را دهی جامِ شرابے — بمحروماں کم از بوئے کبابے

چو بخشی همنشیناں را مرادے — جدا افتادگاں را کم ز یادے

چو خوانی عاشق نو را به دهلیز — ز در خاکے رواں کن سوئے ما نیز

جواں مرداں چو پیش آرند خوانے — سگے را نیز بخشند استخوانے

چو باشد در سرائے منعماں سور — گدائے نیز نانے یابد از دور

ن۱ ق اگرچه دوست چوں ن۲ ح ولیکن در وفا ن۳ ح خودکت ن۴ ق ساماں ن۵ ح هماں

ن۶ ح که از تو تا کهن فرقے ندانی ن۷ ح زاں لب ن۸ ح آں ن۹ ق هوائے منعمی

چو سوزد مقبلے در خانه عودے | رسد همسائگان را نیز دودے
وگر محروم خواهی نیز[۱]م از خویش | نگیرم نیز نام آرزو بیش
نخواهم بعد ازیں در جستن کام | بهم دوزم دو لب زیں گفتنِ خام
سرِ خود ز آستانت دور دارم | ترا در کارِ خود معذور دارم
شوم راضی بذلِّ بے نصیبی | بمیرم چوں غریباں در غریبی
بدستِ دوست نگذارم برت را | ز خوابِ خوش نشورانم سرت را
نگویم هر چه زاں بیتاب کردی | مگر زیں آرزو سیراب کردی
چو حلوا خورده باشد یار چالاک | من آخر صحن حلوا را کنم پاک
چو می نوشیده باشد عاشقِ مست | شوم از جرعهٔ او من هم از دست
متاعِ نیک داری چوں تو در بار | ضرورت باشد ار جوئی خریدار
ز مشتاقان چه چاره سیمتن را | فراواں مرغ باشد یک چمن را
نه تنها عاشقان مستند و قلاش | که زیبا نیز حسنِ[۲] خود کند فاش
بود معشوق عاشق شهرگی دوست | که گل بے مغز باشد باده بے پوست
دگر تو نه یکے صد یار گیری | یکے زاں صد منم گر در پذیری
چو آید میهمانے کش نخوانند | گریباں از درش بیروں نرانند
اگر خود من بمهمانی گرانم | دروں خواں از طفیلِ دیگرانم

---

[۱] ن: ق دورم
[۲] ن: ج خواهد حسن خود

من و خاکِ درت زین پس نهانی	گرم خوانی وگر رانی تو دانی
بعنوان چون مسجّل گشت منشور	رسید از قاصدان پروانه بر نور
پری پیکر چو دید آن نامهٔ نغز	بهر حرفے برآمد دودش از مغز
پُر از حلواے شیرین یافت خوانے	دلے در هر نواله استخوانے
بزیر هر خطے رمزے نوشته	بهر لوزینه الماسے سرشته
ز نقش لقمهٔ در لعل خندان	که سنگے نامدش در زیرِ دندان
رطب هاے که کارِ خار میکرد	فرو میخورد و در دل کار میکرد
چو خواند آن ماجرا را تا بپایان	برفت از جاے چون شوریده رایان
بموزونی دبیرِ خویش را جُست	که داند ز آبِ گل او نامه را شُست
قلم زن کرد گل با مشکِ تر جفت	نشان میکرد هر چه آن ماه میگفت
خیالے را که خسرو کرد تحریر	جوابے باز میگفتش گلوگیر
نخست آغاز آن دیباچهٔ راز	که رازِ عاشقان را بود غمّاز

جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب در بارهٔ شکر

بنامِ نقشبندِ لوحِ هستی	که بر ما فرض کرد ایزد پرستی
خرد را با کفایت کرد خورسند	سخن را با معانی داد پیوند

ن ح   کلک آن

دو دل را کو به پیوند آشنا کرد | به تیغ از یکدگر نتوان جدا کرد
وگر خواهد دو تن را نا فراهم | بصد زنجیر نتوان بست باهم
اگر پیوند خواهد در جدائی | ستیزه نیست با حکمِ خدائی
چو شد تقدیر[1] ما را قطع پیوند | رضا دادم بتقدیرِ خداوند
چو وقت آید که این غم با سر آید | مراد از بام و بخت اندر درآید
تو نیز ای دوست کآزار منت خوست | چو روزی باشدم روزی شوی دوست
ز رویت گرچه دورم از همه کام | چو افتاده ست می سازم بناکام
ور از بیچارگی نالم شغبناک | چه یارم[3] کرد با دورانِ افلاک
فرستادی بسوی من نهانی | سوادی پر ز آب زندگانی
مفرح نامهٔ کز شوقِ[4] آن راز | امیدِ مرده در تن زنده شد باز
نه نامه کز غمم حرزِ امان بود | که تعویذ دل و آرامِ جان بود
چو دیدم بر سرش نامِ مبارک | گهش بر دیده سودم گه تبارک
بهر[5] خورده خرد کامی دگر یافت | بهر خط خاطر آرائی دگر یافت
ز سر تا پای آن فرخنده تحریر | نبود از مردمی ها هیچ تقصیر
در آن پرسش که با یارِ کهن بود | فراوان زارزومندی سخن بود

---

[1] ح چو تقدیر بسیت اول قطع [2] ح آن غم بر [3] ح آرم [4] ح ذوق

[5] ق بهر حرفی خرد نام دگر یافت

زیادے کز من آمد در دلِ شاه | ز شادی پا نهادم بر سرِ راه
شدم زاں گونه با دولت هم آغوش | که خود را کردم از دولت فراموش

که باشم من پرستارِ کمینه | که روزے بگذرم شه را بسینه
کنیزِ او یکم ار دارد عزیزم | وگر خواهد[1] گزارد هم کنیزم
شدم نزِ[2] هرچه فرماید یگانه | شفاعت کیست کآید در میانه

چو گردد سوز آتش مجمر افروز | تواند گفت عود آهسته ترسوز
چو تابستاں کند خورشید را گرم | تواند[3] گفت حربا کاندکے نرم
چو بیروں ود او شاه از دلِ دمِ خویش | کنوں من هم بروں ریزم غمِ خویش
امید از دوستی ما را چناں بود | که خواهم با تو دایم همعناں بود
زآمیزشش[4] که دارد نور با نور | نخواهی بود از ما یکزماں دور
گماں نفتاد کافتد خار خارے | بچشمِ دوستی اندک[5] غبارے
یقیں شد کآں وفا و مهربانی | فریبے بود بهرِ مازبانی
وگرنه برکس ایں تهمت تواں بست | که خود می نوشی و خوانی مرا مست

خود از پیمان من بیروں نهی گام | مرا بر عکس بے پیماں نهی نام
کنی خود باهم آغوشِ دگر خواب | دهی گوشِ منِ بیخواب را تاب

---

[1] ح دگر خوارم [2] ح شکر بر برکه [3] ق کجا خرم بامزه سبزهٔ نرم
[4] ق زامرزشش [5] اندر

خود اندازی ببازارِ شکر شور زجوے تلخ باشیریں کنی زور

زشیریں روزهٔ مریم کشی[1] بیش پس از شکر کشائی روزهٔ خویش

چو[2] از تنگ شکر برداشتی بند نکردی یاد شیریں شکرخند

چو درلب[3] جوے شیر آمد کنونم چو بے مہراں شدی تشنہ بخونم

مکش زیں طعنہ شیریں را بیا پے کہ جوے شیر شیرینی[4] است بروے

توئی شیریں ترے راچاشنی گیر کہ بر شکر فزود آوردہ شیر

مخور[5] چنداں کت آب افیوں نماید مبیں چندانکہ شیریں خوں نماید

چہ پنداری تو اے نامہرباں دوست کہ بے مہرم چو تو من نیز در پوست

بہ بدعہدی چو گیتی زود سیرم بگشتن چوں فلک بالا و زیرم

من آں یارم کہ تا مہرت گزیدم بجز تو در خیالت ہم ندیدم

اگر بندند در پیشت گروہے خیال[6] کوہکن بر من بکوہے

اگر خود[7] را نگہدارم سخن نیست عنانِ دیگراں در دست من نیست

ز تہمت بیگناہے را منہ خار کہ نہ گل دیدا زیں بستان نہ گلزار

چہ تاب بدن من دارد آں خاک کہ گر مہ بنیدم دامن کند چاک

کے آرد کردن آنکس بادہ را نوش کز آوازِ صراحی گم کند ہوش

ن۱ ق کنی ن۲ ق خود از ن۳ ح چو لب در جوے شیر ن۴ ح شیریں

ن۵ ق مخور چنداں شکر کافسوں نماید * ببیں چندانکہ شیریں چوں نماید ن۶ ح وبال کوہکن بر من چو کوہے ن۷ ح دل

کسے کز من بگفتارے شود فرد — گرم بیند غمِ جاں بایدش خورد
من[1] ار پیشش دمے بے پرده باشم — بدستِ خود ہلاکش کرده باشم

کسے کو میدہد[2] تفسیده را آب — بروغن داده باشد شعله را تاب
دلش روزے که پہلوے من آمد — نه من خواندم که خود سوے من آمد
کنوں چندانکه میرانم ز پیشش — تمنا بیش می بینم بخویشش
من آخر مردمم ہر چیز دانم — طریقِ مردمی را نیز دانم
کسے کو[3] بہر من کوشد بجانے — گرش ندہم لبے[4] بارے زبانے

دلِ او چوں مرا میخواہد و بس — بلے خواہنده را خواہد همه کس
تو ہم دانی که مردم را ہمیں خوست — که دارد دوستدار خویش را دوست
تو گر بر من[5] دگر نگرفتی اے یار — رسیدی بر منت زیں گونه گفتار
چو ایں بنیاد بد را خود فگندی — گناہِ خویش را بر من چه بندی
اگر مظلوم نتواند جزا داد — تواند ظلم ظالم را سزا داد
برہمن[6] چوں بآتش در دہد تن — چه حاجت روغنش گر ہست[7] روغن
تو شاید[8] با چنیں مطلق عنانی — که مرکب با عناں داراں نجهانی
مزن چندیں گره بر مستمندے — که دارد از تو[9] بر ہر موئے بندے

ن۱ ق گر از پیشش ن۲ ح پر دہد ن۳ ح کز ن۴ ح دلے ن۵ ق تو بر من گر ن۶ ح برہنه
ن۷ ح کو ہست ن۸ ق توانی ن۹ ق بر تو از ہر

مکن[۱] زینساں دلِ درماندہ ریش   کہ درماندہ است از دستِ دلِ خویش

چناں در دل نشستی پیچ در پیچ   کہ جائے دیگراں نگذاشتی ہیچ

مرا خود بس بود داغِ جدائی   تو بر داغم نمک دیگر چہ سائی

اگر ماریست اندر فرجۂ سنگ   ق   وگر موریست اندر رخنۂ تنگ

اگر در گرد کہستاں پلنگیست   ۲   وگر در گردشِ دریا نہنگیست

وگر مرغیست اندر مرغزارے   ۳   وگر ہست آہوئے در لالہ زارے

زہر جنس آنچہ حیواں نام دارد   ۴   ہمہ با جنس خود آرام دارد

نہ یکدم ز آشنایاں[۳] در فراقند   نہ یک ساعت ز جفتِ خویش طاقند

ندانم تا ازینہا نامِ من چیست   کہ تا باید ازیں ساں بیکسیم زیست

ہما آسا بعزلت روئے کردم   بہ تنہائی چو عنقا خوئے کردم

روانم[۴] خوں ز مژگاں شاخ در شاخ   نہ در دہلیز آسایش نہ در کاخ

نہ سودایش[۵] کہ بے آرام گردم   گہے در صحن و گہ در بام گردم

کسے ہمدم بجز آہم نباشد   کسے جز سایہ ہمراہم نباشد

تو شب در خواب و من ز آہِ جگر گاہ   بسانِ شمع سوزم تا سحر گاہ

بلے رسمیست شاہاں را کہ تا روز   شہ اندر خواب باشد شمع در سوز

---

[۱] ن ق یکے زینساں دلِ درماندۂ خویش ؛ کہ درماندست با درد دل ریش   [۲] ن ح چشمہ   [۳] ن ح ز آشنائی

[۴] ن ح رواں خونم   [۵] ن ح ز سودایش

کشد کمتر چراغِ خویش درویش | که داند سوز او را سوزشِ خویش
بزاری چند سوزم چون چراغت | بکش تا وارهم بارے ز داغت
غمت جز در دلم ماوا ندارد | تو گوئی جاے دیگر جا ندارد
دلم گم گشته باز آوردن نتوان | چو دل نبود صبورے کرد نتوان
کجا بیرون شود زین نفس خود رائے | رسن در گردن و زنجیر بر پاے
منم هر روز و این شبهاے دیجور | تو خوش خسپی ز روز چون منی دور
من از صد بار خود را بر تو بندم | چو باور نایدت بر خود چه خندم
همانم من که اندر دل یقین ست | رها کن گو جهان باش ار چنین ست
چه چاره چون چنین افتاد تقدیر | ترا روزے شکر آمد مرا شیر
چو نامه ختم شد پیکِ سبک خیز | ز شیرین بستد و دادش به پرویز
ملک زان گنج گوهر مهر برداشت | عبارتهاے شیرین در نظر داشت
فگنده پیچ پیچ نامه در پیش | همی خواند و همی پیچید بر خویش
بهر خط نکتهٔ از ناز می یافت | جواب نامهٔ خود باز می یافت
بهر حلوا بهاے سرکه پر درد | که مستانرا بود آن باده درخورد
مفرح چاشنی هائے شکرریز | چو باده تلخ وآم و شکرانگیز
جگرها نمک بر ریش کرده | نمک بیش از قیاسِ خویش کرده

ن ق از درد و داغت   ن ح خسپ لے   ن ح در   ن ح بادا   ن ق سبے   ن ق فام و رغبت
ن ح پر درد   ن ح قیاسش خورد

همی[1] خورد ار چه کامش ریش می‌شد   ولی میلش بخوردن بیش می‌شد

چو در خود خورد شور این[2] سخن را   بشوراند غم هاے کهن را

دلش زان شور شیرین بیخبر گشت   وزان شوریدگی شوریده تر گشت

بیاران گفت دریابید کارم   که بودن بیش ازین طاقت ندارم

به شیرین[3] باشد از شیرینی کار   که شیرین یار و من دور از چنین[4] یار

بدین عزم از نشاط[5] بزم برخاست   جنیبت جست و ساز رفتن[6] آراست

یکایک بارها فرمود بستند   غلامانش به پشت زین نشستند

چو مرکب بهر رفتن شد سبک خیز   برآمد همچو مه بر پشت شبدیز

چو باد صبحدم میرفت پویان   گل خود را بکوه و دشت جویان

بازگشت خسرو از اصفهان و خواب دیدن او

چنان شد روشن از تاریخ شاهان   که چون شه بارگی راند از سپاهان

غم دل در گریبانش زده چنگ   همی بردش دوان فرسنگ فرسنگ

چو در دامن رسید از جستن[7] تیز   زره داران شیرین کرد پرهیز

بکوهستان دهی بود از گذر دور   ز آشوب خلایق مانده مستور

ن۱ ح که در خورد   ن۲ ح آن   ن۳ ح ز شیرین   ن۴ ح چنان   ن۵ ق بساطِ عزم

ن۶ ق راه   ن۷ ق جنبش

عنانِ بادپا را تافت از راه | درآں ویرانہ نور افگند چوں ماہ
چو قند ز فام گشت ایں نطع سنجاب | زمیں چوں پشت قاقم شد ز مہتاب
جہاں سرد و ہوائی پوستیں بود | ملک در شقہ دولت بپا سود
سحرگہ چوں رواں شد با دشبگیر | برآورد ند مرغاں نالۂ زیر
کشاد از خواب نوشیں نرگسِ ناز | ندیماں را بخدمت داد آواز
چو از خواب گراں بیدار گشتند | برسمِ بندگی در کار گشتند
حکایت کرد کز بیداری بخت | چو شب در خواب رفتم از سرِ تخت
چناں دیدم بخواب اندر کہ گوئی | درآمد گلرخے با صد نکوئی
دو ساغر بر دو دستش صاف و ناباب | یکے پر شیر و دیگر پر ز جلاب
سپرد آں ساغرِ جلاب پر جوش | بمن گیں نوش کن کردم سبک نوش
چو آنے بود دیگر ہم بدستش | سپرد آں ساغرِ دویم بدستش
جواں چوں شد بساغر جاشنی گیر | بیفتاد و شکست و ریخت آں شیر
کنوں ایں خواب را تعبیر چہ بود | بخواب اندر جلاب و شیر چہ بود
بزرگ امید گفتش کز ہمہ باب | چو تو بیدار نتواں دید در خواب
تو خود دانی کزیں بہ خواب نبود | بلذت شیر چوں جلاب نبود
چو زاں جلاب شیریں کردی آشام | ز شیریں عاقبت شیریں کنی کام

ن ق پر کار ن ح از ن ق شکوئی ن ق ہر دو بر دستش مئے ناب ن ق کیں گیر دمن

وزاں شیریں کہ با او مُرد ناشاد — بجوے شیر ماند تشنہ فرہاد

دراُفتاد آں جواں اساغر ازچنگ — دراُفتد کو ہکن را شیشہ بر سنگ

ملک گفت اے آرد خواب تاثیر — ہماں پیدا شود کا آید بہ تعبیر

نشاید خواب بیشِ اہلِ ہاں گفت — کہ نیک و بد بزاید ہر چہ بشگفت

رفتنِ خسرو پیشِ فرہاد بطریقِ تجاہلِ عارفانہ ومناظرِ ایشاں

چو صبح دیر خسپ از جائے برجست — گرفتہ ساغرِ خورشید در دست

سپہر از جنبشِ دورے کہ انگیخت — رواں شد ساغر و شیرش فرو ریخت

شہنشہ گفت کز بختِ دل افروز — بجوے شیر خواہم رفت امروز

کشید از بر لباسِ مرزباناں — بروں آمد بر آئینِ شباناں

ازاں جا پرس پرساں بر سرِ کوہ — بجوے شیر شد تنہا ز انبوہ

تماشا کرد لختے بر سرِ جوے — بدید آں سنگہا را روے در روے

بہر نقشِ ہنر چوں نقش بینے — نظر میکرد و می گفت آفرینے

چو دید آں اوستادے را بہ بنیاد — بہ بنیاد دگر شد سوے اوستاد

ق کیں گیر دمن ح خواب خوش جست ح بر شیر بردست ق روئے ح رفتن

ق - رواں شد پرس پرساں بر سرِ کوہ - ل بر غصہ و جان پر اندوہ - ح لب

ق چو دید استادئی دیرینہ بنیاد

جوانے دید در ہیکل چو کوہے — زفر مہتراں در وے شکوہے
گرامی پیکرش ماندہ خیالے — چناں بدے زغم گشتہ ہلالے
بلا بیش از شمردن گردِ جانش — سزاوار شمردن استخوانش
زخش پرخون و سرتا پائے در خاک — میان خاک و خوں غلطیدہ غمناک
بگفتش کیستی و در چہ سازی — بگفتا عاشقم در جاں گدازی
بگفتش عشق بازاں را نشاں چیست — بگفتا آنکہ باید در بلا زیست
بگفتش عاشقاں زیں رہ چہ پویند — بگفتا دل دہند و درد جویند
بگفتش دل چرا با خود ندارند — بگفتا خوبرویاں کے گذارند
بگفتش مذہبِ خوباں کدامست — بگفتا کشِ فریب و عشوہ نامست
بگفتش پیشۂ دیگر چہ دانند — بگفتا غم دہند و جاں ستانند
بگفتش تلخیِ غم ہیچ کم نیست — بگفتا گر غمِ شیریں ست غم نیست
بگفت از دوریش چونی دریں سوے — بگفتا مردم از غم دور از اں روے
بگفتش بر تو انداز د گہے نور — بگفت آرے ولیکن چوں مہ از دور
بگفت اور ا ہمیں تا زندہ مانی — بگفتا مرگ بہ زیں زندگانی
بگفت ارزد بجاں باشد زیانے — بگفت ارزاں بود چوں ش بجانے

لہ مہرے لہ ح پر خاک لہ ح یابد لہ ق بگفت اندوہ خرند لہ ق خوبی

لہ ق بگفت آنکس لہ ح جاں

بگفتش دور کن زاں دوست یاری … بگفت این نیست شرط دوستداری

بگفت او شهر سوز و خامکار است … بگفتا عشق را با این چه کار است

بگفت از عشق او تا کے خوری غم … بگفتا تا زیم در مرد گی هم

بگفتش گر بمیری در هوایش … بگفتا در عدم گویم دعایش

بگفتش گر سرت بُرّد بشمشیر … بگفتا هم ببوسش بینم از زیر

بگفت ار خونِ تو ریزد جفایش … بگفتا هم بمیرم در وفایش

بگفت آخر نه خونریزی وبالست … بگفت ار دوست میریزد حلالست

بگفت ار بگذرد سوے تو ناگاه … بگفت از دیده روبم پیش او راه

بگفتش گر نهد بر چشم تو پاے … بگفت از چشم در جاں سازمش جاے

بگفت ار بینیش در خواب قامت … بگفتا بر نخیزم[۱] تا قیامت

بگفت آید گهے خوابت دریں باب … بگفت آرے برآ در خواندهٔ آب

بگفت ار گوید از ناخن بکن سنگ … بگفتا کاوم از مژگاں بفرسنگ

بگفتش چوں خوری[۲] چندیں غمِ دوست … بگفتا تا زیم[۳] چوں جانِ من اوست

بگفت از عشق جانت در هلاکست … بگفتا عاشقاں را زیں چه باکست

ز هر حرفش گفت دارائے زمانه … جوابے باز گفتش[۴] عاشقانه

تعجب کرد شہ زاں استواری … وزاں سو تر بجیدیں بخیه کاری

ن[۱] ح خفته مانم   ن[۲] ح خوش بری چند از غم دوست   ن[۳] ح خوشش   ن[۴] ح دادش

کسے کز عشق خون آشام باشد — اگر پخته نباشد خام باشد

چو دیدش کو وفا را پائے دارد — قدم در دوستی بر جاے دارد

زباں را داشت زان جو لانگری باز — بر آئینِ دگر شد نکته پرداز

مزاجش را بپوزش راز پرسید — وزاں حالِ پریشاں باز پرسید

که چونی وز کجا افتادت ایں سوز — که می سوزد دلِ من بر تو زیں سوز

جوابش داد مرد غم سرشته — که بود ایں از قضا بر من نوشته

چو باشد دست تقدیرم عناں گیر — کجا بیروں توانم شد ز تقدیر

چو اندر قسمت آمد همگناں را — که یارو تافت از قسمت عناں را

وگرنه من گیاهے آنکه پویاں — کم بندم بمهرِ خوبرویاں

بخاکِ پاے او گردم هوسناک — ز راهِ دیده ریزم سوے دل خاک

بگفتا دیده چوں دل مائل افتاد — بلاے دیده لابد بر دل افتاد

ازیں بیشم نبود ایں بانگ فریاد — که طبعم بنده بود و جانم آزاد

ندانم از کجا برخاست ایں دود — کزینساں سوخت جانِ محنت اندود

مبارک روے شیرینِ شکربار — مرا شیریں نمود از اولِ کار

نیامد در دلم زاں ماه بے سلخ — که بر من عیشِ شیریں را کند تلخ

ن۱ ق درد   ن۲ ق باز   ن۳ ح نبشته   ن۴ ق چو رود در قسمت آرد   ن۵ ح ریگ

ن۶ ح شان   ن۷ ق زگفت دیده تا گفت   ن۸ ق گفت کش

چو دل را خود عنان دادم به پرواز | کنون از دست شد کی بینمش باز
بباید داشت وحشی را بتدبیر | که ناید باز چون بگسست زنجیر
چو گنجشک نوآموز از قفس جست | چه سود ار طفل مالد دست بر دست
دل اندر چیز دیگر بند و میکوش | که از خاطر کنی مهرش فراموش
بتدریج این خیالت گر شود کم | به تسکین گرددت خاطر فراهم
چنان آزاد گردی روزکی چند | که ناری بیش یاد این مهر و پیوند
جهاندار از خمار شرکت یار | فرو میخورد از پیها بی غرض وار
چو روشن کرد عاشق کان سخن چیست | بخندید و میان خنده بگریست
بگفت آنکه توان برجستن از چاه | که تا زانو بود یا تا کمرگاه
چو قعر چاه صد گز بیش باشد | بجستن پشت و پهلو ریش باشد
مرا کاندر زنخ آن زلف مشکین | بچه کرد و رسن ببرید شیرین
اگرچه چه نماید در نظر خرد | ولیکن هر که افتاد اندر آن مرد
بمردن زیر آن چه رفت پایم | وگر کس برکشد مشکل برآیم
اگرچه هست شیرین جان شیرین | ولیکن نیست شیرین‌تر ز شیرین
چو از دل رفت شیرین جان چه باشد | چو خصم خانه شد مهمان چه باشد
مرا تا جان بود ترکش نگیرم | وگر میرم رها کن تا بمیرم

نح از خاطر بکند عمداً فراموش نح چون نح آن نح او نح برون نح مسکین نح کز شرح کہ

چو شد بے پردہ زیبا روئے خودکام | فروشد خون صد عاشق بیک جام
چو صیادے کہ کنجشکاں فروشد | بیک مشتِ علف صد جاں فروشد
بناشم در طریقِ عشق معذور | کہ بہر جانے از جاناں شوم دور
منہ بر جان من بندے کہ داری | بخسرو گوے ہر بندے کہ داری
ہر آنکس کو دہد دیوانہ را پند | نخوانندش خردمنداں خردمند
گر از لعلش مرا روزیست جامے | رسم زاں عاقبت روزے بکامے
وگر نبود ز بختم فتح بابے | گدائے مردہ گیر اندر خرابے
چو لوحِ زندگانی شد ز من پاک | چہ خواہد ماند از من پارۂ خاک
تو خسرو را نصیحت کن دریں درد | کہ خواہد ماندن از تاج و نگیں فرد
چو او در عاشقی بدشہر جہانے | مرا خود سہل باشد ترک جانے
اگر خسرو ز شیریں بر کشد پاے | مرا گر تلخ گوئی باشدت جائے
دلِ شہ زیں جوابش آتش انگیز | بجوش آمد چو دیگ از آتش تیز
ولیک آں تیزی از لبہائے دل ریز | غضب را در غلاف افگند شمشیر
سخن را قبلہ ز وضع چیپ و راست | پس از پیشش خجالت خورد برخاست
بمنزل شد ز کوہستان اندوہ | غبارِ کوہکن در سینہ چوں کوہ

لہ ق روی یار لہ ق جان لہ ح تو خود را لہ ح ذرہ لہ ح باز د لہ ق بر دری گر ز تو شیریں کشد پائے لہ ح مشعبد وار گردم شام شمشیر لہ ق قلب

ز فرہاد آنچہ در دل داشت حالی | دل اندیشیش یاراں کرد خالی
ندیماں کاں سخن در گوش کردند | نبد جائے سخن خاموش کردند
فرو بستند لب از کار شیریں | عجب ماندند زاں گفتار شیریں
ملک گفت ایں وجود خاک بنیاد | خرابم شد ز سنگ انداز فرہاد
اگر خوں ریزمش بر رسم شاہاں | مبارک نیست خون بیگناہاں
وریں اندیشہ را در پیش گیرم | عجب نبود کہ از غیرت بمیرم
بباید رفت راہے را بہنجار | کہ پایم وارہد از زخم ایں خار
بزرگ امید گفت ایں سہل کاریست | بزرگاں کام ار در باب خاریست
رواں کن ہرزہ گوئے را کہ در حال | بدو از مردن شیریں زند فال
اگر میرد فتوح خویش گیریم | وگرنے راہ دیگر پیش گیریم
خوش آمد شاہ را آں چارہ سازی | نمودش مرگ آں بیچارہ بازی

مردن فرہاد در عشق شیریں و حالت او

ملک را بود زنگی پاسبانے | ترش رخسارۂ و کج مج زبانے
چو دیو دو زخ از عفریت روئے | چو زاغ کہنہ از بسیار گوئے
تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ | کہ زاں آرغ ترش سلبت شدہ زنگ

فراخ برسینہ فراخ زاں فراخ برخویش فراخ زآشوب آں فراخ کژ و مژ زبانے دق جو

شکم چون دیگدانِ آتش اندود — دهن چون وام دار دیر خشنود

دهانش را کسی نادیده باهم — لبش با آشنایان نا فراهم

خصومت پیشهٔ ابلیس خوئی — عوانی مشت خوارِ جنگجوئی

کسی کش پیش او گفتی نکو نام — زدیش اندر قفا صد گونه دشنام

چو دیدی دوری کس در میانه — زمرگِ او خبر گفتی بجانه

مسافر چون زدر بیرون زدی پای — زفالِ بد زدی در پیش او رای

بماتمها بخندیدی طربناک — فگندی در عروسیها بسر خاک

اگر کردندی از چوبش فروکوب — زبان چون اره کردی بر سرِ چوب

وگر سنگی زدندی خلق در جنگ — چو آهن تیز گشتی در تهِ سنگ

زسر تا پا کبود از مشت و سیلی — چو چوبِ نیل کوبان بود نیلی

کنه در سبلتش بیضه نهاده — بموی بینیش رشک او فتاده

سگی سگ چهره با خوی پلنگان — خری خر زهره نام او خرنگان

به پیشانیش داغی بر کشیده — چو خطی در خطائی در کشیده

شهش خواند و عطای بیکران کرد — بوعده نیز دامانش گران کرد

پس آنگه در غرض بکشاد لب را — که خسفِ ماهِ روشن کن ذنب را

نـ ق رازِ آشنایان — نـ ح چو دوری شد کسی را در میانه — نـ ح ـ نهاد اندر برون پایی ز بفال بد زدی پیش درش رای

نـ ح در ته — نـ ح اگر سنگش — نـ ق تیره — نـ ح چو بیش بر دو کوبان بر دنیلی — نـ ق کرد خفت

شد[1] آں دیوانۂ بدخو شتاباں   چو دیوے سوے آں غولِ بیاباں

بسنگے بر شد و نظاره میکرد   نمودارِ سخن را چاره میکرد

ز نیرنگش[2] به چنداں شعلۂ گرم   نشد یکجو دلے چوں آہنش نرم

بکار آورد نقشِ بےخرد را   زباں بکشاد و ناداں کرد خود را

نشسته با شبانے راز[3] میگفت   کز ئیساں کوه ضائع[4] چوں تواں سفت

گذشت از مرگِ شیریں ہفته بیش   رفیقش ہم بداں جاں کندنِ خویش

نه ایں کوه گر ستیزد با کہِ قاف   چناں لعلے نیاید روشن و صاف

ور از دنداں کند نافِ زمیں چاک   نه بیند نقش آں گم گشته[5] در خاک

دریغِ او برد ہر جش نصیب ست   دریغ اینجاست در خور کیں غریب ست

چو بشنید ایں سخن فرہادِ دلتنگ   فتاد از بیخودی چوں شیشه بر سنگ

بزاری گفت باز م گو چه گفتی   که ہوش از جان و جاں از تن برفتی

جوابش داد مردِ آہنیں دل ق که اے در سنگ مانده پائے در گل

چه کاوی کاں که آں گوہر ز کاں رفت   ز ہر کالبد غم خور که جاں رفت

تو در کارے چنیں زحمت کش بیش   که برد آں کار فرما زحمتِ خویش

بخاک انداختند اندامِ پاکش   بآبِ دیده تر کردند خاکش

ن[1] ق - رواں شد سوے فرہاداں بداختر + ز بی پر دروغ و چشمها تر - ن[2] ح - بنزدیکش ز چنداں

ن[3] ح - قصه - ن[4] ح - خود ضائع - ن[5] ق کرده

هزار افسوس ازاں شاخ جوانی — که بشکست[1] از دمِ بادِ خزانی

دگر رہ کیں سخن بشنید فرہاد — نشانِ زندگانی[2] رفتش از یاد

بزد زاں گونہ سر بر سنگِ خارا — کہ جوے خوں شد از سنگ آشکارا

بجوے شیر در شد جوے خونش — دل[3] کہ خوں گرفت از بوے خونش

ز چہرہ خوں ز فرقا خاک می رفت — ق میانِ خاک و خوں افتادہ میگفت

کہ آہ اے بخت نافرماں چہ کردی — بدردم میکشتی درماں چہ کردی

اگر میریزیم خوں بہر یارے — ہم اندر زیر پایش ریزبارے

دریغا ز آرزو یش زار مردم — بمردم و آرزو در خاک بردم

بمردن بود در پایش گمانم — نہ آں کو میرود من زندہ مانم

کنوں کاں دوست اندر خاک خوار است — من ار مانم نہ شرطِ دوستدار است

چو از عالم بروں رفت آنکہ یار است — مرا بے یار در عالم چہ کار است

چو یارم نیست کش جاں بندہ سازم — روم[4] بر یاد او جاں را ببازم

من و راہِ عدم کیں[5] جائے کس نیست — رہِ من تا عدم جز یک نفس نیست

چو جاں با جاں در آمیزد بہم شاد — در آمیزی بخاکم[6] خاکش اے باد

ہمی گفت اینکہ روزش را شب آمد — بتلخی جانِ شیریں بر لب آمد

ن[1] ق شگفت ن[2] ح ہوشمندی ن[3] ح کہ دلہا ن[4] ح روم بریار و جانرا پاے سازم

ن[5] ح کانجام کس ن[6] بخاکش خاکم

دهانش تلخ و شیرین بر زبان بود | بمرگش واپسیں شربت هماں بود
بشیریں گفتنش از چشم خوں رفت | که تا شیریں کناں جانش بروں رفت
همیں خود آرد ایں چرخِ جفاکوش | که ننهد کام دل کس را در آغوش
نماید تشنگاں را شربت از جام | ولے در خاک ریزد گاه آشام
کسے کو زاد در صحرائے عالم | نخورد آبِ خوش از دریائے عالم
بس آهو کو بحسرت اُفتاد شب گیر | چوے ناخورده خورد اندر جگر تیر
چو بے روزی بود مردِ رطب خوار | ز شاخِ آں خورد نیش از رطب خار
خیال و خواب شد گیتی بفرسنگ | که بنماید ولے ناید فرا چنگ
اگر دریا کشد لب تشنه در خواب | به بیداری نیابد بر جگر آب
چه باید بیهده بهتاب گرگرد | چو نتواں شقّهٔ از بهرِ خود کرد
شعاعِ خور نشاید زر گرفتن | چو نتواں از زمینش بر گرفتن
سوادِ سایه را عنبر مکن نام | که خاکش نقد بینی عنبرش وام
چو روشن گشت کیں سرمایه هیچ ست | چه بهرِ هیچ چندیں پیچ پیچ ست
پذیرنده چه مکرم داری اے خاک | بده ایں هیچ و بستاں عالمِ پاک
گزاں افزوں تواں ایں کم خریدن | بهیچ ارزاں بود عالم خریدن
عدم را توشه کن کیں جائے کم نیست | غمِ آں روز خور کاں روز غم نیست

ن ح ننهد　　ن ح ارزاں　　ن ح کاں روز

مسافر کاب ازینجا برنگیرد — چو دریا آخر آمد تشنه میرد
چو میدانی که گردون پرستیزست — ازین خانه یقین جای گریزست
نخواهی تا بزیر گل شوی پست — ازین خانه بباید پیش ازان جست
رها کن خاک را در ظلمت خاک — روان کن پاک را در عالم پاک
همای داری از فیروزه کهسار — مدارش چون غلیوازان بمردار
بطی کان دیده باشد جوی گلشن — کی آب خوش خورد از حوض گلخن
گرت صد زیب و زیور در وجودست — تن آساید ازان جان را چه سودست
چو بستان را بود پرنده محتاج — قفس خواه از زرش کن خواه از عاج
دران عالم که جان را کارسازیست — نیاز مرد تاج بی نیازیست
مترس از مرگ چون جان بی نیازست — که بعد از مردنت عمرت درازست
خردمند آن بود کز کاردانی — غم مردن خورد در زندگانی

خبر مرگ فرهاد رسیدن به شیرین وزاری و بکای او

بگوش خسرو استاد معانی — چنین گوید نوای خسروانی

ن ح نبات از خاک واین سیلاب تیزاست — ن ح حضور — ن ح سور

ن ق چو از بستان پریدان مرغ محتاج — ١٥ مراد از ذات شاعر

که چون فرہاد روزِ خود بسر برد | چو شمع صبحدم در سوختن مُرد

خلل در عشقِ شیریں در نیامد | برآمد جان و شیریں بر نیامد

خبر بردند بر شیرینِ خونریز | که خونِ کوہکن را ریخت پرویز

ہمه گفتند کیں رسمِ نو افتاد | که شیریں کشت و خوں بر خسرو افتاد

رواں شد نازنیں کز راه یاری | شہیدِ خویش را گرید بزاری

ببالیں گاه او شد با دلِ تنگ | بآبِ دیده شست از خونِ او سنگ

اشارت کرد تا فرماں برانش | بشستند از گلاب و زعفرانش

کفن کردند و بسپردند غمناک | غریبے را بغربت خانۂ خاک

بسے بگریست شیریں بر غریبش | فزوں تر زاں ز ہجرِ بے نصیبش

بخانه باز شد زاں اندہ نو | درونش دردمند از کار خسرو

شکایت کرد پیشِ ہمنشیناں | که بدبا شد جفاے گرم کیناں

کسے کش رنج مردم کم نباشد | بنزد مردماں مردم نباشد

چو مردم دردِ خود دشوار دانند | گزندِ دیگرے کے خوار دانند

حکایت خربنده لاف زن مناسب وقت و حال

ہمیزد از خرے خربندۂ لاف | که پالانگر به است از پرنیاں باف

۱؎ ہلاک گردید

ن ح بوریا

خرش گفتا که گر زیباست این کار — ز پشتِ من به پشتِ خود نه این بار

جوابش داد پالانگر چو بشنید — که پشتم ریش گردد خر بخندید

که خود چون منکری پالانگری را — به پشتِ من نویس این داوری را

چو می نتوان کشید از پشت خود بار — به پشتِ دیگران خر وار خر وار

نیارد مرگ خود کس بر زبان برد — بجانِ دیگران صد ره توان برد

چه در دست آمد آن نامهربان را — که بی جرمی بکشت آن ناتوان را

چو نتوانست خونم را پی افتاد[1] — گناهم را سیاست بر وی افتاد[2]

چو فردا دست خون در دامن آید — دیت بر خسرو و خون بر من آید

ندانم کز چه سان برسنجم این داد — که از خسرو بخواهم خونِ فرهاد

چو نتوانم بجنبش چاره کردن — که نتوان جان خود را پاره کردن

بدان شیرین کنم یاری دل ریش — که ریزم بر شکر شورِ دلِ خویش

مرا جوشِ شکر خود بوده در ره — کنون خود زاد فی الطنبور نغمه

کسی باید که همچون کینه خواهان — شتابد بر شکر سوی سپاهان

بشیرینی کند بیداد بر وی — بیازد بازیِ فرهاد بر وی

چو در سودای شیرین مرد فرهاد — بحلوای شکر روحش کنم شاد

---

[1] ن ح افگند

[2] ن ق افتد

صفت پیرزن ندیمهٔ شیرین وکشتن او شکر ملکهٔ اصفهاں را

چو شیریں برزد[1] از قفلِ شکر بند | سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال | چو گردوں درجہاں سوزی تند زال
نگوں پشتے ولیکن کز خرا ماں | ہمے در سلخ[2] و نامش ماہ ساماں
بہر جا در مصیبت رو فتہ جائے | بہر کو در عروسی کوفتہ پائے
بداده در جوانی نیزه را داد | بہ پیری نیز چوگاں باز استاد
بلورین سبحہ را بر کار کرده | بجاے ریسماں زنار کرده
لبش در ورد سحر و درس نیرنگ | بروں سادہ لباس و از دروں رنگ
کشادہ گریۂ تزویر چوں مے | ہزاراں اہرمن حل کردہ در وے
فریب انگیز نیزے از گیرائی گفت | کہ کرد[ے] پشۂ و سیمرغ را جفت
ہمہ بیداری زر قش بہ پردہ | ہمہ خواب در و غش راست کردہ
حدیثِ نرم خونریز از رگِ چنگ | زبانِ چرب چوں خنجر گہ جنگ

---

[1] اے بند دور کرد [2] روز آخر ماہ کہ در و رویت ہلال نشود و ماه از زیر نور آفتاب بر آید

ز دار و ہا کہ کار آید زناں را — زرہ بردے بسی سیمیں تناں را

مفرح ہائے مروارید و از دُر — کہ خوباں را برد ہوش از بلا دُر

بہر خمرہ ز معجونِ منقّا — سرشتہ شیر مرغ و خون عنقا

گیا ہائے بہ تسخیر آزمودہ[1] — بہر ذرّہ دو صد ابلیس سودہ

چو در گوش آمدش گفتار شیریں — بدنداں خست لب زاں کار شیریں

بجائے آورد شرط خاک بوسی — سخن پرداز با صد چاپلوسی

کہ با نو را پرستارے چو من پیش — پس آنگہ بہر نا چیزے دلت ریش

بفرما تا بیک پوشیدہ نیرنگ — کنم صحرائے عالم بر شکر تنگ

شکیبا کرد شیریں را فسونش — نواز شہا نمود از حد فزونش

بگرمی داد فرماں تا براند — شکر را شربتِ شیریں چشاند

عجوزِ کارداں زانجا بتعجیل — رواں شد در سپاہاں میل در میل

بچارہ رہ در ایوان شکر کرد — چو مورے کو بخوزستاں[2] گذر کرد

بیامد تا برِ شکر بصد نوش — نہاد از مہربانی حلقہ در گوش

بشیرینی خیاں در مغز در شد — کہ دلال ترازوے شکر شد

---

[1] ق - بودہ

[2] خوزستان بجاے زاى معجمہ نام ولایت شکر خیز در فارس کہ شہر شوستر از واست و ہر ملک شکر خیز را گویند چہ خوز بمعنی شکر آمدہ و نیشکر زار و کارخانہ شکر را نیز گویند۔

چو محرم شد همه شادی و غم را | بمادر خواندگی برزد علم را
نمودے بر کنیزانِ سرائی | گہے کدبانوی گہ کدخدائی
ز شیرین کاری جادو زن پیر | مزاجش با شکر در خورد چون شیر
ز افسونہا کہ از بہرِ[1] شکر بود | صد افسونِ شکر بیش[2] از برش[3] بود
دمیدے ہر زمان دیگر فسونش | چو افسون خواندگاں کردے زبونش
پری رو از چناں جادو زبانے | جدا بودن نیارستے زمانے
گہش از عشق خسرو راز گفتے | گہش ز اندوہ شیرین باز گفتے
عجوز فتنہ با او در دی دردی | درون رفتہ لب شکر موی در موی
چو روزی بودش آں شربت چشیدن | نیارست از شکر مو بر کشیدن
بدو دادہ کلید خورد و آشام | ز گلگشت[4] بادہ خوردے و ز کفش جام
نہ نوشیدی بصد شور جگر تاب | بروں از گفتِ او یک شربتِ آب
بد انسان چوں برآمد سالِ آزاد | بنائے فتنہ محکم کرد بنیاد
مخالف در کمینِ کارے بود | بلب مست و بدل ہشیارے بود
چناں افتاد وقتے فرصتِ کار | کہ کرد آہنگ مے سرو سمن بار
بقدرِ ہفتہ در کامرانی | پیاپے داشت دورِ دوستگانی[6]

---

[1] ق ہر شکرش [2] ق بیشش زبر [3] ق از [4] ح ز دستش نقل [5] ح خوں

[6] جائیکہ دوستاں بیاد دوستاں خورند

بخارِ باده در سر گرد کارش — صداع انگیز شد مغز از خمارش

فتادش در مزاج[1] از رنج سستی — به بیماری کشیدش تندرستی

ز بس گرمی تنش آمد به نرمی — شکر را چاره خود نبود ز گرمی

شکر در مردمان[2] باشد تب انگیز — شکر را دیدگو باشد تب تیز

ز بالین جستن سرو خرامان — بساماں کاری آمد ماه ساماں[3]

بتدبیر آستین[4] مالید و بنشست — همی انگیخت نیرنگی بهر دست

گلاب آمیز شربت هائے مخمور — نبات[5] و شکر و معجون و کافور

گوارشها[5] که باشد راحتِ درد — مزوّرهائے[6] پرهیز از پئے خورد

برون کرده ز بانے همچو آدر — تو پنداری که ارسطو[7] راست مادر

گه از بقراط خود را کرد افزون — گهے خندیدے از قول[8] فلاطون

نهاده شیشها[8] پنجاه در پیش — ز خمره[9] خود چگویم از عدد بیش

دواهائے که نامد مسیح در کام — گیاهائے که نشنیدش[10] کسے نام

گرایں را کوفت گه آنرا همی سود — وزیں کوب و شکن یکدم نیاسود

ذوق طبع شرح طلای صندل — شرح کسے نشناختش

[1] زیراکه مزاج شکر گرمست [2] بقاعده طب [3] نام پیرزن [4] آماده و مهیا برائے تدبیر شد [5] ائے جوارشها [6] طعامیکه بغرض تسلی مریض پزند [7] مادر ارسطو مراد از مربی ارسطو به دانش [8] ائے بر قولِ فلاطون اعتراض کردی [8] مراد از کثرت شیشه ها [9] خم کوچک یا همان مخفف خمیره که گذشت

گماں براعتمادش بستہ بیمار — کبوتر نازک و شاہیں ستمگار

چو ناگہ یافت آں فرصت کہ می جست — بنوشیں شربتے زہرش فروشست

قدح پر کرد و در دستِ شکر داد — لبش را ز آخریں شربت خبر داد

چو ماہِ نازنیں کرد آں قدح نوش — درونِ نازکش افتاد در جوش

خرابی یافت اندر قالبش راہ — ز پروازِ عدم جانش شد آگاہ

نخست از بیخودی خود را بہش کرد — وداعِ مادرِ فرزندکش کرد

کہ رحمت بر تو بادا اے مادرِ پیر — کہ در رحمت نکردی ہیچ تقصیر

ز تو آں سایہ دیدم بر سرِ خویش — کہ امیدم نبود از مادرِ خویش

دریغا رفتم از دورانِ پر پیچ — کہ حقِّ نعمتت نشناختم ہیچ

چو بے فرزندے غم منت خورد رایت — بمرگِ من بیامرزد خدایت

چو مرگ آمد بسوے من شتاباں — تو کردی زانِ خود بر تو چہ تاواں

چو شخصِ ناتواں را در فنا روست — چہ سود از دارو از خود نوش دارو دست

دراں علت چہ دارو جائے گیرد — کہ اول سر ز دارو سائے گیرد

گر از دارو حیات آباد بودے — طبیب از دردِ مرگ آزاد بودے

نہ در دستِ طبیب تراز خالیست — کہ گاہے سرخ رو گہ سبز پاسیت

کند تقدیر جاں کم نصیباں — گنہ بر مرگ تہمت بر طبیباں

شرح برد   تق آرد مراگر   ۵۳ اثر کند

طبیباں را مگر ایں نکته حل نیست | که در نه شیشه دارو ے اجل نیست

وصیت بیش ازینم نیست با تو | که چوں دور افتد از من راه تا تو

زمن با شرطِ تعظیمے که دانی | زمیں بوسی به بزمِ خسروانی

بمالی زیر پایش دیدهٔ غمناک | بگوئی آسماں را قصهٔ خاک

که ما رفتیم با جانِ پر امید | ترا جاں تازه باد و عمر جاوید

مرا دور از تو گر زد چشم بدراه | ز رویت دور باد ا چشمِ بدخواه

مرا گر خود سر آمد زندگانی | ترا هر روز نو باد ا جوانی

وگر من شربتے خوردم جگرجوش | ترا باد ا شرابِ خوشدلی نوش

چو نوشی باده با شیریں بتمیز | بریزی جرعه بر خاکِ شکر ریز

چو بنشینی بروئے دوستاں شاد | فرامش گشتگاں را هم بکن[1] یاد

چو آئی بر سرِ خاکم خراماں | غبارِ من[2] بیفشانی ز داماں

که گر خونم بگیرد گردنت را | نگیرد خاک بارے دامنت را

گر از یادِ شکر گیرد ملامت | مبادا شربتِ شیریں حلالت

مبیں خوار ار شدم خاکِ زمیں سود | که روزی آخر ایں خاک آدمی بود

بیا وز خونِ من تر بیں کفن را | زیارت کن هلاکِ خویشتن را

مرا از یاریٔ شیریں مکن خوار | که من هم روزے آخر بودمے یار

---

[1] ح کنی   [2] ح - غبارم را نیفشانی

گلے بودم اگر مشکیں[1] نبودم　　شکر بودم اگر شیریں نبودم

بماندم منتظر بہرِ تو تا دیر　　چو وقت آمد ندیدم در رخت سیر

ازاں میوه که وصلم داد حالی　　دہاں آلوده گشت و معده خالی

چو نیم انجیر باشد قوت زاغے　　ہماں قوتش شود سوزنده[2] داغے

چو بازے را کنند از چاشنی داشت　　بجوید چاشنی ہم در سرِ چاشت

چو افتد قطرهٔ بر تابهٔ گرم　　بود چوں روغنے بر آتشِ نرم

ز شاخِ پخته خرمائے گسستم　　بخوردن باغباں بستد ز دستم

ہمی[3] با دوستے ہمدست گشتم　　با دل دوستگانی مست گشتم

نخفتم روزِ ہجر از سوزش و تاب　　چو روزِ وصل آمد می برد خواب

تو خوش با یار خسپ اے یارِ چالاک　　که من با خاک خواہم خفت در خاک

ازیں پس کز جدائی تاب بینم　　جمالِ یکدگر در خواب بینم

چو فردا صبحِ محشر گردد آغاز　　کنم دیده ز خواب اندر رخت باز

دریں گفتن مژه در ہم غنودش　　در آمد خوابِ مرگ و در ربودش

غبارِ نیستی در شکر افتاد　　بخوزستان وے شورے در افتاد

ز ہر چشم انجمن را خوں بر آمد　　نفیر از انجمِ گردوں بر آمد

جواں مرداں بسر ہا خاک کردند　　عروساں پیرہن[4] ہا چاک کردند

---

[1] ح۔ نسریں　[2] ق۔ دردیده　[3] ق بے　[4] ق آستیں ہا

ز مژگان خلق خوں با دیده آلود | بر آمد نالهاے آتش اندود
نه تنها مخلصان و نیک خواهاں | که غمگیں شد همه شهر سپاهاں
بشستندش بترتیبے که شاید | کشیدندش بتعظیمے که باید
چو در دخمه بخاک اینباشتندش | سه روز آئین ماتم داشتندش
پس از چندی لب شادی ونهادند | هوائیش را ز دل یکسو نهادند
کسے کو بیشتر کرد از غمش جوش | ز خاطر بیشتر کردش فراموش
همیشه عادتِ مردم چنین ست | دلش سنگین و قالب پوستین ست
همه کس با هزاراں بیقراری | بگرید مردهٔ خود را بزاری
چو در خاکش نهد بیکار گردد | هماں ساعت فرامشکار گردد
اگر دل نقشبند و گر رحیم ست | فرامشکاری مردم قدیم ست
دراں دم کادمی از گل سرشتند | ز غفلت نکتهٔ بر دل نوشتند
گر از غفلت نبودے سینه را برگ | ز بیم مرگ بودے هر زماں مرگ
وگر جنبید کاں مردن ندانند | اگر دانند خود زنده نمانند
تو مارا بیں کز نسیاں عقده در پیش | همیدانیم و می پوشیم بر خویش
همی بینیم و آگاهیم ازیں راز | که تن با جاں نخواهد ماند دمساز
ولے چوں چشم مردم دوربیں نیست | نظر می بیند و دل را یقین نیست

---

۵ ح گوشتیں ۶ ق گاں ۷ ح عقبه ۸ ح بنیش

بسے را رحلت از حد بیش دیدیم — رحیلش هم بچشم خویش دیدیم

اگرچه دیدنِ ما زوٗد زود است — چو عبرت نیست زان دیدن چه سود است

نه بیند هر کرا چشمیست پنهان — خیالِ مرگ در آئینهٔ جان

وگر کش چشم عبرت هست کوتاه — ببیند لیک ننهد سوے خود راه

چو دور زندگانی بر سر آید — نداند کز کدامین ره در آید

کسے زین زخمگاه ایمن فتاده است — که یا مرده است و یا خود نزاده است

چو زادی باش زخمش را مهیّا — که لولو سفته برناید ز دریا

برشوجے کاندرین نیلی حصار است — دو شش بر کعبتینِ قلب کار است

که یارد باخت با این شوخ قلّاب — که دارد کعبتینِ پر ز سیماب

عجب کعبے که برداو دست مطلق — اگرچش هست نه مهرهٔ معلّق

به آں باشد که ما نقدے که داریم — بهوسیم و بدستِ او سپاریم

عنانم بیں که هست اندیشه گستاخ — سخن را تا کجا زد شاخ در شاخ

چو کردم گنج باد آورد را صرف — خرامان باز گردم بر سرِ حرف

رسیدن پیرزن در محل شیریں ملکه اصفهاں

چو کرد آں فتنه ساماں بدمهر — بناخن خست بهرِ مصلحت چهر

ن ق دیر و زود ن ق. این بحر ن ق برد ن ح. بے مهر

بشوخی با عروسانِ شکر خند — در اندوهِ شکر زد ناله چند
پس آنگه جُست دستوری ز خوباں — رواں شد سوئے شیریں پائے کوباں
رسید و ماجرا را پرده برداشت — صنم خود زاں همه یک یک خبر داشت
اگرچه از کاردانی بیر فرتوت — بخنده داد بیروں دُر[1] و یاقوت
ولے در پرده گشت از غم دلش ریش — که او را بود نیز آں روز در پیش
کسے کز مرگ نبود جانش آزاد — چرا گردد بمرگِ دیگرے[2] شاد
بخسرو گشت نیز آں نخته[3] روشن — که همهاں شد شکر در سبز گلشن
برآورد از جگر سوزنده آہے — که بودش حقِّ صحبت چند گاہے
نشست از سوگواری باتنِ چند — بماتم چاک زد پیراہنِ چند
ز نرگس ہر آں سروِ خراماں — بخاک افگند[4] دُر داماں بداماں
بصد تلخی ز شیریں کرد فریاد — که بر زیں خم است نتواں خونِ فرہاد
عملہا را جزا ہا در کمین ست — سزائے آنکه[5] من کردم ہمین ست
نکو را نیک و بد را بد شمار ست — بپاداشِ عمل گیتی بکار ست
اگر بنیادِ تو بر نیک خوئی است — مکافاتِ نکوئی ہم نکوئی است
ور از خود خوئے بد را ساز یابی — جوابِ خود ہم از خود باز یابی
درخت[6] زہر ہر جا کاشت نتواں — چو کاری زاں شکر برداشت نتواں

ن۱ ح- درزیاقوت ن۲ ح- دیگراں ن۳ ح قصه ن۴ ح- افشاند ن۵ ح- انچه ن۶ ح- نبات

درین گنبد یکی[1] بر کش آواز   که گنبد هرچه گوئی گویدت باز

یکی زاده[2] صدا یابی درین راه   که بالا گنبد ست و زیر آں چاه[3]

چو چشم دیگرے بخراشی از خار   خراشِ خویش را هم چشم میدار

برآید جاں ستاں را جاں بتاواں   عقاب اندک زید کرگس فراواں

چو آہن گر بسازد تیغ کیں جوے   بدستِ خود کند خود را سیه روے

چو سازد تیر گر تیرِ بلا شور   هم اندر دیدنش خود را کند کور

بود سوزن به از تیغ برنده   که این دوزنده باشد آں درنده

چو خسرو جرمِ خود را یافت پاداش   پشیماں وا گشت از دیده خونابش

طمع یکبارگی برداشت از دوست   رضا بے مغز گشت و کینه بے پوست

ز ارمن در مداین رفت غمناک   ز حسرت کام خشک و دیده نمناک

بکنجے در شد و اندوه می خورد   ز بے سنگی غمے چوں کوه مے خورد

بروزش خوردن غم کار بودے   بشب آسایش دشوار بودے

چراغ[2] جانش را هم باد برده   چراغ دل ز باد سرد مرده

چنیں است رسمِ عشق بازی   چو با جاں ساختی با او بسازی

---

[1] ح در [2] ق با [3] آپش

[2] ق - چراغِ دل ز باد سردی مرد + چراغ خویش را هم بادی برد

در شب فراق مناجات شیرین
با حق سبحانهٗ تعالیٰ و یادِ خسرو

زکوهستانِ ارمن چوں سرافراز | سوئے شہرِ مداین کرد پرواز
صنم بشنید بعد از چند گاہے | کہ خسرو در فلاں دہ بودہ ماہے
ز دوری با ہزار افسوس نالید | بریدا ور از غفلت گوش مالید
خمارِ عشق در سر تازہ شد باز | شغب در دل بلند آوازہ شد باز
دلش را خارِ غم در دامن آویخت | خرد دامن بدنداں کرد و بگریخت
بجوش افتاد جانِ مستمندش | بدرد آمد درونِ دردمندش
ز اشکش خانہ در سیلابِ خوں شد | صبوری از رہِ روزن بروں شد
در آمد شحنۂ ہجراں بتاراج | رواں را طوق بر دو عقل را تاج
سپاہِ فتنہ شد بر قلبِ تن چیر | ولایت بستد از سلطان شمشیر
چو عشق آرد لگد کوبِ خطرناک | نہ خسرو بلکہ کیخسرو شود خاک
یکے داں عشق در موران و پیلاں | بآتش در چہ عود و چہ مغیلاں
شبے تنگ آمد از بس رنج بردن | چناں کز ناشکیبی خواست مردن
سخن را مہر زد چوں نقشِ چینی | برید از ہمنشیناں ہم نشینی

ن ق ا۔ تیز از افسوس ن ا ق۔ عشقش از ن ۳ ح۔ در ن ۴ ق۔ را

بکنج تنگ شد دل تنگ می بود — دلش با بخت بد در جنگ می بود

شبے تاریک چوں دریاے از قیر — بدریا ور فگنده چشمهٔ شیر

ز جنبیدن فلک بیکار گشته — ستاره ور روش[1] مسمار گشته

ذنب پاے کواکب را شده خار — کجک[2] دست دہل زن را شده مار

ز ظلمت گشته پنهاں خانهٔ خاک — چو چاه بیژن و زندان ضحاک

سواد تیره چوں سوداے خاماں — بداماں قیامت بسته داماں

ربوده باد تند از شمعها تاب — زده مهر ابد بر دیدها خواب

سُداے[3] خورده چرخ آبستن گاه — سترون گشته از خورشید و از ماه

غنوده در عدم صبح شب افروز — بقیر اندا شته دروازهٔ روز

بگنج صبح قفل افگنده افلاک — کلید گنج را گم کرده در خاک

بریده تیغ[4] شب از کینه خواہی — گلوے بلبلان صبحگاہی

خروساں را بگاه بانگ و تکبیر — خمیر پیر زن گشته گلوگیر

موذن قرص صوفی را زده گاز — ز حلوا خوردنش بگرفته[5] آواز

جهاں چوں اژدهاے پیچ در پیچ — بجز دود سیه گردش دگر هیچ

شبے زینگونه تاریک و جگر سوز — ز غم بیخواب شیرین سیه روز

مبادا[6] غم که اندر دل شود سخت — کند اول خواب را بیروں نهد رخت

۱؎ ح. زخش ۲؎ ح. کژک ۳؎ ق. شده کے ۴؎ ح. بید ۵؎ افتاده ۶؎ ق. مبادا ہیچ غم در

چو در بیداری شادی بود رنج — چه باشد حالِ بیدارانِ غم سنج

اگرچه پاسبان بیدار باشد — نه همچون عاشق و بیمار باشد

دران شب حالتِ شیرین چنان بود — که از غم جانِ شیرینش بجان بود

بآب دیده با شب راز می گفت — ز روز بد حکایت باز می گفت

همی نالید کای شب چند[١] ازین داغ — همای را مکش در چنگل زاغ

بپایان شو که من زین بیقراری — بخواهم مُردن ار شب زنده داری

چو گبران می کنی بر من جفائی — ترا یارب که مهری نیست جائی

بدین بی مهری و تاریک روئی — شبی یا روز بخت من نکوئی

تو هندو کافری نام تو شب نیست — ز هندو کافری کردن عجب نیست

مگر سوگند خوردی ای[٢] جهان سوز — که بعد از مردنِ شیرین شوی روز

چه خسپی چند[٣] ازین ای صبح سیه روی — بآب چشم من رُخ را فرو شوی

چرا زیر زمین چون تخم فسردی — دمی بالا کش آخر گر نه مُردی

مگر داری[٤] تو هم زآشوبِ غم جوش — که کردی خنده را چون من فراموش

مریز اشک ای دو چشم تیره روزم — وگر سوزم رها کن تا بسوزم

چه باید ریخت این سیلِ ستم را — چو نتوان شست این سودای غم را

چه تاریکی شد ای خورشید یارت — که پیدا نیست روزِ روزگارت

١ق-چندین از   ٢ق-دل افروز   ٣ق-خیزی   ٤ح-تو هم داری مگر

گرفتم گز خمارِ بادهٔ دوش — صبوحی گشت مستانرا فراموش

چه شد یارب سحرخیزانِ شب را — که در تسبیح بکشادند[1] لب را

مگر بشکست[2] نای مطربِ پیر — که بر نا ورد[3] امشب نالهٔ زیر

مگر بر نوبتی خواب اشتلم کرد — که امشب خاستن را وقت گم کرد

مگر شد بسته مرغِ صبح[4] را کام — که بانگے بر نمی آرد بهنگام

مگر دودِ دلم عالم سیه کرد — دمِ[5] من صبحِ عالم را سیه کرد

وگرنه کے شبے را این درنگست — که گردون بے تگ[6] و سیاره لنگست

مرا زین شب سیه شد روئے هستی — سیه روئیست این نه شب[7] پرستی

گهے باشد که این شب[8] ور گردد — دلِ پرسوزِ من بے سوز گردد

ازین ظلماتِ غم یابم رهائی — بچشمِ خویش بینم روشنائی

بسے میکرد زینسان نا امیدی — که ناگه از افق بر زد سفیدی

چو لاله گرچه بودش در جگر داغ — ز بادِ صبحدم بشگفت چون باغ

چه خوش بادیست بادِ صبحگاهی — کزو در جنبش آید مرغ و ماهی

درآندم هر دلے کافسرده باشد — اگر زنده نگردد مرده باشد

بزرگان کان نفس را زنده دارند — بجان بخشی دمِ بخشنده دارند

---

[1] ح- بکشایند [2] ق- مگر بگسست [3] ح- که بر می نا ورد [4] ق- در دام

[5] ق- دم من شمع گردون را تبه کرد [6] ح- مقعد [7] ق- بت پرستی [8] بر

دلے کو نورِ صبح راستین یافت | کلیدِ کارِ خود را آستین یافت

همان در زن که ملکِ عالم آنجاست | دگر زان بیشتر خواهی هم آنجاست

که شد صبح ز خوابِ غفلت آزاد | که بخشش[1] صد درِ مقصود بکشاد

چو شیرین یافت نورِ صبحدم را | بروشن خاطرے برزد علم را

بمسکینی جبین بر خاک مالید | بدرگاهِ خداے پاک نالید

که اے در هر دلے دانندهٔ راز | به بخشائش درت بر همگنان[2] باز

زبے کامی دلم تنگ آمد از زیست | تو میدانی که کامِ چون منی چیست

چو تو امید هر امیدواری | امیدم هست کامیدم برآری

جز این در دل ندارم آرزوئے | که یابم از وصالِ یار بوئے

زحرمت داشتن چون[3] در وبالم | بشارت ده بکابینِ حلالم

درونم سوخت زین حاجت نهانی | گرم حاجت برآری می توانی

وجودم گشت زین درماندگی پست | تو گیری از کرم درمانده را دست

نشاطے ده که زین غم شاد گردم | ز زندانِ فراق آزاد گردم

بسترِ کبریا در پردهٔ غیب ق | بوحئے انبیا[4] در حرفِ لاریب

بنورِ مخلصان در روسفیدی ۲ | بصبرِ مفلسان در نا امیدی

بایمانِ تو اندر جان بدکیش ۳ | به پیوند کهن در دلقِ[5] درویش

ن۱ ق. که بخشش — ن۲ ق. بیدلان — ن۳ ح بی وبالم — ن۴ ق صرف — ن۵ ح. درشت

بداں اشکے کہ شوید جامۂ ایاک ۴ بداں حسرت کہ گرد دہمرہِ خاک

بداں تاریک زندانِ مغاکے ۵ ببالینِ فراموشان خاکے

بخونِ غازیاں در قطع پیوند ۶ بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند

بآہے کز سرِ شورے برآید ۷ بخارے کز سرِ گورے برآید

بمہر اندودہ دلہاے کریماں ۸ بگرد آلودہ سرہاے یتیماں

بداں غرقہ کہ برناید ز آبے ۹ بداں تشنہ کہ باشد در سرابے

بشبہاے سیاہِ تنگدستاں ۱۰ بدلہاے سفیدِ حق پرستاں

بباد ے کاول اندر تن درآید ۱۱ بداں جاں کاخر از مردن برآید

بعشقِ نو در آغاز جوانی ۱۲ بغمہاے کہن در دل نہانی

بداں بیدل کہ ہستی نایدش یاد ۱۳ بداں دل کو بود در نیستی شاد

بداں سینہ کہ دارد عشقِ جاوید ۱۴ بہجرانے کہ ہست از وصل نومید

کہ برداری غم از پیرامنِ من ۱۵ نہی مقصودِ من در دامنِ من

گرفتارم بدستِ نفسِ خودرائے برحمت بر گرفتارے بنخشائے

برآور آرزوئے راکہ دارم کلیدِ آرزو نہ در کنارم

اگرچہ ماجرا ہست از ادب دور تو دانی کز تو نتواں داشت مستور

نخستم در لباسِ آرزو پوش پس ایں جرمم بستاری فروپوش

۱ق۔ حرفے ۲ح۔ گم شد ۳ح۔ دم

چو شیریں از سرِ صدق ایں دعا کرد — خدا از صدقش آں حاجت روا کرد

بصدق آنکو دریں حضرت پناهد[1] — نهد اندر کنارش هرچه خواهد

چو جوینده مرادِ خویش یابد — بمزدِ[2] اعتقادِ خویش یابد

در آں شب کاں صنم زینساں غمیں بود — ملک را هم زغم حالت[3] همیں بود

همه شب نازنیں را یاد میکرد — بدل برمیزد و فریاد میکرد

فراواں غم کشید اندر شبِ تار — که تا شب را بروز آورد یکبار

چو رفت از دیدهٔ مردم[4] سیاهی — جهاں روشن شد از مه تا بماهی

نماند از آرزومندی قرارش — برفت از خویشتن داری شمارش

سبک بنشست بر شبدیز چوں بدر — رواں شد سوے خورشیدِ فلک قدر

هماں سوداغناں آویز جانش — هماں خاصانِ دولت هم عنانش

رها کرده عناں دنبالهٔ دل — بارمن بار شد منزل بمنزل

هوا سرد و وقتِ برگ ریزاں[5] — گریزاں گل زباد افتاں و خیزاں

بخجلت همچو دم سرداں همی گشت — بکوه و دشت سرگرداں همی گشت

سر نکتش خاک را پیرایه میداد — دمِ سردش خزاں را مایه میداد

رواں می بود در ویران و آباد — بدینساں تا خزاں بگذشت چوں باد

---

[1] ق - بیابد [2] ق - بخورد [3] ق - خاطر حزیں [4] ح - انجم [5] ق - ترک

رفتنِ خسرو بدرِ قصرِ شیرین و در بند کردن شیرین به خسرو

چو بستان تازه گشت از باد نوروز | جهاں بستد بهارِ عالم افروز
زآسیبِ صبا در جلوه شد باغ | بغارت داد بلبل خانهٔ زاغ
هوا کرد از گل آسیب[۱] خزاں دور | بمشکِ تر بدل شد گرد کافور
عروسِ غنچه را نو شد عماری | کمر بربست گل در پرده داری
بنفشه سر برآورد از لب جوی | زمیں گشت از ریاحین عنبریں بوی
نسیمِ صبحگاه از مشک بوئی | هزاراں نافه در برداشت گوئی
حریرِ گل ورق در خوں سرشته | براتِ عیش[۲] بر ساقی نوشته
غنوده نرگس و قمری به بستاں | ببانگِ[۳] چنگ در بالینِ مستاں
خماری نرگسِ شب ناغنوده | شکیب از جانِ مشتاقاں ربوده
شگوفه شاخ را پیرایه کرده[۴] | سمن گل را بداماں سایه کرده
خبر می برد بادِ صبحگاهی | زبوی گل بشادروان شاهی
که زینساں نوبهارِ عشرت انگیز | چرا از باده باید کرد پرهیز
ملک بر عزم صحرا بارگی جست[۵] | به پشتِ بادسرو نازنیں رست

[۱] ح-آشوب [۲] ح عشق [۳] ح چو بانگ چنگ [۴] ح میکرد [۵] ح بست

بخدمت باوشاق چند دلخواه — جنیبت راند چون خورشید و چون ماه

نخست از گشت کرد آهنگ نخچیر — فرود آورد صد[1] مرغے بیک تیر

بروں جستند بازانِ سبک خیز — بخونِ صید کرده چنگ را تیز

درآمد چنگل شاہیں بتاراج — نہ تیہو ماند در صحرا[2] نہ درّاج

رہ بط باز[3] تیز آہنگ میزد — برقصِ کبک شاہیں چنگ میزد

ملک ہر سو کہ مرکب راند حالی — زمیں از گور و آہو کرد خالی

چو نخچیر گشت و صید افگنده تا چاشت — ازآنجا سوئے بستاں راہ برداشت

بگلزار آمد از نخچیر گہ شاد — بساط افگند زیر سرو و شمشاد

بمے بنشست با خاصانِ درگاہ — برآمد بانگِ نوشا نوش بر ماہ

بروں دادند مرغانِ خوش آہنگ — نواے ارغنوں زابریشم چنگ

شمال از شاخ سنبل خاک میرفت — صبا بر فرشِ نسریں پائے میکوفت

ملک زانو زدہ بر مسندِ ناز — بعشرت رنج سوز و گنج پرداز

چو گل پیشانیٔ دولت کشادہ — ببالیں پشت دولت باز دادہ

پیاپے گرچہ می میکرد پرکار — نمی رفت از دلش سوداے دلدار

بیادش در چمن نظارہ میکرد — بجاے جامہ جاں را پارہ میکرد

سخن میگفت و آب از دیدہ میریخت — بداماں گوہر ناچیدہ میریخت

---

[1] ق . بہر   [2] ق بربالا   [3] ق - نیز ازاں

نه تمکینی که خود را باز جوید
نه همدردی که با او راز گوید

نبود آنروز پیش شاه شاپور
که از خسرو غم شیرین کند دور

گره چون غنچه میزد بر دل تنگ
همی شست آستین از اشک گلرنگ

بهر نرگس که در گلزار دیدی
خیال چشم مست یار دیدی

بهر شاخی که از گل برگرفتی
بیاد دوست آه از سر گرفتی

ز هر سنبل که تابی باز[1] میکرد
ز زلف او عتاب آغاز میکرد

شکیبا بود تا هشیاری داشت
چو سرخوش[2] شد عنان از دست بگذاشت

چو سرها گرم گشت از بادهٔ چند
زبان بگشاد با آزادهٔ چند

که نوروز آمد و گلزار شگفت
صبا با گل پیام عاشقان گفت

روان شد باد جام لاله بر دست
خمار نرگس بیمار بشکست[3]

همه کس با حریفی با غ در باغ
مرا از[4] دل ز دوری داغ بر داغ

نشاید خورد می بی دوستداران
که شادی غم بود بی روی یاران

بود بی دوستان در مجلس ناز
پیاله سرنگون شیشه دهن باز

همه شادند و جانم در عذابست
که می بی روی جانان زهر نابست

اگرچه روی گل مهمان نوازست
ولی افسانهٔ بلبل درازست

مرا از سوز دل هر لحظه مرگی
که آرد تاب آتش کاه برگی

---

[1] ح- کرده [2] ح- کنایت را عنان از دست نگذاشت. [3] ح- بنشست [4] ق- خود

ہلاکم زیں ہمہ[1] ناموس خامست — چو عشق آمد چہ جائے ننگ و نامست

بداں می آرم ایں گم شدہ بخت[2] — کہ عصمت را ببازار افگنم رخت

زنم[3] از غصۂ دل سینہ را چاک — ز خونِ خویشتن رنگیں کنم خاک

مگر باد آید و زیں جوے خونم — بداں بدخو رساند بوے خونم

چو چندیں[4] زیں سخنہا گفت حالی — دل از اندیشہ لختے کرد خالی

جنیبت جُست و از دل بار برداشت — رہ شکوے آں دلدار برداشت

رواں گشت از شرابِ لعل سرخوش — ولیک از سوزِ سینہ دل[5] در آتش

برقاصی صبا در زیر رانش — خیالِ یارِ زیبا ہمعنانش

بناگوشش ز[6] آبِ گرم در خوے — دمِ سردش پیام آوردہ از روے

چو آمد سوے قصرِ نازنیں تنگ — ز مغزش عقل[7] شد و ز سینہ فرہنگ

خبر بردند بر سروِ گل اندام — کہ طوطی پر درِ فردوس زد گام

بلرزید از ہراس آں دستۂ گل — کز آں سیلاب تندش بشکند پل

تنکوہِ نام ننگ آوارہ گردد — لباسِ عصمتش صد پارہ گردد

صواب آں دید رائے ہوشیارش — کہ نہ ہد[8] راہ در ایوانِ بارش

عملدارانِ درگہ را بفرمود — کہ تبتابند پیش آہنگ شہ زود

---

[1] ن ق - ہوس [2] ن ح - بداں می دارم ایں جان کم بخت [3] ن ح - سہم [4] ن ح - چندی
[5] ن ح پر ز آتش [6] ن ح زرداد [7] ن ح - ہوش [8] ن ق جائے

چو پیدا گرد آن خورشید پرنور | زمین بوسند همچون سایه از دور

درافشانند مروارید شب تاب | زمین را گرد بنشانند از آب

رسانندش چنان با عز و تمکین | از آنجا تا در ایوانِ شیرین

چو فرمان داد ماهِ مشتری قدر | ز صحنِ خانه بالا رفت چون بدر

دویدند آن همه فرمان پذیران | باستقبالِ شاهِ تخت گیران

چو پیدا شد شکوهِ ارجمندی | کلاهِ تاجور شید از بلندی

فروزان از جنبش فرِ شاهی | زمین تا آسمان نورِ الٰهی

به پیرامن نه از گردن کشان کس | غلامی چند از خاصانِ شه[۱] بس

خطش بر لاله عنبر بیز گشته | گلش از خوی[۲] گلاب انگیز گشته

ز بوی خوش که میزد آن تنِ پاک | گلاب[۳] آمیز گشته کره[۴] خاک

ز رویش آفتاب از دست میرفت | کسی کامد بدیدن مست میرفت

چو دیدند آن رقیبان عارض[۵] شاه | جبین سودند بر خاکِ گذرگاه

نثاری ریختند از گوهر و لعل | سمِ شبدیز[۶] گردید آتشین نعل

ز لؤلؤ حلقه[۷] می بستند مه را | نثار افشان همی بردند شه را

از آنجا تا بشادروانِ ماهش | همه بر فرش دیبا بود راهش

---

۱ ق - او ۲ ق - خویش از گل ۳ ح - عبیر ۴ ح ناقه ۵ ح - جبه

۶ ح - که گوهر داره کردند آهنین نعل ۷ حلقه می بستند ره

چو آمد بر درِ قصرِ دلارام — کزان شیرین سخن شیرین کند کام

درے در بسته دید و میزبان دور — مه اندر برج عصمت مانده مستور

تعجب کرد حیران ماند ازاں کار — که نخلِ بارور چون گشت بے بار

ز خجلت روے را چون زعفران کرد — که بے روی چنین خود چون توان کرد

زمانے ماند بر در دیده پر آب — درونش تافته بیرونش بے تاب

بهر نوعے که میزد با خرد راے — نمی ماندش[1] دلِ شوریده بر جائے

جهان شب شد بچشم نیم خوابش — که ماند اندر پسِ[2] ابر آفتابش

بخواری باز گشتن خواست در حال — که خواندش نازنین ز آواز خلخال

ملک را کامد آں آواز در گوش — بجانِ بے خبر باز آمدش مدہوش

نظر[3] انداخت چون بر قصر والا — زمین بوسیده ماهِ سرو بالا

دمید از ہر دو جانب صبحِ امید — مقابل شد بگرمی[4] ماه و خورشید

پریرو از فرہ میریخت آبے — بروئے میهمان میزد گلابے

به نظاره فرو ماندند تا دیر — نمی گشت از تماشا چشم شان سیر

ن۱ ح نمی آمد   ن۲ ح کوه   ن۳ ح چو سر بر کرد سوی   ن۴ ح - بدل گرمی دو خورشید

سرکه ریزی خسرو از عتابِ ترش روئی شیرین و خود ترش گشتن

ملک هر چند خواهان با دلِ ریش | که در صحرا نهد سوزِ دلِ خویش
هلاکش گرچه ترکِ جان نمی کرد | زبانش در سخن فرمان نمی کرد
ازان دل ماندگی کامد بجانش | ز بس گریه گره می شد زبانش
چو لب بستن نه زیبا بود با دوست | که در حلوا نیفتد پسته با پوست
نقاب از نور لوی رخشنده بر کرد | جهانی پر ز مرواریدِ تر کرد
بزاری گفت کای جانم تو دلشاد | غمت شادی فزای جانِ من باد
بزرگی های بی اندازه کردی | که با خوردان بزرگی تازه کردی
ضیافت ها نمودی تا توان گفت[۱] | که نتوان تا قیامت شکر آن گفت
زر افشاندی و مروارید شب تاب | فشاندی تا سرم در آتش و آب
ز نطع انداز دیبا های زربفت | فرس نی بر زمین بر آسمان رفت
ز صحرا تا جنابت[۲] احترامم | بیاوردی به تعظیم تمامم
پس از چندین نوازشهای چون نوش | که کردی بنده دارم حلقه در گوش
چه بود این بی سبب در پرده ماندن | غریبان را بردن در نشاندن

---

[۱] ن ح - قیامت های
[۲] ن ح - با بی نوع

مرا بگذاشتی برخاکِ[۱] خواری | چو مه بر آسمان گشتی حصاری
ترا گرچه عروسک در حصارست | مکن کز سنگِ من بر مه[۲] غبارست
ممان با این سرافرازی بجا هم | که افتد از زبر دیدن کلاهم
نه شیرین آید از شیرین زبانان | ترش روئی بروی میهمانان
چو جانم جز وفاداری نیاموخت | چرا باید دلے بے موجبے سوخت
تبرزد[۳] میوه باشد بوستان را | برونِ درنشاندن دوستان را

جواب شیرین به خسرو پرویز

جوابش داد شمشادِ قصب پوش | که دولت بادشه را حلقه در گوش
فلک را سربلندی در پناهست | ستاره خاک روبِ بارگاهست
هزاران کامِ دل در دامنت باد | هزار اقبال در پیرامنت باد
دلت خالی مباد از شادمانی | فزون باد از شمارت زندگانی
اگر بالا شدم چون دیدمت مست | مکن از سرزنش سروِ مرا پست
مرا بخت تو بالا برد پایه | که بر فرقت کنم چون ابر سایه
شود ابر ارچه بر دریا سرافراز | هم آخر پیش دریا سر نهد باز
گر این خاک از بلندی بهره مندست | درت را پایه صد چندین بلندست

۱ح - در خاک و خواری   ۲ق - در مه   ۳ق بهی بر میوه

اگرچه ذره از روزن[1] درآید   نه از خورشید روشن برتر آید

وگر بر مه رسد گرد وجودم   همان خاکِ رهِ شاهم که بودم

گرفتم خود سرم بر آسمان سود   مرنج از من که تو شمعی و من دود

هم از اقبال تست این ارجمندی   که سر بردم بخورشید از بلندی

ازان سر بر فلک برد این پرستار   که تا گردِ سرت گردد فلک وار

نه تاجِ زر ز سر نیکوتر آمد   که یک سر بر سرِ سلطان بر آمد

دگر گفتی که نبود شرطِ یاری   غریبان[2] را برون راندن بخواری

بدان عزت[3] که بر شیرینِ مسکین   بسے شیرین تری از جانِ شیرین

ازان رغبت که خسرو را بجانست   هوس در جانِ شیرین بیش ازانست

توانم کز وفاداری درین راه   دهم[4] تن در رضائے خدمتِ شاه

فرود آیم ازین منظر خرامان   کمر بندم بر آئینِ غلامان

ولے ترسم[5] که وا ماند ز پرواز   تذروِ نازنین در چنگلِ باز

تو شاه[6] و عاشق و دیوانه و مست   چو در دامت در آیم چون توان رست

مرا مادر به ننگ و نام پرورد   بشهد[7] و شیر و شکر چهره چون ورد

روا باشد که با این خوے خامت   بپاے خویشتن آیم بدامت

ن[1] ح - برآید   ن[2] ح - عزیز آنرا   ن[3] ق - مکن غیرت   ن[4] ق - نهم سر   ن[5] ق - دانم

ن[6] ق - تو باشی پادشاه و عاشق و مست   ن[7] - تو شیرین پخته و او خام پرورد.

چه خوش گفتند موشان با پلنگان | که پیشِ گربه نتوان رفت لنگان
بسا سیلے که بینی در نظر خورد | که جاں از وے بدشواری توان برد[6]
چو آهو دل بنهد بر خندهٔ شیر | بپائے خویشتن آید[1] بپیش شمشیر
نه در شرطِ وفا نا حق شناسم | ولے ز آسیبِ تهمت می هراسم
چو گل در دستِ مستاں آید از خاک | نماند دامنش ز آلودگی پاک
بکوشش تا به اکنوں داشتم پاس | دُرِ ناسُفته را از نوکِ الماس
کنوں بازی کُنی با زلف و خالم | میفگن بر قع از شرمِ جمالم
تو بر بسیار حلوا دست داری | زباں اندر[2] شکر پیوسته داری
مداں حلوائے شیریں را چناں خام | که پیش از پختگی شیریں کنی کام
ز لوزینه صبوری چوں کند کس | نمک باشد که انگشتے زنی بس
تو چندیں شکرانرا[3] چاشنی گیر | قناعت چوں کنی با قطرهٔ شیر
ترا باید شکر خوردن[4] مگس وار | که سیمرغے نیاید بر درم بار
برو خود را بازارِ شکر بند | که شیریں انگبین ست و شکر قند[5]
لبِ شیریں که جز با جاں نسازد | شکر وا اندکز و چوں میگدازد
مبر نامِ شکر گر خود نبات ست | که شیریں شربتِ آبِ حیات ست
شکر گرچه دهد ذوقِ زبانی | ولے شیریں ست ذوقِ زندگانی

۱ح- خود خرامد ۲ح- زباں اندر نمک ۳ق- زیر بارا ۴ح- ترا باشد مگس خوردن شکر وار ۵ح- خند
۶ق- ده این

چه شیرین ست یارب شربتِ تو ‌‌‌ ‌ ولے دور از لب و دندانِ خسرو

بکش گر بے دلم گر بے کبابی ‌ ‌ شرابِ تلخ زود آرد خرابی

چو شکر خوردهٔ بس کن ز جلاب ‌ ‌ که با سر که نیامیزد مئے ناب

تو خوش زی با پری رویانِ دمساز ‌ ‌ بهر گلزار چوں بلبل به پرواز

من و کنجِ غم و شبهای دیجور ‌ ‌ در دوزخ چوں چراغ صبح بے نور

نه من خسپم نه از فریادِ من کس ‌ ‌ همه شب مونسم هجرانِ تو بس

تن از غلطیدن خاکم چنانست ‌ ‌ که خارم زیر پهلو پرنیانست

ز آهم گر درون آئی دریں کاخ ‌ ‌ هوا پرّ دود بینی بام سوراخ

چه میخواهی ز چوں من در عذابے ‌ ‌ رها کن بیدلے را در خرابے

پاسخ خسرو به تقریر شیریں

دگر باره زباں بکشاد پرویز ‌ ‌ بپاسخ کرد لب را شکّر آمیز

که اے شمعِ من و خورشیدِ آفاق ‌ ‌ بزیبائی چو خورشیدِ جهاں طاق

جمالت رونق افزائے جوانی ‌ ‌ وصالت خواجه تاشِ زندگانی

بهارِ زلفِ مشکینِ تو گردے ‌ ‌ ز لعلت چشمهٔ خضر آب خوردے

لاح - زمیں آزرده

مبادت چشم را جز بر دلم ناز ‏ ‏ ‏ مبادا جز بروی چشم من باز

عتابت گرچه با ما تلخناکست ‏ ‏ ‏ چو شیرین می کند تلخی چه باکست

چه عیب ار شکرت شد سرکه پرورد ‏ ‏ ‏ که سرکه با شکر خوشتر توان خورد

بود اینهم وفا کز مهربانی ‏ ‏ ‏ دهی زهرم در آب زندگانی

مرنج ار گویمت بالا چه رائی ‏ ‏ ‏ فزود آگرچه بر جانم بلائی

چو خورشید ست خاک آستانت ‏ ‏ ‏ چه حاجت بر شدن بر آسمانت

مده دمهای سردم را بخود راه ‏ ‏ ‏ که از آه ایمن ست آئینهٔ ماه

حذر کن زین فغان آتش اندود[1] ‏ ‏ ‏ که دیوارت سیه گردد بدین دود

نه بینی گاه[2] جان مستمندے ‏ ‏ ‏ بلند انداز برین قصرت کمندے

در افگن زلف تا زان[3] رشتهٔ ناز ‏ ‏ ‏ شوم با چنبر گردون رسن باز

اگر بالا نخوانی زین مغاکم ‏ ‏ ‏ مران از در نه آخر کم ز خاکم

وگر راضی بدان شد لعبت نور ‏ ‏ ‏ که بوسم آستان دولت از دور

چو دارد[4] ذره از خورشید امید ‏ ‏ ‏ زند زان تکیه بر بازوے خورشید

اگر زلفت فشانم بر دل خویش ‏ ‏ ‏ بزنجیر درت بندم دل ریش

گرفتم خود که یاری را نشایم ‏ ‏ ‏ مکن خواری که خواری را نشایم

---

(۱) ح - آلود ‏ ‏ (۲) ح - کاب چشم ‏ ‏ (۳) ق - تا ازان سر

(۴) ح - کہ باشد ذرہ از خویش نومید ÷ کہ خواهد تکیه بر بازوے خورشید

گناهے[1] زیں قوی‌تر نیست بر من | که دارم دوستی با چوں تو دشمن
روا باشد که بندی[2] اے جفا جوے | بجرمِ دوستی از دوستاں روے
اگر محراب دیگر پیش گیرم | هواے نفس کافر کیش گیرم
جوانی تہمتِ مردست دانی | بترس از تہمتِ روزِ جوانی
من از نرخِ شکر پرسیدم اے یار | فگندی از بہشتم دوزخی وار
چه خود راندی بجوے شیر کشتی | شدی ہم شیر خوار و ہم بہشتی
چرا اے سنگی از من[3] آیدت یاد | چو بستی نقش خود بر سنگ فرہاد
بسا توشه که جہاں سوخت[4] زاں دود | سگ ہمسایه با انبانش برود
گرم جلاب شیریں پیش بودے | ز تنگ‌کے دہانم ریش بودے
ز شورِ[5] شکرم تسکیں نباشد | شکر چوں شور شد شیریں نباشد
گذشت[6] اندر غمت عمرے دبل دیر | که در رویت ندیدم یکزماں سیر
بہر وعده که در کارم نہادی | بسا عشوه که در بارم نہادی
تو ریبت کمتر از جور و ستم نیست | که چاه گور از گور آب کم نیست
مکن چندیں خرابی بر خرابی | که شوزی[7] تشنه را در سرابی
نکردم من گناهے در چه کردم | شفاعت خواه[8] اینک روے زردم

---

[1] ق۔ بغیر از ایں گناهے نیست بر من   [2] ح۔ که اے رند   [3] ح۔ از من نیایدت   [4] ق۔ ساخت

[5] ح۔ سوز   [6] ق۔ گذشت از عمر من بس مدتے دیر   [7] ح۔ چه   [8] ح۔ خواهم

گناهم گر ببخشی شرمسارم — وگر خونم[1] بریزی با تو یارم

گناه و عذر باشد شرمساری[2] — خداوندی بود آمرزگاری

بدین خواری مرنجان بیخودی را — مکافاتیست آخر هر بدی را

بخوش خوئی توان با دوستان زیست — چو بد خو دوست باشد دشمنی چیست

گلی کز بوی خوش بود نشانش — رها کن تا برد باد خزانش

بآزار غریبان دست مگشای — که غافل نیست دوران سبک پای

جفائی گر[3] ز تو بر همسرانست — بتو نزدیک تر از دیگرانست

چو خواهی پشهٔ را شکنی بیش — طپانچه خود زنی بر گردن خویش

پاسخ شیرین بمقابل تقریر دوم خسرو

دگر باره پری روی رسن ساز — فسون تازه کرد از چشم غماز

رطب را خنده داد و چشم را خواب — روان کرد انگبین در جوی[4] جلاب

دعا را زیر لب پرواز میداد — سخن را چاشنی از ناز میداد

که شاها تا ابد شاه جهان باش — ز مشرق تا بمغرب کامران باش

جهان اجری خور بخت بلندت — سر گردن فرازان در کمندت

شکوهت را فلک زیر نگین باد — کلید عالمت در آستین باد

---

۱ ح-خون بریزیم هم ۲ ق-شرطیاری ۳ ح-کان ۴ ق-جام

من آں طاؤس رنگینم دریں باغ — کہ دودِ دل سیاہم کرد چوں زاغ
نہ تسکینے کہ خود را باز جویم — نہ دلسوزے کہ با او راز گویم
ندانم کیش[1] گرہ را چوں کنم باز — کہ با بیگانہ نتواں گفت ایں راز
نہ بینم رہ چو رویت بینم از دور — چو مرغِ شب کہ کورش بینی از نور
شبم در غم رود روزم بہ تیمار — مبادا کس بروزِ من گرفتار
برانم زیں دلِ دیوانۂ خویش — کہ آتش در زنم در خانۂ خویش
دہم بر بادِ حسرت جان و تن را — برسوائی بسوزم خویشتن را
مرا گر سینہ بشگافی بشمشیر — ولے بینی زجانِ خویشتن سیر
تو اے بدخو کہ در جانم درونی — حذر کن زیں جراحتہائے خونی
دلم سوزد ترا دامن نسوزد — کہ میدانم دلت بر من نہ سوزد
من از عشقت چنیں تنہا و مدہوش — تو خوش اندر نشاط و عشرت[2] و نوش
خوری با نازنیناں دوستگانی — پس آنگہ جرعہ بر شیریں فشانی
بہ ہر گلزار مے در جام کردن — پس ایوانِ مرا بدنام کردن
اگر یک[3] رنگ باشی یار نغزی — دو دل لیکن چو بادامِ دو مغزی
دلِ مردم چو گشت از راست خوئی — مجوز آئینۂ کج راست گوئی
عتابت[4] گر ندارد سود بر من — مزن پیکانِ زہر آلود بر من

[1] ح - نیارم کیں گرہ با جان [2] ح - نغمہ [3] ح - ندارد با دلِ یکرنگ نغزے [4] ق - عنایت گر نداری

ترا من یار دانستم بهر کار — ازاں در ساختم چوں یار با یار

نه دانستم که چوں شیرانِ سرمست — بخونریزِ من آئی تیغ در دست

مزن در خونِ من چوں چرخ ناورد — که من[۱] چوں آفتابے مانده ام زرد

ندارد بخت من آں زورِ بازو — که باشم چوں توے راهم ترازو

مرا بگذار تا میرم بزاری — که از خواری بتر زنهار خواری

ترا پنهاں بهر برج آفتابے — بهر گوشه بهشتے در نقابے

منم تنها چنیں مهجور مانده — ز نزدیکانِ خدمت دور مانده

روا باشد که با ایں سحر و نیرنگ — ز بے سنگی زنم قاروره بر سنگ

کنم آں گاه با صد زیردستی — کنیزانِ ترا پائے پرستی

همائے کش به پستی رغبت آید — قفائے ماکیانش خورد باید

مبادا ناکساں را کامرانی — که دشوار است با سگ زندگانی

چو خالی گردد از گوهر خزینه — بیاقوتی نشیند آبگینه

بجود ادن نشاید نرخِ کافور — نه بر ظلمت نهادن تهمتِ نور

مخواں سوے بهشتم زیں خرابی — که با ماهی نسازد مرغ آبی

که دارد[۲] ایں روا با حسن رویم — که یک گل با هزاراں خار بویم

من آں بازی گرم کز چشمِ طنّاز — خطا[۳] و روم بستانم بیک ناز

۱ق - که من خود آفتابم   ۲ح - چو نومید است با ایں حسن   ۳ح - که حبش در روم

کسے کز بوسہ کردم دلنوازش | بنوکِ غمزہ دانم گشت بازش

چو نرگس را طریقِ ناز بخشم | برم صد جان و از لب باز بخشم

بناگوشم نگر چوں دامنِ گُل | زرُویم[1] خونِ گُل بر گردنِ گُل

مرا زیبد بدیں صنعِ الٰہی | کہ بر خوباں کنم صاحب کلاہی

رسد طاؤس را[2] در شہ دُرّاج | کہ از دُم چتر سازد بر سرِ تاج

مکن خورشید را ہمانِ مہتاب | کہ باہم در نسازد آتش و آب

چو من با سوز خود سازم[3] دریں نام | بیفتد مرغِ آتش خوارہ در دام

نہ سرو بوستانست ایں تنِ پاک | کہ آلودہ شود پایش[4] بہ خاک

من آں سروم کہ در دل ساختم جائے | کہ سروِ باغ را در گِل بود پائے

نظر ہر لحظہ در من کرد نتواں | مفرّح را بسیری خورد نتواں

پاسخ خسرو بہ دلبرِ پُرکار شیریں گلعذار

چو خسرو دید کاں آہوئے سرمست | نخواہد داد شیرِ شرزہ را دست

جوابے با ہزاراں عذر چوں قند | کشاد و کرد[5] شیریں را زباں بند

کہ اے دارُوئے چشمم خاکِ کویت | دلم دیوانۂ زنجیرِ مویت

ولایت دارِ حسنت بیم و امید | بر اتّے پوش رویت ماہ و خورشید

---

[1] ح - بریزم خونِ گل در دامنِ گل [2] ح - در پیش [3] ح - بدیں [4] ح - آتش [5] ق - بر شیریں

خیالت کرده با جاں آشنائی | جمالت چشم جانرا روشنائی
ز رخسار تو چشم باد پُر نور | وزاں رخسار زیبا چشم بد دور
بگویم چوں پری از من نہانی | کہ جاں باشد پری تو جان جانی
ترا گر آشنائی صد زیاں بود | اگر بیگانہ گشتی جائے آں بود
منم کز آستانت سر نتابم | وگر تیغم زنی رخ بر نتابم
سرم گر میرود در بے گناہی | پذیرفتم بہر نوعے کہ خواہی
ہمی کن ہرچہ خواہی در حضورم | مکن بہر خدا از خویش دورم
گر افتد رغبت کہتر نوازی | کنم بر آسماں گردن فرازی
دگر سوزی ہمی سوزیم چوں عود | کہ ناپختہ بود حلوائے بے دود
مگو چندیں ز سوز عشق با من | کہ از دل فرق باشد تا بدامن
غم ہجراں ز جان ممتحن پُرس | تو معشوقی ندانی آتش ز من پرس
گر از من میروی چوں گل ز بستاں | تو از دل باز می مانی من از جاں
شبے دارم دریں درد جگر سوز | کہ تا روز قیامت نیستش روز
مگر زلف سیاہت گاہ بازی | شبم را داد تعلیم درازی
من و شبہا و جان محنت اندود | ز نورانی تنے چوں سایہ دور

ح۔ گرم سرمی بری بر ح۔ دانی ق۔ کنم بر آستانت سرفرازی ق۔ بسوزم گر

ح۔ ایں ق۔ نہ لرزانی

نخسپم ز اولِ شب تا سحرگاه — گہے در زہرہ بینم گاہ در ماہ

تو ای[1] خفتہ چو شمعِ صبح بے سوز — چہ دانی حالِ این شبہائے بے روز

درِ صبحِ امیدم بے کلید ست — کہ پایانِ شبِ غم ناپدید ست

ز آہِ صبحدم در ہر خراشے — خورم پوشیدہ در جاں دورباشے

نہ مہرے کو دلم را[2] گرم دارد — نہ بختے کز غریباں شرم دارد

بخواہم ریخت خونِ خود بشمشیر — کہ شیر گرسنہ از جاں بود سیر

ہمہ[3] روزم بہر سوئے دل و ہوش — مگر جائے ز وصفت خوش کنم گوش

ہمہ شب چشمِ حیرت بر رہِ[4] باد — مگر وقتے ز بویت دل کنم شاد

من از دل دارم این غم ترک آرام — کہ می[5] افتد ز دانہ مرغ در دام

ز تو چندیں غمِ بر دل نہانی — ہنوزت دوست میدارم کہ جانی

من از فرقِ تو موئے کم نخواہم — تو از پشمِ کساں دوزی کلاہم

نداری[6] شرم کاے محرابِ نوشاد — کنی پائیں پرستِ خیدرا یاد

گر فتم خود کہ ماہِ آسمانم — نہ آخر خاک روبِ آستانم

چو تو غمزہ زنی زانِ[7] نرگسِ مست — ز تو یک تیر وزلیشاں شست در شست

کبوتر خویش پرَد[8] بر چرخ نیلی — شے لے شاہینش زیر آرد بسیلی

---

[1] ح - تو ای خفتہ چو شمعِ مردہ [2] ح - مرمرا [3] ق - ہمہ روز ما دل پر ز ہوش [4] ح - در

[5] - کہ مرغ از دانہ پر کم شدنہ از دام [6] ق - نداری شرم اے محراب مستاں۔ کہ آری یاد بعضے بت پرستاں [7] ح - آن شہ

[8] ح - از ناوک [8] ق - رود بہ بر طا

ببازی گاهِ کبکاں گاه بازی — کلنگاں رانزیبد پا درازی

چو گیرد چشمهٔ خورشام تا روم — درآں چشمه چو اصل کے شود بوم

چو شعله تیز[1] فروزد آتش تیز — زخارِ خشک نتواں کرد پرہیز

مبیں آتش که درخس زود گیرد — که گرچه زود گیرد زود میرد

اگرچه تاب شہوت گرم خیزست — بیک قطره بمیرد گرچه تیزست

مرا جانیست عفّت نے ہوائی — بآساں چوں تواں ازجاں جدائی

چراغِ عشق را مدت درازست — که تا[2] صبحِ قیامت سرفرازست

بزاری گو بیت در ساز با من — مباش از پرده سنگ انداز با من

فسوں سازی بسے کردم بگفتار — براں غمزه نکرد افسون من کار

کنوں تدبیر کارم بردباریست — که با خاماں ستیزه خامکاریست

سفالِ خام چوں بینی بفرہنگ — ز آبش رخنه بیش افتد که ازسنگ

شبت خوش باد مگس آشنائی[3] — که دارد طاقتِ دردِ جدائی

بمجلس گر نخوانی میہمانم — کم از خوں ریختن بر آستانم

پاسخ شیریں عیّاره به فرہاد جاں نثار

دگر باره نگار سرو بالا — کشاد از لعل تر لولوے لالا

---

[1] ح - جوانی چوں برآرد [2] ق - که صبحش تا قیامت دیده باز است [3] ق - مگسل ز آشنائی

که شاها جاودان فرمان روا باش — بملکِ هفت کشور پادشا باش

بخسرو گفت کای چشم مرا نور — مبادا از روی خوبت چشم من دور

مبادا لبِ تو جوی ملک را آب — بدورانِ تو چشمِ فتنه در خواب

غمت پیوسته شیرین را بجان باد — دلت بر جانِ شیرین مهربان باد

مکن بازی[2] که مهمانم بجویت — که گم شد میزبان در جستجویت

مرا کشتی و من از مهربانی — گهت جان خوانم و گه زندگانی

دلم[3] آتش زدی جانت چه خوانم — کبابم ساخت مهمانت چه خوانم

بدین‌سان منظرے کس سر بجا هست — بهشتست و مرا زندانِ چاهست

بدیوارش منِ مهجور بندی — ز خونِ دیده[4] کردم نقشبندی

ترا کے خواهم[5] اینجا میهمان کرد — بزندان میهمان را چون توان کرد

مگر یک عذر لنگم در ضمیرست — که یوسف را ز زندان ناگزیرست

من و کنج و شبِ تاریک و داغی — که آهِ من نیفروزد چراغی

چناں ماندم بکنجِ خانه نومید[6] — که از سایه نه بینم روی خورشید

درین تلخی چناں شد جوی[7] شیرین — که می ناید مگس هم سوی شیرین

کجا جوید مگس را اندرین غار — تنیده عنکبوتانش بدیوار

درین گوشه من از بس تنگ قوتی — چو دیده[8] در نقاب عنکبوتی

۱ن ق - حال ۲ن ق - مگو با من ۳ن ق - تنم ۴ن - خویش ۵ن ح - چون دانم ۶ن ق جاوید ۷ن ق - روی ۸ن ق خرم اندر

دلم خوں شد ازیں تیمار خوردن ‌‌ ‌ درونم خسته شد زیں خار خوردن

تنِ من استخواں شد ز آرزویت ‌ ‌ که سوے من سگے نامد ز کویت

کسے را دوست باید خواند[1] و همدم ‌ ‌ که باشد همدم اندر شادی و غم

نه یار اغیار گو آنرا که در کار ‌ ‌ بشادی یار باشد در غم اغیار

نه توسن کاشتر خوار و حرونست ‌ ‌ که در جو حاضر و در تنگ زبونست[2]

غمت در من چناں گشت آتش انگیز ‌ ‌ که خاکستر شدم زیں آتشِ تیز

هنوز اندر طریقِ عشق خامم ‌ ‌ که یاد[3] آید هنوز از ننگ و نامم

چو باشد تشنه را اندر جگر تاب ‌ ‌ خنک باشد ز بیروں ریختن آب

بروں[4] عصمت که سینه پُر ز سوزست ‌ ‌ چو غسل روزه دار اندر تموزست

مرا کز پژمردگی در دل بود دود ‌ ‌ بروں مرهم نهی کے داردم سود

دلم صد پاره شد کز آه خونی ‌ ‌ فرو خوردم بسے تیغِ درونی

کنوں بیں تا چه ساں در هر دریغے ‌ ‌ ز دل بر میکشم چوں برق تیغے

تو در پیش چنیں شمشیر بازی ‌ ‌ مکن با چوں منے گردن فرازی

خدنگِ مستمنداں را مبیں نرم ‌ ‌ که از خورشید رخشاں بگذرد گرم

بسے کوشیدم اندر پرده پوشی ‌ ‌ که پوشم نالها را در خموشی

وهاں بر دوختم از ناوکِ آه ‌ ‌ فرو خوردم سناں هائے جگر کاه

---

[1] گفت ‌ [2] ق - جلوه در ‌ [3] ق می باید ‌ [4] ق - درون عصمت که بیرون

کنون کز بیخودی شد طاقتم طاق — ندارد برگ بودن جانِ مشتاق

زدل تا چند جوشم چون خمِ مل — برون خواهم فتاد از پرده چون گل

گرفتارم بدستِ این دلِ زار — مبادا کس بدستِ دل گرفتار

ترا کاگاهی از خود نیست درمے — زحال من خبر کے باشدت کے

دل آسوده نشناسد که غم چیست — ستم نادیده کے داند ستم چیست

تو خوش خوش میخوری عیشِ ابد را — خورم من هم ولیکن خونِ خود را

مرا درمے کباب از پهلوی خویش — که هر چون توے سوزم دلِ ریش

ترا باشد سماع از پردهٔ ناز — مرا هم هست لیک از پردهٔ راز

چه افتادست نے نومیدم از خویش — که بر بیداست دل امیدم از خویش

هنوزم رخ چو برگِ یاسمین ست — هنوزم سروِ بالا نازنین ست

هنوزم گیسوان شوریده کارند — هنوزم آهوان مردم شکارند

هنوزم سیبِ سیمین نارسیدست — هنوزم دُرج لولوے کلیدست

هنوز از لب سرِ خونریز دارم — هنوز از غمزه پیکاں تیز دارم

هنوز اندر سرم صد گونه نازست — هنوز افسانهٔ زلفم درازست

نه زلفست اینکه از آفت نشانست — کمندِ گردن گردن کشانست

چو زنبیاں گردنے گردی کمندم — بآزادی روا زمن تا نه بندم

---

[1] ق - تن این [2] ح - که غم [3] ق - تو خوش مے [4] ح - نار [5] ح - ناله زار

پاسخ خسرو پرویز به شیرین شکرریز

جوابش داد شمع تاجداران | که ای چشم و چراغِ گلعذاران

ز تو هر تار مو جان را کمندے | ز مویت هر خمے در سینه بندے

همه ساله چو بخت خود جوان باش | همیشه همچو دولت کامران باش

مبادا چشم بد را بار رخت کار | ز گلزارِ رخت در چشمِ بد کار

بے خوردن مزن طعنِ خرابے | که خونها می خورم از بهرِ خوابے[1]

ز بیخوابی چو گردم مست و بیتاب | کنم زین نوش دارو دارِ وے خواب

نه خواب از بهر راحت خواست آن کس | که بهر دیدنے دیدار تو بس

چنان از دیدنت در خواب مستم | که از نادیدنِ رویت برستم

درین غم زان و مادم باده رانم | که چون بیخود شوم غم را[2] ندانم

بلے آنکس که نیشے بایدش خورد | دهند افیون که نبود آگه از درد

همه عیبم بمستی می نمائی | نے گوئی[3] که دیوانه چرائی

ز جامِ باده می بینی خمارم | خرابی می نه بینی کز تو دارم

ز می گر جرعهٔ در کام کردم | ز تو طوفانِ[4] خون آشام کردم

ازان جرعه چه می پرسی که چون است | درین طوفان تماشا کن که خون است

---

[1] ق - آبے [2] ح - خود را [3] ب - بمن گوئی [4] ح - ز طوفان خون خود

نہ من می نوشم از عشرت شرابے | کہ بر سوزِ جگر میریزم آبے
ولیکن دوزخے زینگونہ پُرتاب | کُجا کُشتہ شود از قطرۂ آب
چو یاد آرم ز تو کز خود خرابم | رواں از سر فرود آید شرابم
منم ہر روز وایں اشکِ جگرسوز | تو پنداری کہ من مستم شب و روز
بلے آنکس کہ او سرمست ماند | ہمہ کس را چو خود سرمست داند
من از یادِ تو ہر ساعت بحالے | ترا در کارِ من ہر دم خیالے
بلے اندر حقِ یارانِ جانی | عجب نبود ز خوباں بدگمانے
بتاں را با کسے کافزونست یاری | بر و افزوں بود نا استواری
توئی آں شیر گیر اندر تگِ خویش | بس آہو گیر گشتی از سگِ خویش
مریز اندر سرم جوشش جوانی | بہ بخشایم بہر نوعے کہ دانی
ستانی جاں و ہم نبود مرادت | دہندہ زیں زیاں صبری دہادت
دلم پُر آتش و دیدہ پُر از آب | میانِ آب و آتش چوں کنم خواب
ترا گر داد ایزد خوب روئی | مرا خود کشتہ دیگر چہ گوئی
تو خود آگہ نۂ ز اندازۂ خویش | بپرس از جانِ بے آوازۂ خویش
چہ آگہ ذوق خود را شکر و شیر | شناسد آنکہ باشد چاشنی گیر
تو دانی وصف خود کردن بیانی | ولے چوں من کہ می سوزم ندانی

ش: ع - گردی　　ش: ح - سیری

نمک را در زباں لذت مبیں بیش | بپرس آنرا که میریزیش بر ریش
زمن پرس آفتِ زیبائیِ خویش | که گردم در سرت بینائیِ خویش
گره زد طالع اندر کار بختم | ندانم بر چه طالع زاد بختم
مراکیں روز غم تاریک فامست | بزلف و خالِ شب فامِ تو وامست
نه خالِ عارضی دارد جمالت | که هم با توز مادرزاد خالت
تو خوے فتنه از بیداد داری | کزینساں خال مادرزاد داری
ازاں شد روسیاه ایں خالِ خونخوار | که خالِ تست و دارد بالبت کار
ندانم تا چه خوانم مذهبت را | که خالت[1] هم همی گیرد لبت را
من آیم بر درت ناخوانده هر بار | بسانِ گوسفندانِ علف خوار
تو بے رحمت زچشم فتنه انگیز | کشی خنجر چو قصّابانِ خونریز
بلے بز را چو آید آخریں خواب | بپائے خود رود در کوئے قصّاب
کنوں گشتم زجاں تسلیم رایت | بکن هر چه اندراں باشد رضایت
مبیں شاهم که خاکِ آستانم | مکن با خود برابر داستانم
اگر گل چرب تر باشد مبر ظن | که گیرد خاکِ تیره جای روغن
ولے گل خواره کش غیرت بدل نه | زروغن توبه نتواند زگل نه
مراکیں مردمی از چشم تو رست | برادر خواندهٔ خاکِ درِ تست

---

[1] نسخه ح ۔ که خالے هم تنے گیرد

چنانم رو مکن زیں خاکِ پُرنور | کہ خویشانراز یکدیگر گنی دور
مشو بیگانہ چوں دو چشم بدکیش | بیاموز آشتی از دو لبِ خویش
چو گرد و ہر دو لب با ہم یگانہ | نفس ہم در نگنجد در میانہ
دو دیدہ در جوار ہم نشیند | کہ ہرگز روے یکدیگر نہ بیند

جوابِ شیریں بہ خسرو پرویز

دگر بارہ کشاد آں سروِ گلرنگ | چو از تنگِ نبات آں غنچۂ تنگ
اجازت داد لب را شہد ریزی | صدف را شغل مروارید ریزی
دعا را با عبارت داد پیوند | کہ بادا تا ابد گیتی خداوند
زدہ راِیاتِ تو بر آسماں کوس | درت را دولت و بخت آستاں بوس
سرے کو تافت گردن از دولت | دوالک با دفتراک جلالت
کنی چوں انگبینِ تلخ را نوش | چو شیریں ساقی ئبادت در آغوش
تمنائے شہ ار کہتر نوازیست | کنیزاں راچہ جاے سرفرازیست
اگر مہماں فرود آئی رہ اینک | وگر خوں ریزیم بسم اللہ اینک
نہ یک جاں گر صد و گر صد ہزار است | چو تو خواہی مرا باآں چہ کار است
ببر جان وامانم دہ زداغے | دریں ویرانہ گو کم گیر زاغے

۱؎ ق-کند ۲؎ ح-سر تنگ نبات از غنچۂ تنگ

ترا صد نافہ در مشکوے بر مشک | چہ میخواہی ازیں یک ہیزم خشک
گر آں دولت ندادایں بخت خوشاں | کہ در گنجم بسلک سفتہ گوشاں
توانم ایں کہ بر بام سرائے | مہ نو بینم و گویم دعائے
ازاں بالاترآمد ماہ منظور | کہ ہر کس راں رسد نزدیکی و دور
مرا ایں دولتے بود آسمانی | کہ کردی بر سرم دولت فشانی
ترا چوں تو سرے باید فلک سائے | کہ تعظیم ترا خاکی کند پائے
چہ برخیزد ز من جز باد سرد ے | کہ افشاند ز دامان تو گردے
چہ در خورد تو ایں زندان پر شور | کجا گنجد سلیماں در بن مور
گر افشانم ہزاراں کان گنجت | نباشد دست فرد پائے رنجت
مگر از دیدہ ہمچوں شرمسارے | کنم ہر لحظہ در پایت نثارے
اگر میدار داز تو بخت دورم | چہ پنداری کہ از رویت صبورم
بجان تو کہ جانم بے قرارست | شبم سالے و سالم روزگارست
ز عشق پائے بوست آں چنانم | کہ در لب منتظر گشتست جانم
و لے زاختر ہنوزم جنگ باقیست | کہ ایں ناموس و نام و ننگ باقیست
دہد ہر دم بگوشم عقل ہموار | کزیں آلودگی دامن نگہدار

ح - خوانم   ق - دہر نزدیکی از دور   ق - زیر چوں من

ح - از در مور   ق - کشم   ق - بجاں سوگند ہر جانم قرار یست   ح - رہ دار

دگر رہ گویدم جانِ ہوائی — کہ عشقت آخر ایں نہ پارسائی

مبادا عشق و تقویٰ باہم افتد — کہ بامے پارسائیہا کم افتد

دلم خوں شد ز جوشش چند جوشم — بخاشاک آتشی را چند پوشم

بعصمت با تو نتواں زد پر و بال — کہ تیہو نازکست و چرہ قتّال

چو مرغابی کند رغبت بہ پرواز — بدشواری جہد از چنگلِ باز

ور آلودہ شود ایں دامنِ پاک — بریزد آب رویم جملہ بر خاک

مبادا گر دل از من ننگ را برد — بزرگانِ مرا گوہر کند خرد

بنامِ نیک باید کام جستن — کز آبِ روے نتواں دست شستن

چہ خوش گفت آں گلابی را گلستاں — کہ گل بستاں و آبِ روے مستاں

مبیں مقنع کہ آخر بادشاہم — بہر موئیست پنہاں صد کلاہم

زہمت با کواکب ہمعنانم — بہ رتبت با فلک ہم داستانم

ستارہ گرچہ در گوہر بلندست — ولے بر آتشِ رویم سپندست

بگردوں آنکہ از سبزی نشانست — سر سبزم بگردوں سوز ازانست

اگر در لعب میداں آیدم راے — بیک ناوک ربایم صد دل از جاے

پلنگ آسا کشم چوں گور در زیر — کلہ ہمچوں زنن از ناخن کند شیر

گلائم[۱] از خوے شاہانست در موے — زخونِ غازیانم غازہ بر روے

۱۔ ح - کلاہم از خوے

فتادہ ہر دو تن تا دیر ماندند | بدل تشنہ بدیدہ سیر ماندند

چو باز آمد ز صفرا ہر دو را ہوش | صنم برخاست با صد عذر چوں نوش

بخواہش دست زد در دامن شاہ | بقصرش برد خالی کرد خرگاہ[1]

نشاندش بر سریر گوہر آمود | زمیں را کرد از لب شکر آلود

نمازِ شام بود و شمع در تاب | کہ آں خورشید شد مہمان مہتاب

شب از گیسو جہاں را سایہ کردہ | ستارہ ماہ را پیرایہ کردہ

چہ خوش باشد بہ نوروزِ جوانی | شبِ وصل و شرابِ ارغوانی

بآئیں بزمگاہے ساز کردند | کز اں فردوس در باز کردند[2]

ز بوے خوش کہ سر بر ماہ میزد | صبا را وقت رفتن راہ[3] میزد

نسیم از سوزِ شیریں گرد میروفت | سپند آسا بر آتش پائے میکوفت

ز سوے[4] شاہ چندے محرمِ راز | دروں خواندند با صد پوزش و ناز

درآمد باربد طنبور در دست | پیالہ نوش کرد و شاد بنشست

وز آں جانب نکیسای خوش آہنگ | بخارید از سرِ ناخن رگِ چنگ

نوائے میزدند آں دو نوا سنج[5] | کہ جاں[6] از تن فرو میرفت بی رنج

ز زخمہ باربد گشت ارغنوں ساز | غمِ دیرینہ را برداشت آواز

چناں کز صبر کرد اندیشہ را طاق | فرو خواند ایں غزل بر رسمِ عشاق

۱ن ح - درگاہ ۲ن ح گاہ ۳ن روے ۴ن ق - زبیرون نیز ۵ن ق - ہر دو استاد ۶ن ق - کہ جاں بر داشتی ہر لحظہ فریاد

غزل سرائے باربد از زبانِ خسرو

چہ فرخ ساعتے باشد ز تقدیر   دو عاشق را کشند[1] باہم بتدبیر

گہے خوش خوش بشادی جام گیرند   گہے در بزم[2] وصل آرام گیرند

گہے بر سرد و سنبل دست مالند   گہے افسانۂ ہجراں سگالند

گہ از لبہا نصیبِ جاں رُبایند   گہ از دلہا غبارِ غم زدایند

کسے کیں گنج[3] اشت بخشش رستینست   کلیدِ دولتش در آستین است

اگر جمعیتے داری زیاراں   فرو مگذار شکرِ حق گذاراں

کہ گردوں گرچہ چندیں دیدہ دارد   دو مردم[4] را قریں دیدن نیارد

دو تن کز چرخ دایم در امانند   مگر جوزا و یا خود فرقدانند

شرف زاں می کند مہ از ثریا   کہ او جمعیتے دارد مہیا

بنات النعش کافتد از روش دور   پراگندست ازاں ماندست[5] بے نور

بہ بیں چند انجم آرد چرخ باہم   کہ تا یکجا[6] دوتن آرد فراہم

دو رونے کز غلط کامی برآید   فریب آسماں خوردن نشاید

اگر خواہی کہ چندے زندہ مانی   مخور با ہیچ دشمن دوستگانی

---

[1] ح - بکند   [2] ح - یکجا بوصل   [3] ق - کو خواب   [4] ق - دوتن باہم

[5] ح - کافتاد   [6] ح - دودل گردد

باشربت که خوش دارد دهانت | چو خوردی باشد آن آسیب جانت
توکوشش کن که صحبت جمع ماند | زمانه خود پراگندن تواند
پس از عمرے بود پیوند خویشاں | شود صد جمع در یکدم پریشاں
شود کرسی[2] بچندیں روز موجود | بیک زخم تبر هیزم شود زود
درختے کش زمیں صد سال پرورد | برآرد بادش اں در یک زماں گرد
جہاں با دست[1] مردم خاک بیاک | بباد اند فراهم کے شود خاک
رخ پیمانه کز رندی فسانه است | کلوخ انداز گنجشکان خانه است
چو مرغاں را بهار آرد بهم تنگ | ببارد ابر نوروز از هوا سنگ
چرا گل بست با برگ بر دوش | قفاے[3] برگ ریزش در بنا گوش
غنیمت داشت باید روزگارے | که پیوند وفا یابی بیارے
قران سعد چرخ آنرا فزنیست | که یار دلپذیرش همنشین ست
حریفے کش نه با رغبت سرشتست | بود عفریت اگر حور بهشتست
کسے کز دل نباشد سوے تو روش[4] | ز دل بیش از نظر گردد فراموش
بیا اے دیریاب و زود پرهیز | چو شربت دادیم تلخی مینگیز
تو آں گنجی که در جان[5] خرابی | چو گنج[6] مفلساں زاں دیریابی

---

۱ ح- دست شو یاندز ۲ ح- کند کرسی بجاے تیشه ۳ ق جفاے برگ ریزش در بن گوش

۴ ح- ادهوشس ۵ ق- جان دجهانی ۶ ق- مانی

دلم گر ز تو نسیمِ یاسمیں یافت　　مگس گوئی کہ بوے انگبیں یافت

چہ رانی چوں مگس از انگبینم　　کہ گر تیغم زنی دامن بچینم

مکن پرتابم اے ترکِ کماں گیر　　کہ بستاں خرم است و خانہ دلگیر

کسے کو را بود زینگونہ روے　　چرا گوید حدیثِ رنگ و بوے

مرا کنجے کہ در پیشت نشینم　　بہ از باغے کہ بے روئے تو بینم

چو مرغ آمیختہ با مردم زدانہ　　قفس جوید بجاے آشیانہ

بہشت و بوستاں بے دوست زشت است　　بکوے دوستاں زنداں بہشت است

من و جام مے و زلفِ دوتا ہیست　　بہشت و باغ من کوے چو ماہست

چو من زاں کوے گلرنگت شدم شاد　　رہا کن سرخ گل را تا برد باد

چو آمد در کنارم سرو گلروے　　ممان گو ہیچ سروے بر لبِ جوے

چو دستِ باربد زیں نغمہ تر گشت　　زمیں پر قند و مجلس پر شکر گشت

ترانۂ نکیسا از زبانِ شیریں

نکیسا خود فسونِ جاں ز بر داشت　　بآہنگِ حجاز ایں نکتہ برداشت

چہ روز است اینکہ بختم سازگار است　　بدستم بادہ و مہ در کنار است

شگوفہ می کند شاخِ جوانی　　خضر میریزد آبِ زندگانی

ن ق ۔ آموخت　　ن ق میم بر دست و یارم در کنار است

بهر سو ارغنونِ عیش در ساز ‏ ‏ ‏ بهر جانب درے از خرمی باز
خمار[١] شوق با مے میشود یار ‏ ‏ ‏ سرودِ عشق در جاں میکند کار
شبم را دیو فتنه مست خوابست ‏ ‏ ‏ چراغم را زباں بر آفتابست
زمانه جبههٔ شادی کشاده ‏ ‏ ‏ غم از دل رخت در صحرا نهاده
صراحی باز کرده چشمهٔ نور ‏ ‏ ‏ براتِ سلسبیل آورده از حور[٢]
نه بزم است اینکه پیش جان سرشتست ‏ ‏ ‏ که نزهت خانهٔ هشتم بهشتست
مگر رضواں که شد مهمان ما دوش ‏ ‏ ‏ کلیدِ خانه کرد اینجا فراموش
مگر حوراں صداے ما شنیدند ‏ ‏ ‏ که پرساں کو بکو اینجا رسیدند
مگر مژده بجیب ست آسماں را ‏ ‏ ‏ که می بوسد بتعظیم آستاں را
مگر بارانِ رحمت دُر فشاں گشت ‏ ‏ ‏ که موجِ عشرت از آفاق بگذشت
مگر سیل آمد از دریاے مقصود ‏ ‏ ‏ که شد پاے حریفاں گوهر آمود
مگر ابرِ وفا برشد بخورشید ‏ ‏ ‏ که از سر تازه شد گلزار امید
مگر دولت صبا را یافت رهبر ‏ ‏ ‏ که ناخوانده دروں می آید از در
مگر باغِ سعادت غنچه بکشاد ‏ ‏ ‏ که بوے آشنائی می دهد باد
درا اے ساقیِ خورشید پایه ‏ ‏ ‏ بفرقِ دوستاں انداز سایه
بنوشانوش فرخ کن زماں را ‏ ‏ ‏ صلاے خوش دلی در ده جهاں را

---

١ ق - شراب و شوق باهم ‏ ‏ ‏ ٢ ق - از در در

روا کن شربتے کز بزمِ شادی — فرو شوید غبارِ نامرادی

چناں زن موجِ عیش از جوی جلاب — کہ کشتی بشکند[1] غم را بگرداب

رسید آں میہماں کز من جدا بود — دلم در دیدہ و در بزمِ آشنا بود

سحرگہ خفتہ بودم نیم ہشیار — کہ باواز آبِ چشم[2] کرد بیدار

نسیمِ گل کہ در بالینِ من خفت — غبارِ صندل از گیسوے من رُفت

رسید از مہرِ یارانے بسویم — زخونِ[3] آشنائی شُست رویم

ز بے خوابِ گرانم صبح تا شام — کہ از خوابم گراں گشتست اندام

مجنباں ہر دم اے بادِ آستینم — کہ ژولیدہ است برگِ یاسمینم

چہ انبوہیست دورِ[4] دولت از پیش — کہ تا بینم بمقصودِ دلِ خویش

وہم دل طعمۂ زاغِ کمانش — بخونِ دل کنم رنگیں عنانش

بدیدن نیست سیر این جانِ پر جوش — بمردم تشنہ و دریا در آغوش

تو در خواب آمدی یا خود خیالست — کہ در بیداری این دولت محالست

توئی یا رشے[5] نمی گردد یقینم — بعالم دیدہ و آنگہ در تو بینم

اگر جانست گو پیوند[6] جانست — گواہی میدہد دل کیں ہمانست

مرا با یار خود خوش می برد خواب — بہ بند اے ابرِ تیرہ چشمِ مہتاب

۱ح۔ حسرت — ۲ق۔ بازوے — ۳ح۔ زخوے — ۴ق۔ دوراے دولت

۵ق۔ یارب کہ میگردد — ۶ق۔ اگر

بگوے پاسباں با صبح گہ خیز — کہ چشمہ باز در دریا فرو ریز

بگوے زہرہ گردوں را بتعجیل — کہ پیش چشم بد شو پردہ نیل

کسے راکز[1] وصال دوست روزیست — ہمہ عمرش نشاط و دلفروزیست

کسے کز خوبرویاں بہرہ مندست — اگر دریاے شاں غلطد بلندست

نہ دولتمندی از تاج و نگین ست — زخوباں روزی اینک دولت اینست

رخ خوب و مے لعل و جوانی — چو ایں نبود چہ باشد زندگانی

نکیسا چوں زد ایں راہ رواں را — بتاراج از حریفاں برد جاں را

نواے باربد جان دگر داد — خراب عشق راستی ز سر داد

بداں[2] ساں ایں غزل زد راہ شیریں — کہ آتش زد بخسرو زراہ شیریں

نغمہ باربد بزبان خسرو پرویز

زہے روشن چو نور صبحگاہی — فروغ رویت از مہ تا بماہی

غمت چشمہ کشاے اشک گلرنگ — وصالت چارہ ساز سینہ تنگ

بیک کنج لبت پنہاں دل زار — بکنج دیگرش صد جان افگار[3]

کند چوں باد ازاں زلف سمن سا — صبا بر روے گل ترساں نہد پا

مکن زنجیر مشکیں را گرہ گیر — کہ نتواں داشت دل در تن بزنجیر

---

۱ کسے کورا وصال یار ۲ بدانساں ایں غزل زد درہ تیز ۔ کہ آتش زد بشیریں وبہ پرویز ۳ گرفتار

کسے کش دل بزنجیر چپا نست   اگر دیوانہ گردد جائے آنست

تو در خوابی و خون خلق بیدار   مکن گردن بہ چندیں[ن۱] خون گرانبار

حریفت بس کہ بیداری نداند   ورت در خواب بیند خفتہ[ن۲] ماند

مرا از نالہ شد کام و زباں ریش   فراقت ہم برآں خونریزی خویش

بگاہ حملہ گرگِ تیز دنداں   نترسد از نفیر گوسفنداں

اگر دستم دہد دورانِ افلاک   نخواہم شد مگر پیشِ درت خاک

بآہِ عاشقانِ ناشکیبت   بناز و غمزۂ جادو فریبت

بداں برقع کہ پوشد ماہ در میغ   بداں نرگس کہ برجانم زند تیغ

بداں شکر فشاں قندِ نمک سود   کزاں[ن۳] گردد عبارت شکر آلود

بداں بالائے ہمچوں سروِ آزاد   کہ پیشش بندہ شد نسرین و شمشاد

بداں موئے پریشاں گاہِ مستی   کہ فتوٰی میدہد بر بت پرستی

کہ یکدم زیر پایت جانفشانی[ن۴]   بہ از صد سال بے تو زندگانی[ن۵]

رخت چوں شمع میسوزد نہانم   کزاں خورشید روشن باد جانم

چو نوشی بادہ و لب را کنی پاک   بیفشاں جرعۂ آخر بریں خاک

وگر ندہی[ن۶] مے زاں جامِ لب گیر   کم از بوئے بدستِ بادِ شبگیر

اگر دولت نداد ایں احترامم   کہ رنجانی زبانِ خود بنامم

ن۱ - بخون کس گرفتار   ن۲ تشنہ   ن۳ کرد   ن۴ - فشانم   ن۵ زندہ مانم   ن۶ درم

دعایت راکه گویم صبح تا شام | مرا آخر زبانے هست در کام
مشو بیگانه کاخر آشنایم | بدشنامے همیں ارزد دعایم
ازاں گاهے که بازارِ تو شد تیز | بنو دار مشتری جز مه درم ریز
فروشد چشمهٔ خور در خویِ شرم | که داری روز بازارے چنیں گرم
دریغا زاں جهاں دکّانِ پر قند | خریداراں بچشم از دور خورسند
مروّت چون بگیرد آستینت | که بنشیند مگس بر انگبینت
دراں رشته که نرخِ جاں پشیزست | چو من خالی نگه کن تا چه چیزست
نه پندارم که هم باشد بجانت | چو من کاسد متاعے در دکانت
ندارد قیمتے سوزاں دلم ولے | که آتش رایگاں باشد همه جائے
ندارد بیش ازیں حاجت وجودم | که در خدمت قبول افتد سجودم
کنم گر خدمتت صد سال و بل دیر | بوم صد پایه از پایین گهت زیر
کند چوں پشه استقبالِ صرصر | بود اول قدم صدگام پس تر
چه باید خس نشاندن در دلِ آب | که بیروں افگند آبش[1] به پیرتاب
چه باید بر هوا افگندن آں سنگ | که بازش سوئے پستی باشد آهنگ
بخاکِ ره فروشد بے گناهے | کم از دنبالِ چشم آخر نگاهے
گرم ندهی بخود نزدیکی اے نور | تماشائے توانم آخر از دور

---

[1] ق - آتش بهر بات

اگر وصلت چراغ افروزِ مغزست   بحمد الله که ہجراں نیز نغزست

اگر شادی زجانم[۱] رخت بربست   غمت را زندگانی باد کو ہست

باقبالِ غمت زاں گونه شادم   که ہیچ ایّام[۲] شادی نیست یادم

غمت را تا چو جاں در تن گرفتم   طرب ہائے جہاں دشمن گرفتم

ہمیشه شاد بودن تیره رائیست   شکستِ دل نشانِ روشنائیست

درختِ سایه ور گر[۳] بشکند شاخ   در آید آفتاب از راهِ سوراخ

چو رودِ بار بدزیں خوش ترانه   ق   پر آب زندگانی کرد خانه

نکیسا زاں رحیقِ کوثر[۴] آگیں   شرابے ریخت در جامِ نگاریں

غزل نکیسا از زبانِ شیریں

سحرگاہاں که نرگس مست برخاست   ق ۱   پیاله برگرفت و مجلس آراست

نسیمِ صبح مستاں را بگلزار   ۲   بجنبانید دامن کرد بیدار

ہنوزم بود خوابِ ناز در سر   ۳   ز بوئے دوستگانی مغزِ من تر

ز بادِ صبح میزد بوئے عودم   ۴   میانِ خواب و مستی می غنودم

که در آغوشم آمد زاد سروے   ۵   چو طاؤسے بمہمانِ تدروے

ازاں سایه که دولت بر من افگند   گلم در جیب و مه در دامن افگند

ن۱ عالم   ن۲ از شادی کس   ن۳ راکش   ن۴ گوہر آئین

دراں خوابِ خوش از بیداری بخت — ہما دم بر ثریا پایۂ تخت

بہارے دیدم از لطف آفریدہ — خضر ز آبِ حیاتش پروریدہ

نشاطم تازہ کرد از بادۂ ناب — خمارم راشکست از بوی جلاب

ببوسہ دل ستد جاں رایگانے — بنامیزد زہے بازارگانے

چناں کرد از شرابِ بوسہ مستم — کزاں آواز خوش از جائے جستم

چو کردم چشمہائے نازنیں باز — حریفِ خواب را در دادم آواز

بہارم خود چو گل در آستیں بود — خیالِ خوابِ سروِ راستیں بود

مرا ایں خوابِ خوب از بخت بیدار — عجب خوب است دور از چشمِ اغیار

ببیں تا چند بیداری کشیدم — کز ینساں خوابے اندر خواب دیدم

دریغست نایدا ے دورانِ قلاب — کہ نرگس را بجنبانے ازیں خواب[1]

ہنوزم چشمِ بد خو میکند ناز — بیا کایں[2] چشم بر رویت کنم باز

چہ خوش کاریست روئے یار دیدن — گہے سنگ و گل بنجار دیدن

بیاراں صاف باید سینۂ مرد — کہ مے چوں درد باشد کم تواں خورد

مبیں از کبر خوباں تنگ دلجوئے — کہ ہست آئینۂ ہندو سیہ روے

نہ ہر کو یار شد باشد وفادار — فراواں نسبتست از یار تا یار

نہ ہر آبے کہ بود دارد گلابست — نہ ہر دُردے کہ رنگیں شد شرابست

---

[1] ح - کہ نرگس را بجنبانی   [2] ق - ایدوست

هزاراں جاں فدائے آشنائے — کہ باشد در دلش بوے وفائے

کسانے کز خرد کار آزمایند — بکار افتادگی یار آزمایند

سفال از طاسِ زر کم نیست در کار — ولے گاہِ گرو گردد پدیدار

کسے کو زا فرینش ناتمام ست — چو دلسوزی کند مشنو کہ خام ست

وفا گز یار نامعلوم باشد — تکلف شد تکلف شوم باشد

بوہم ہندوان شنگرف مالند — ہم آخر از سیہ روی بنالند

وجودِ مردم فرخندہ دیدار — ز بہرِ مردمی باشد پدیدار

رواجِ مے بمجلس بہر مستی ست — کماں گر تیز بود چو بد ستی ست

چو بدخواہ و فتد یارے بہر چیز — کسے باشد سزائے صحبتش نیز

زمانہ دیر شد کیں نسبت آراست — کہ کج با کج گراید راست با راست

مقامر کز عمل باشد دغا باز — برد با چوں خودے گو مہرہ کژ باز

بداں را نیک خواہی نیست از رائے — کہ سگ را کفش بر سر بہ نہ در پائے

زنیکی دوستاں را دوست نا مست — چہ باشد دوست بد دشمن کدامست

چو افتد با عوانِ بادہ شب زور — زمارِ کژ نترسد کژدمِ کور

زپا باید کہ سوزن بر کشد خار — چو سوزن خار باشد گر دو آزار

هزاراں آفریں بر آشنائے — کہ بتواں یافت زو بوی وفائے

کسے را کیں سعادت یار باشد — ز عمر و بخت برخوردار باشد

نکیسا چوں بدیں افسونِ دل دزد | شکیب عاشقاں را بر بے مزد
رباب باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خوں چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینۂ غم را بیخ برکند | فروگفت ایں غزل را در نہاوند
زہے حسن و جوانی از تو در ناز | غمت با جانِ من چوں عیش دمساز

غزلِ باربد از زبانِ خسرو

درت حاجتگہِ بختِ جوانم | سرِ زلفِ تو خلوت گاہ جانم
خیالت مردمِ چشمِ نیازم | لبت سرمایۂ عمرِ درازم
بگوئی تا کجا مے خوردی امروز | کدامے خانہ روشن کردی امروز
کدامے خانہ گلشن شد بدیں حور | کدامے چشم روشن شد بدیں نور
کرا اقبال دادایں دلفروزی | کرا بخت ایں سعادت کرد روزی
اگر دانم کجا بودت گذرگاہ | بجاروبِ مژہ روبم ہمہ راہ
وگر دریابم آں نزہت گہِ پاک | بدیدہ توتیا سازم ہمہ خاک
چہ دولت مند بود ایں چشمِ روشن | کہ جانترا از جمالت کرد گلشن
چناں روئے کزاں مہ زیر میغ ست | در آئینہ جمالتش ہم دریغ ست
مبیں در آئینہ روشے صبح امید | کہ در آئینہ نتواں دید خورشید

ن باغ | ن ح - بخت وسعادت | ن ق - جہاں را | ن ق جمالش | ن ح زدے

بدانْ سختی مدار آئینہ در پیش | در آبِ چشمِ من بیں صورتِ خویش
بآئینہ نگوئیم ایں ہوس را | ازاں کائینہ[2] مے سازد نفس را
تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش | حجابِ آئینہ یکسو کن[3] از پیش
چہ خواہم دید آں روئے طربناک | بہفتاد آب شوئیم دیدہ را پاک
نہ بینم چوں تو باشی در گذرگاہ | گرم خورشید پیش آید و گر ماہ
چو با لعلت بے ہمدست باشم | ببوئے تا قیامت مست باشم
مرا ایں آرزو در طالعِ شوم | خمار بے مے ست و مہر بے موم
نیابد نقش آب ارچہ پذیرد | رقم بر باد خود ہرگز نگیرد
جدا کن زایں فراقِ دیر پیوند | بشمشیرِ جدائی بندم از بند
نیاید ہرگزت اے سروِ آزاد | کہ روزے از فراموشاں کنی یاد
غمے دارم کہ پایانے ندارد | تنے کز بے دلی جانے ندارد
تو کز غم فارغی در بیدلی فرد | چہ دانی تا چہ باشد لذتِ[4] درد
نہ من از مے ز خونِ دل خرابم | تو پنداری کہ من خود مست خوابم
چہ گفت آں ضربداں خربندہ حاشا | کہ مرگِ من ترا باشد تماشا
نداری از ہلاکم بیش ازیں غم | کہ از صد بیدلت گردد یکے کم
بُزے کز گرگ بستاند شبانش | غمِ قیمت بود بے مہرِ جانش

---

[1] دراں   [2] ق۔ نشناسد   [3] ج۔ نہ   [4] محنت و درد

بود بر ساربان چوں شد شتر ریش | غمِ بار از غمِ جانِ شتر بیش
اگر تنگ آمدی از من بفرمائے | کہ تا چوں عود بر آتش نہم پائے
زجہار جانب بیداد گردی | بسوزم[1] تا ز بوئیم شاد گردی
مرا میسوز تا باشم بداں خوش | کہ پروانہ شناسد قدرِ[2] آتش
جفا کن تا ز غم چوں موئے گردم | کہ گر بنوازیم بد خوے گردم
نوازش مستمنداں را نسازد | زبونی[3] گوسفنداں را نوازد[4]
وگر من رحمتے خواہم بزاری | تو خوے نازنیناں کے گذاری
درخت ار چند آرد میوۂ خویش | تبرزن کے گذارد شیوۂ خویش
گل ار چہ تازہ روئے آمد باصحاب | گلابے عاقبت خونش کند آب
چہ ریزی قطرہ ہائے چشم بدروز | کہ از طوفاں فرو ننشیند ایں سوز
من آں شیرم کہ چوں آیم بشمشیر | بدنداں نیست دست خود کند شیر
نگر کاں آہوئے مشکیں کمندم | بداں[5] مشکیں رسن چوں کرد بندم
بلے[6] چوں مشک مویاں عشق بازند | زموئے پیل را زنجیر سازند
اگرچہ سوخت جانم آں ستمگار | ہنوز اے آہ من دروے مکن کار
زمویش گرچہ چوں مویش دوتاہم | ہنوزش تار موئے کم نخواہم

---

[1] ق۔ بسوزم [2] ح۔ ذوق [3] ق۔ عروسی [4] نسازد

[5] ق۔ بزنداں بے رسن چوں کرد بندم [6] ق۔ بلے بر عشق خوباں عشق بازند

چو رودباربد این نغمه[1] پرداخت — نکیسا ارغنونِ خویش بنواخت[2]

زموزونی بدان گونه که دل خواست — روان کرد این غزل در پردهٔ راست

سرودِ نکیسا از زبانِ شیرین

کجائی اے دلم بُرده بدستاں — نظر زیں بر فگن بر زیر دستاں

بنور وصل روشن کن چراغم — ببوے خود معطّر کن دماغم

چو می باید بہ تنہائی غنودن — چرا باید بعمدا دور بودن

بہ بیداری نشاطِ عمر دریاب — کہ دارد ہر کہ بینی تکیہ بر خواب

منازار گل ہنوزت نازنین ست — کہ ہر گل را خزانے در کمین ست

نباشد ہیچ روزی بے زوالے — نہ باقی ماند اندر تن جمالے

مبیں کاسباب عیش از حد فزون ست — شتابِ زندگانی بیں کہ چون ست

نہ خسرو گرچہ کیخسرو بود مرد — ہم آخر خاک باید منزلش کرد

بزرگاں زخطر بیش ست ازیں نیز — کہ از پیلاں خطا کمتر شود تیز

عقابے کاں ہوائے کار گیرد — بط آسان و ملخ دشوار گیرد

مبیں مہرہ بہ پیشانی نمرود — کہ نیش پشہ سوراخش کند زود

مبیں طاؤس را زیبا و رنگیں — بہ بیں مقراض در منقار سیمیں

---

[1] ق- پرده

[2] ح- راه در ره راست

جوانی چیست اندر نقش خوابے | بنامے آدمی خاکے و آبے
حصارِ گل گشد گر سر برافلاک | بیک باران نهد رخساره بر خاک
بیندیش آن زمان کین خاک کمبخت | بزندانِ فراموشان کشد رخت
کسے کز تو فراوان آورد یاد | همین گوید که مسکین آدمی زاد
بسا خانه کزین دورِ کهن سوخت | نشاید روبهی[1] را حیله آموخت
چه حاجت گرگ را تعلیمِ خونریز | بس ست اُستاد کارش ناخن تیز
بران کامے و عیش ار می توانی | که بسیارے درین حسرت بمانی
چو میدانی که دنیا را وفا نیست | دل اندر بیوفا بستن روا نیست
وفادار آن بود کز نیک[2] رائی | کند با بیوفایان بیوفائی
گرانانرا گرانی بر بگردن | که نتوان کوفت آهن جز باهن
مکن تا میتوانی اے جهان گرد | جوانمردی بجاے ناجوانمرد
نه مردم چارپاے دان جفا سود | که باشد[3] دیر خشم و زود خشنود
خرے کافتد ز ریش پشت مدهوش | بمستی چون کند سختی فراموش
مرادے کاندرین دیر هلاکست | چو آخر خاک خواهد گشت خاکست
دهد عمر ارچه هر شب[4] شادیی نو | چو آخر غم بود نرزد بیک جو
اگرچه گربه لیسد پشتِ فرزند | بدندان نیز داند پهلویش کند

ن[1] ح۔ دوستی راحیلت ن[2] ق۔ بے جفائی ن[3] ح۔ که باشد سخت رنج و سخت خشنود ن[4] یکدم

جهان را برگِ دلتنگی فراخ ست — طرب نایاب و محنت شاخ شاخ ست

مرا دے گر ز گیتی هست خوش باش — وگر نبود قضا را بارکش باش

حیاتِ بے مراد از مرگ کم نیست — چو حاصل شد مراد از مرگ غم نیست

مشو زینگونه مغرورِ جوانی — که بنیادے ندارد زندگانی

گل آمد تازه شد فصلِ بهاراں — شرابے نوش کن بر روے یاراں

بدیں شربت[1] غبار از دل رها کن — نشاطِ رفته را از سر صدا کن

بر آں باشد که با یارانِ دمساز — کنیم اسباب شادی را دریباز

دو روزے کز حیات آوازه داریم — بیا تا روزگارے تازه داریم

کنیم امروز هر چه آں دلنواز ست — که از ما تا بفردا ره دراز ست

کسے گرد دریں فیروزه فیروز — که بر[2] فردا اندارد کار امروز

نکیسا[3] کیں غزل بنواخت در ساز — شکیب از جانِ شیریں کرد پرواز

چنانش در گرفت آں نغمه زار — که گشت از خویش بے طاقت بیکبار

پیاله خواست از ساقی دراں جوش — بشرطِ چاشنی کرد اندکے نوش

چو مے را مایه داد از لعل چوں قند — فشاند از دیده در مے قطرهٔ چند

بیوسه داد خسرو را نشانی — بجا آورد شرطِ دوستگانی

---

[1] عشرت [2] ح که از فردا به اندکار امروز

[3] ق - ملک را کیں غزل بنواخت دمساز

بدو گفت از لب من این نشانیست	نو شانوش وصلت زندگانیست
که چوں فردا برآید جام جمشید	دہم جام مرادت با صد امید
شرابے ریزم اندر لب حلالست	دہم جاوید پیوند وصالت
ملک را بر لب آں ساغر جم	نمی آمد لب از شادی فراہم
کشید آں شربت جلاب پرورد	دل صد پارہ را پیوند نو کرد
بدیں شادی ہمہ شب بادہ خوردند	مے رنگیں ہوس سادہ خوردند
دو دل کز کوب ہجر افگندگی داشت	با میدِ نوازش زندگی داشت
اگر نتواں ز عمرِ دیگراں زیست	بوعدۂ جاناں تواں زیست

شکر ریزی عروسی شیریں با خسرو و فرستادنِ خسرو انگشتری ملک برسم عہد و پیماں

چو مہ در چاردہ شب رفت در خواب	فرو پیچید گردوں نطع مہتاب
عروسِ صبح را بیدار شد بخت	عروسانہ برآمد بر سرِ تخت
صنم فرمود کز گنجے چو دریا	کنند اسبابِ مہمانی مہیا

ن ق مژدگانیست

کمر بنداں کمر بستند در کار / کشادند از متاعِ قیمتی بار

بزیور ہر دو خورشیدِ پُر نور / دو منزل راست شد چوں بیتِ معمور

رواں شد خسرو از فرمانِ شیریں / بایوانِ دگر زایوانِ شیریں

دو جانب کلہ بر ایواں کشیدند / رسن در گردنِ کیواں کشیدند

مسافت گر کسے رفتے بتعجیل / میانِ ہر دو ایواں بود یک میل

زدیباہا کہ رنگِ یاسمیں داشت / بپوشیدند عیبے کاں زمیں داشت

زایواں تا بایواں کا دمی رفت / ہمی بر آسماں نے برز می رفت

ہمہ شہر از ترنم پر نوا گشت / بریشم دامِ مرغانِ ہوا گشت

چناں شد غلغلِ کوسِ آسماں گیر / کہ شد پوشیدہ چنگِ زہرۂ پیر

چو خسرو خواست کز رومی و روسی / فرستد دست پیمانِ عروسی

چہ دیدہ بودش آہنگ از مداین / نبودش با خود اسباب و خزائن

ز شاہاں بد یکے انگشترینش / خراجِ ہفت کشور در نگینش

فرستاد آں مہِ نو را برجیس / سلیماں وار خاتم را بہ بلقیس

چو بر شیریں رسید آں خاتمِ چست / شدش ہم در نظارہ دست و پا سست

بحسرت گفت کائینیست در راہ / عروساں را جوابِ ہدیۂ شاہ

مروت چوں بکم خورسند نبود / دو چنداں بارے ار دہ چند نبود

چو نتواں یک بہا دادن نگیں را / چہ ساں گویم دو چنداں پاسخ ایں را

ولے در لب مرا ہم خاتمے ہست   بدستِ شہ دہم چوں بوسمش دست

دہم با دو نگینش انگشترینے   کہ ارزد ہر دو عالم را نگینے

چو بخشم یک نگیں را دو نگیں باز   دو خاتم نیز باید کردنم ساز

دو خاتم را کہ درجش بے کلید ست   کہ داند قیمتش چوں ناپدید ست

چو شاہ انگشت ساید بر نگینم   شناسد قیمتِ انگشترینم

بگفت ایں و ز لب زیبِ نگیں داد   بعزت بوسہ بر انگشتریں داد

برابر گوئیا میکرد باہم   نگیں را با نگینِ خاتمِ جم

دہانرا کرد با انگشتریں جفت   بشیرینی ہمی خندید و می گفت

کہ ہاں اے خاتم ایں اندازہ بست   کہ داری با دہانِ من دہاں حست

کہ آں خاتم کہ نامِ او ہلال ست   رسد در خسرو و شیریں محال ست

ولے من[1] بوسمت زیں لذتِ نو   کہ بوسیدی فراواں دست خسرو

درو[2] انگشتریں ماندہ دہن باز   ز حیرت نہ سخن در وے نہ آواز

چرا حیراں نماند چوں چنیں دید   کہ در خود موم و در وے انگبیں دید

چو از لب دستگاہِ مست دادش   ازاں ہم در دہاں انگشت دادش

دراں انگشتریں بازی زمانے   بماند[3] انگشت اندر ہر دہانے

پس آنگہ گفت تا گردد مہیا   جہاز پر در و گوہر چو دریا

---

[1] ق کے   [2] ق دراں   [3] ق بماند انگشتہا ہم در دہانے

بیک فرماں رواں شد بخت برتخت | جہاں اندر جہاں گنجینہ و رخت
دو استر بردعی از لعل و دُربار | ز در جلبہاے زیور دہ شتر بار
متاعِ سیم و زر دہ کارواں بیش | ملوّن تختہاے جامہ زاں بیش
غلامِ ارمنی صد سروِ آزاد | ہنوز از لالہ شاں نارستہ شمشاد
کنیزاں نیز صد سیّارۂ نور | بنورِ خود ز چشمِ خلق مستور
بخرمن صندل و عود قماری | بمہا نافۂ مشکِ تتاری
ز جنسِ بادپایاں صد طویلہ | کہ صرصر گرد شاں دیدی بحیلہ
ز گوہر ہر طویلہ چوں ثریّا | کہ کردے ہر گہر آشام دریا
بدیں ترتیب ہر جلوۂ نو | عروسی را جہاز آمد بخسرو

عقدِ خسرو بہ شیریں

چو شب زریں جہاز افگندہ بیروں | عروسِ ماہ شد بر تختِ گردوں
بآئیں شہی شاہِ فلک قدر | سوے شبدیز شد تابندہ چوں بدر
نہ بر شبرنگِ چوگانی برآمد | کہ خورشیدِ سلیمانی برآمد
رواں گشت آں بہارِ عالم افروز | شبِ تاریک شد روشن تر از روز
عجب کاں آفتابِ تیغ زن بود | کز انجم گرد گردش انجمن بود

۱؎ ق۔ خسروی رخت ۲؎ ق۔ تحفہاے پختہ

بهر سو صد هزاران مشعل نور — زده در خرمن مه آتش از دور

طبق بر دست مروارید ریزان — گهر افشان براه افتان و خیزان

دران تاراج در های زمین پوش — زلت معزول گشته بود چاوش[1]

بدنبیان چون سید آن شمع آفاق — که قصر ماه روشن را کند طاق

شد اندر طاق و زانو زد بر اورنگ — ز جوش مهتران شد بارگه تنگ

ملک فرمود کاید موبدے زود — کند پیوسته مقصودے بمقصود

خردمندے طلب کردند هشیار — ز دل دریا وش و از لب گهربار

در آمد کارساز و راز پرسید — دو یکدل را رضا ها باز پرسید

چو باد از سینه های خویش برخاست — حجاب نام و ننگ از پیش برخاست

پس آنگه بر طریق آن و دین کیش — معین کرد کابینے ز حد بیش

چو فارغ شد دل از تعیین آن نقد — فرو خواند از لطافت خطبهٔ عقد

بباریدن در آمد گوهر و دُر — چو دریا شد تهی گاه زمین پُر

روان شد با عروس خویشتن شاه — که بیند جلوهٔ خورشید با ماه

چو بگذشت آن و از ایوان بپنجم[2] — چه دید او آسمانے پُر ز انجم

ز هر سو دید ماهے در نظاره — ز هر برج آفتابے در حراره

بهشتے پر ز حوران بهشتی — همه بر خون دلها رانده کشتی

---

[1] ق - چوب چاوش   [2] ق - چو بگذشت از چهار انجم به پنجم

چو ناگه در جمالِ شاه دیدند — ز هر سوئے نثار افشاں دویدند

چو آں شیرِ ژیاں را هر غزالے — همی داد از کرشمه گوشمالے

مقابل پیشِ تختِ عرشِ پیکر — نشاندندش[۱] فرازِ کرسئ زر

چو بر کرسی نشست آں رشکِ جمشید — بروں آمد ز ابرِ تیره خورشید

شده مشاطگاں را دستها باز — متاعِ نیک را در داده آواز

گرفت از نورِ آں صنعِ[۲] خدائی — ز مشرق تا بمغرب روشنائی

شده با ناز[۳] و خوبی رونق انگیز — که کالا قیمتی بد مشتری تیز

بهر دستے که گشت از جلوه پیدا — فلک دیوانه گشت و زهره شیدا

نثار افگن[۴] شده گوهر نثاراں — ستاره بر مه و خورشید باراں

صنم در موجِ آں لولوے منثور — چو خورشیدے که در باراں نهد نور

فلک[۵] در حیرتِ آں حال مانده — هلاکِ غمزهٔ قتّال مانده

عروس از جلوه چوں بنشست بر تخت — ز شکوهِ فرق بوسی خواست از بخت

بر آمد شه به تخت و شاد بنشست — همش سر بوسه زد هم پا و هم دست

چو بر رسمِ عروسی خواست کاں ماه — عروسانه چشاند[۶] شربتِ شاه

شه آں شربت بخورد از انگبیں بود — لبش بوسید کاینک شربت این بود

۱ق-نشانده شاه را بر ۲ق-صبح ۳ق بازار ۴ق-افشاں

۵ح-ملک ۶ق-رساند

پس از جایش ربود و شد سبک خیز　　چو شاهینے که کبکے را برد تیز
بخرمنها گهر بر[1] مه فشاندش　　بمهدِ گوهرین چون مه نشاندش
روان کردش بقصرِ دولتِ خویش　　تجمّل کرد بر گردش[2] ز حد بیش
بمنزل گاه خویش آورد مه را　　ز انجم کرد خالی بارگه را
چو بنشستند با هم روی در روی　　ز رنج آسود جانهائے عرض جوے
شه از بس خوشدلی رو در زمین[3] برد　　سر اندر پائے یار نازنین برد
فرو غلطید پیشِ آن پری زاد　　چو سایه زیر پاے سرو شمشاد[4]
چو این پستی بدید آن سرو بالا　　بپوزش کرد رو در شاه والا
حمائل دادش از بازوے سیمین　　نوازش کردش از لبهاے شیرین
دو دل با هم بذوقِ[5] سینه مائل　　بدوشِ یکدگر بازو حمائل
دو مے ممزوج گشته در یکے جام　　دو مه جلوه نموده بر یکے بام
گہے این کامرانی گفت و او کرد　　گہے این دوستگانی داد و او خورد
گه آن[6] نغمے شد بسوے چنگ نازان　　فرو گفتے سرودِ عشق بازان
گہے این پهلوے بربط دویدے　　نفیرِ دردمندی بر کشیدے
کمیت ارچه چو آتش گرم میجست　　نشد یکجو عنانِ خسرو از دست

---

[1] ق چوں　[2] ق-ہمراهش　[3] ق-سربرزمیں　[4] ح-سرو آزاد

[5] ح-بشوق　[6] ق رفتی

ولیک از بوسهٔ شیریں اثر داشت | که چوں از بادہ مستی بیشتر داشت
نشاط از بذلہ مستانہ میکرد | پریرا ہر زماں دیوانہ میکرد

تزویجِ خسرو و شیریں و وصفِ سراپای برادرخواندهٔ شیریں

پری پیکر دراں عاشق نوازی | شدہ مست از شراب عشق بازی
پریشاں گشت زلفِ نیم تابش | بگردِ غمزہا می گشت خوابش
چو برگشت اندراں حالت دمے چند | خرابی عقل را بنیاد برکند
زمستی سر بزانوے ملک برد | سرِ خود را بدستِ خویش بسپرد
شکر لب مست و خواب آلودہ درخواب | بجوئے انگبیں رہ یافتہ مے
زمانے بود چوں بلبل بہ بستاں | دمے بگریست از مستی چو مستاں
سرشک گرد زانو راہ میکرد | دراں آئینہ ہر دم آہ میکرد
ملک سرمست و دولت سازگارش | مرادے آں چناں اندر کنارش
چو لختے لحن مشتاقاں سگالید | بنالید از فراق و زار نالید
ربودہ بود چوں سیلِ شرابش | کہ ناگہ آمد و بربود خوابش
بریں دولت کسے کو کامیاب است | اگر زاں نبودش افراسیاب ست

۱ق- نقل   ۲ق- می   ۳ق- بہر یارش   ۴ق- ازیں

به بالین رفت چون سرو از بلندی | فسونِ خواب کردش چشم بندی

بخلوت گاهِ خود رفتند هر کس | شهنشه ماند و یارِ نازنین بس

ملک میداشت نورِ صبح را پاس | بآب اندر زده خورشید را طاس

ز سوزِ عشق کاتش در دل افروخت | غزل میگفت شاه و شمع می سوخت

ز شیرین کاری شیرینِ دلبند | فراوان خورده بود انگوزه[1] قند

چو آن شب نازنین را بیخبر یافت | مکافاتِ عمل را وقت دریافت

صنم را بود بر در خادمِ پیر | چو مستان دیو و چون دیوان بون گیر

ز پیری سست خیز و سال فرسود | چو طفلان زود خشم و دیر خشنود

ازین دلتنگ روے خنده انگیز | مزاج بے فره چون نان[2] پرهیز

بر او از پوست رگ چون چنگ بسته | دهن بے آب و دندان زنگ بسته

ز پرگفتن لعاب از لب روانش | مگس ریده فراوان در دهانش

سرے چون پوستینِ کهنه پشمین | رخے چون فوطهٔ مالیده پرچین

پلک سرخ و نظر بیکار مانده | پُر از بیجاده[3] چشمِ زار مانده

نبود از بس که در رو هیچ مویش | کدوے تلخ را مانست رویش

کسے یکدم ندیدے فرق تا پاے | که از خنده نماند افتاده بر جاے

دو دستش ز آستینِ خواجگانه | چو کفشِ کهنه زیرِ جام خانه

---

[1] ح- فراوان خورده بود انگوزه در قند [2] ح- آش [3] ق- بیجاده

دو ساقِ پست پا ہاے فسردہ | چو غوکِ خشک پیشِ مار مُردہ
کلاہِ کافری بر سر چو دیگے | ز دقیانوس ماندہ مُردہ ریگے [١]
شکم چوں بربطِ ناساز کردہ | دو پا ہمچوں عصاے کرم خوردہ
ببالیں گاہِ شیریں دل افروز | ز بیکاری مگس کشتے [٢] ہمہ روز
صنم را از فراقِ روے خسرو | شدے [٣] چوں خرمنِ امید جو جو
درآمد کز طرب معزول بودے | ز تنگی بر دو مشغول بودے
برہنہ خفتے اندر شب الف وار | دو پا را لام الف کردے بدیوار
ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست | میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست
چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید | فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید
برآں شد تاش سازد یارِ شیریں | کند زاں کارِ شیریں کارِ شیریں
ببازو با دغا بازی دغائے | کلاغے را کند جفتِ ہمائے
گرفتش چوں عقابے کرگسے را | ز جا برداشت چوں دریا خسے را
ببرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس | چو بوتیمار در پہلوے طاؤس
چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد | خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد
فتادہ بحجرِ آں ہیزمِ خشک | معطر گشتہ از بوے گل و مشک
درختے کو بود ہمسایۂ عود | ز بویش عود گردد عاقبت زود

١ح۔ مرد ریگی   ٢ح۔ راندے   ٣ق۔ بشد

پریوش بیخبر زاں دیو بازی — پری را کے دہد ابلیس بازی

چو چشمِ ناز بکشاد آں مہِ نو — کہ گیرد فالِ نیک از روے خسرو

چو دیده نا طلب کرده بلائے — فراز گنجِ خفته اژدہائے

چناں جست از سرِ بندِ خواب گاہی — کہ از منقارِ بوتیمار ماہی

ازاں شب بازیٔ عفریت کارا — فغاں برداشت ہمچوں سایہ دارا

چو آوازِ پری بشنید جمشید — کہ سایہ راہ زد بر نورِ خورشید

دوید و در کنار آورد مہ را — ز دیوِ خانہ خالی کرد رہ را

صنم بر خویش می لرزید تا دیر — گہے ہیبت خنجر گاہ شمشیر

ہمی گفت ایں چہ رفت از خاطرِ دور — کہ چوں ظلمت نقاب افگند بر نور

ز خاشاکے کہ ماند ایں دو در من — چنیں خود را کہ یارد سود بر من

کہ بود ایں دیو چہرِ لا اُبالی — کہ لاحول از چنیں شیطاں مثالی

ز جا برخاست آں ہمخوابۂ حور — بنا زو اشکنہ چوں گاوِ رنجور

سخن را زاں نشاطے داد سرجوش — کہ شیریں را شد آں تلخی فراموش

دلش گرچہ از غضب در سینہ ہیبت — کہ چوں گیرد ذنب خورشید را دست

ولیکن چوں ز رضواں بود شاں خار — چہ بندد تہمتِ طاؤس بر مار

بشیرینی ز لب شکر فشاں گشت — بتلخی زہر خندے کرد و بگذشت

بمے بنشست و ساغر نوش میکرد — بدل چوں ساغرِ مے جوش میکرد

چو رست از شاهد شب شاهد روز	دمید از چرخ صبح عالم افروز
نسیم غنچهای صبحگاهی	عبیر افشان شد از مه تا بماهی
بآهنگ صبوح آن نازنینان	روان کردند می با همنشینان
حریفان باز در مجلس رسیدند	نوا سازان نواها بر کشیدند
برآورد از سر آتش بم و زیر	کفلگاه گوزن و ران نخچیر
ز مجمر بر هوا شد غیر این دود	هوا را کرد یکسر عنبر آلود
ازین جانب کله کج کرده پرویز	به پیرامن قبا پوشان نوخیز
وز آنسو قبلهٔ خورشید رویان	پیش حلقه زده زنجیر مویان
شهنشه نافهٔ طیبت کشاده	بمشکین موی آن آهوی ماده
گرفته حلقهٔ گیسوی چون شست	بهر مو بذلهٔ موزون همی بست
که شب چون رفت یار دینه چون است	خمار آن می دوشینه چون است
پری وش چون بموزونی چنان بود	کزان هر نکته پیوند جان بود
بپاسخ کرد لب را شکر آلود	که حلوا ساختن نتوان بدین زود
مرا خود هرچه بود از بخت روزی	بسر سبزی گذشت و دلفروزی
تو شاید کین نظر با خویش داری	که روزی این شب اندیش داری
عروسی بخشمت با دلنوازی	که هر مرد در کنارش کرد بازی

ل ح، شربت

درآیین گشته زمن نتوان درودن | زمانه خود سزا داند نمودن

خردمندان که در پے چشم دارند | جزاے فعل خود در چشم دارند

بسے دیدیم گنجشک ملخ گیر | که ناگاهش عقابے کرد نخچیر

تذروے کو زند منقار در مور | ز باز چره بیند عاقبت زور

بدین گونه دران بزم کیانی ق | لب شیرین کاری و شکر فشانی

همه روز آن دو طاؤس بهشتی | بجوے مے روان کردند کشتی

هم آغوشی خسرو و شیرین و خلوت زناشوئی

چو آمد آسمان در مشک باری | نهان شد آفتاب اندر عماری

زمانه روشنی کرد از جهان دور | ز ظلمت داد مه را سرمهٔ نور

چو خسرو مست شد با نازنینان | بخلوت رفت از آن خلوت نشینان

نهان گشت از پے عشرت نوازی | کز آب و گل کند گل را نمازی

همی زد بر خوے مشکین گلابے | عجب مے شست آبے هم بآبے

چو کرد از گرد صندل سرو را پاک | ز بویش باد صندل سود بر خاک

صنم چون خرمن گل خاست از جاے | عروسانه بیاراست آن سر و پاے

حریر آبگون بر ماه بربست | بگیسو چشم بد را راه بربست

لاق. درآیین گشته زمین لاح. صنم در پرده لاح. چنان لاح. عاشق

نوردِ پرنیاں برگل برافگند | کشاد از درجکِ زر آہنیں بند
مکلل زیورے در خوردِ شاہاں | بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں
برآں بالائے شہر آرائے پوشید | عروسانہ ز سرتا پائے پوشید
زبر پوشے زمرد وارید شب تاب | بدوش افگند چوں پرویں بمہتاب
رخ از گلگونہ چوں گلنار تر کرد | بیک خندہ جہانے پرشکر کرد
بروں آمد چو از ابر آفتابے | موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے
دولب ہم انگبیں ہم بادہ در دست | دو چشم شوخ[ل ح] نے ہشیار و نے مست
خمار نرگسش در فتنہ خوئی | میانِ خواب و بیداریست گوئی
بمژگاں دادہ بہرِ جاں خراشی | گہے جاں داری و گہ دورباشی
فریبِ غمزہ جادو زباں بند | شکافِ پستہ شیریں شکر خند
لبے از چشمہ حیواں سرشتہ | ہلاکِ عاشقاں بروے نوشتہ
لبے[ن ق] پر خندہ شیریں مہیا | حیات افزائے مردم چوں مسیحا
زنخدانش کہ برد از مشتری تاب | بغبغب[ن ق] چوں گوے کافتد بگرداب
زخش را سکہ زد خالی درم وار | درم بے مہر بود و نقرہ بسیار
خوے گز روے آں طناز میریخت | کرشمہ می چکید و ناز میریخت
بناگوشے چو برگِ یاسمیں تر | برو اندامے از گل نازنیں تر

ل ح ـ مست　　ن ق ـ ز لب زاں　　ن ق چو گوئی کو فتد عینہ بگرداب

دُر اندر گوش بیداری کہ بر دوش | فرو خواہد چکید از نرمۂ گوش
دو گیسو کز رہش بر خاک میرفت | فرو میریخت[1] مشک و پاک میرفت
ز مستی زلف او درہم شکستہ | ہزاراں توبہ در ہر خم شکستہ
جہانسوزے چو خورشیدِ جہانتاب | میانش تشنہ و بر ہاش سیراب
بتے کز دیدنِ آں شکل و رفتار | بہ بستے[2] زاہد صد سالہ زنّار
چگویم زلف[3] مشکینش کہ چوں بود | نہ بوے مشک بود آں بوے خوں بود
بمجلس ہر کہ حاضر می شد از پیش | دراں نظارہ غائب می شد از خویش
ملک راکاں تماشا دستگہ داد | بروں شد عقل و جانش در رہ افتاد
اگرچہ دیدہ روشن گشتش از حور | ولے تاریکی آوردش ازاں نور
اشارت کرد سوے کار فرماے | کہ از نامحرماں خالی کند جاے
پریدند آں ہمہ مرغانِ دمساز | تدروے ماند بس در چنگل باز
دو عاشق را قرار دل برافتاد | نشاطِ کامرانی در سر افتاد
ہواے دل ہوس را شد عناں گیر | شکیب از سینہ بیروں جست چوں تیر
گرفتہ دست یکدیگر چو مستاں | شدند از بزمگہ سوے شبستاں
نخست آں تشنۂ لب خشک بے تاب | دہن از آبِ حیواں کرد سیراب
چو فارغ شد ز شربت ہاے چوں نوش | کشید آں سرو را چوں گل در آغوش

---

۱ ق۔ میرفت   ۲ ح۔ بہ بندو   ۳ ح۔ بوے

چنان و بر گرفت آن قامتِ راست — که نقشِ پرنیان از پوست برخاست

خدنگی زد بران آهوی بدرام — که خونِ پخته جست از نافهٔ خام

به تیزی در عقیق الماس میراند — نهالی در شگافِ غنچه می‌شاند

ز حلقه در دلِ شب تیر می‌جست — که گلگونش بجوی شیر می‌جست

نه جوی شیر بلکه آن جوی خون بود — روا ز فرهاد پرسش کن که چون بود

رهش بر سرمه دانِ عاج می‌شد — ز میلش سرمه دان تاراج می‌شد

همیشه با جهندس پیشگان زیست — سه یک[2] ضرب از آن میکرد و بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاهی — چکید آبِ حیات از کام ماهی

مگر تشنه خضر بود و شب سیاهی — که در آبِ حیات افگند ماهی

دهانش بر دهان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

جهان با دو جوانی در سر آورد — که شور از چشمهٔ شیرین برآورد

گلی دید از بهشتش آب خوردی — ز تاراجِ خزان نادیده گردی

چو چشمه برگشاد و غنچه بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

دل از آسودگی بنشست بر جای — صبوری را ز رفتن کند شد پای

فرو خفتند هر دو سروِ آزاد — چو شاخِ یاسمین و برگِ شمشاد

ستاره داد چون خورشید را پشت — بیکدم صبح شمعِ ماه را کشت

---

(۱) ح - نقد (۲) ح - یکی را ضرب

بیک گلبانگِ[1] مرغِ صبح گاہی | زخوابِ خوش برآمد مرغ وماہی

شد از سر خوابِ دو سرو رواں را | بآبِ گل بشستند ارغواں را

رواں کردند شکرِ ایزدِ پاک | بزاری روئے مالیدند بر خاک

وزاں پس باز دمے دست بردند | عنانِ[2] دل بدستِ جاں سپردند

دگر رہ عشق را بازار شد تیز | رواں شد نکہتہائے رغبت انگیز

صبوحی عیش[3] را آوازہ درداد | نویدِ نوشہائے تازہ درداد

بے بنشست خسرو با حریفاں | زباں بکشاد شیریں با[4] ظریفاں

گہے سوئے بریشم گوش کردند | بہر لحنے شرابے نوش کردند

گہے از نکتہائے[5] شکر آلود | زمیں چوں آسماں شد گوہر آمود

بدیں گونہ ملک با آں دلارام | بپایے دوستگانی کرد تا شام

چو از جلوہ فرو آسود خورشید | برآمد ماہِ نو چوں[6] جامِ جمشید

دگر بارہ بخلوت راہ جستند | چو دو برگِ گل از یک غنچہ رستند

برسمِ دوش باہم تا سحرگاہ | قراں کردند چوں خورشید با ماہ

سحرگاہاں چو گل در باغ بشگفت | سمن بیدار گشت و یاسمیں خفت

نوا سازاں نواہا ساز کردند | سرودِ عاشقی[7] آغاز کردند

---

[1] ح برآمد بانگ   [2] ح - عنان جاں بدست دل   [3] چنگ   [4] چوں

[5] ح - گہے از رمزہائے   [6] ح - با   [7] ح عاشقاں

طرب را باز نو شد روز بازار — قدح خندان وابریشم در آزار

بدیں گونه بعیش و کامرانی — بسر بردند خوش خوش زندگانی

همه روز از طرب سر بر نکردند — تمنائے دگر در سر نکردند

بسے روز از خوشی بودند شاداں — نمی خفتند شب تا بامداداں

چو آمد وقت از مردن نترسند — دو روزے زیستند و رخت بستند

زمانه زیں چنیں بسیار رانده است — چنیں افسانها بسیار خوانده است

بیا تا نطع غفلت در نوردیم — که باهم چند گاه افسانه کردیم

بزم آرائی خسرو با حکما و حکیمانه سوالات با ایشاں

ملک روزے بعیش و کامرانی — زمے میداد داد زندگانی

حریفانِ دل انگیز و خردمند — ز هر نوعے سخن را نکته پیوند

یکے گفت انچه دارد طبع را خوش — شراب روشن است و عیشِ دلکش

دگر گفتا که دولت زاں نکوتر — کزاں بالا شود هر کو فروتر

دگر گفت ار در آخر چشم داری — نکوتر زاں همه پرهیزگاری

دگر گفتا که پرهیز ار چه نیکوست — ولیکن علم مغز ست و عمل پوست

ن ح ۔ عمر   ن ح ۔ یار   ن ق یکے

چو بے سرمایه زہد خشک باشد   بسانِ نافۂ بے مشک باشد

اگر بوئے خوش اندر عود نبود   بمجلس بہره زاں جز دود نبود

سخن چوں سوئے دانش کرد پرواز   ملک برداشت از دل پردۂ راز

که مدتہاست کز ہر حسب حالے   ہمی پیچد اندر دل سوالے

بگویم گر خرد را سازیا بم   بجویم گر کلیدش باز یابم

بزرگ امید گفت آنجا که شاہست   ز وہمِ بندگاں صد ساله راہست

چو الہامیست از دولت خطابت   ز دانش چوں توے گوید جوابت

ولے زانجا که نقدِ حاصلِ ماست   بگویم آنچه مقدورِ دل ماست

ملک چوں خازنِ گنجینه دریافت   طلب کرد آنچه در خاطر گذر یافت

سوال اوّل خسرو در گردشِ افلاک و جوابِ بزرگ امید

نخستیں جست راز آسمانی   کزیں پرده بر انداز آنچه دانی

که اول نه فلک را شکل تدویر   چگونه در وجود آمد ز تقدیر

جواب

جوابش داد مردِ حکمت اندیش   کز نیساں خوانده ام در حکمتِ خویش

ن ق کتابیم

که پیدا شد ز اول عقلِ اول	پس[1] آنگه بر دو عنواں شد مسجّل
یکے در وقتے[2] وجوب ہستی از غیب	دویم امکاں که نقدِ اوست در جیب
چو اشرف بود در آئین[3] وجوبی	ز اشرف اشرفی آمد به خوبی[4]
اگر تو نام آں اشرف ندانی	به بیں تا باز گویم عقلِ ثانی
وزاں وصفے که امکاں گشت نامش	سپہرِ اول آمد در خرامش
پس از عقلِ دویم باز آمد آثار	وجوبے گشت و امکانے[5] پدیدار
وجوبش باز عقلِ سوم انگیخت	محیط دوم از امکاں فرو ریخت
محیطے کز زحل بر تر عروجش	که خوانند از رصد ذات البروجش
ز عقلِ سوئمیں نیز ایں دوئی خاست	که امکانِ وجوبی شد بہم راست
وجوبش باز عقلِ چارمیں کرد	پس امکاں سوئمیں پیکر مبیں کرد
ز بالا سوئمیں نه ہفتمیں بام	که تو ایوان کیوانش نہی نام
دو وصف آورد عقلِ چارمیں نیز	وجوبے باز امکانے به تمیز
وجوبش باز عقلِ پنجمیں ساخت	ز امکاں چشم چارم یافت پرداخت
سوم از زیر و از بالا چہارم	که شد برجیس را رخشنده طارم
بصورت[6] عقلِ پنجم ہم دوئی داشت	که امکان و وجوب معنوی داشت

---

۱ ح - چو باشی تیتے وصفش   ۲ ح - بروے   ۳ ق - آئینِ خوبی

۴ ق - وجوبی   ۵ ق - درامکان   ۶ ق - ضرورت

ششم عقل از وجوبش زاده شد هم | ز امکان گشت پنجم باغ خرّم
ز بالا پنجم از ته نیز پنجم | که جولانگاه مریخ ست ز انجم
وجوبے داشت امکان ششم باز | وجوبش کرد هفتم عقل را ساز
ز امکان شد ششم دولاب را دور | که دارد چشمهٔ خورشید از و غور
بعقلِ هفتمین نیز این دوئی بود | که امکانش و وجوبی داشت موجود
وجوبش عقل هشتم کرد پیدا | ز امکان چرخ هفتم شد هویدا
ز بالا هفتمین و سیوم از ته | که در وے زهره زد عشاق را ره
به عقلِ هشتمین هم بود با هم | وجوبے باز امکانے فراهم
نهم عقل از وجوبش باز شد فرض | ز امکان یافت چرخ هشتمین عرض
ز بالا هشتم از ته دومین دیر | که کلکِ تیز شد در وے سبک سیر
شد از عقلِ نهم هم عالم را ز | بامکان و وجوبے کارپرداز
دهم عقل از وجوبش خاست در حال | که خوانندش حکیمان عقلِ فعّال
ز امکان شد نهم کاشانه گردان | که مه در وے رود چون ره نوردان
نمودارِ فلک را اہل بینش | بدین ترتیب گویند آفرینش

ن ح - امکانِ جوبی

سوال خسرو در اربعهٔ عناصر

دگر ره گفت شه کیں خود یقیں گشت ... کہ نہ گردون بترتیب ایں چنیں گشت

بگو تا ہر یکے چوں مادہ دارند ... کزیں ساں صورتے آمادہ دارند

دریں گنجینہ مروارید ہا چیست ... کلیدِ گنجِ مروارید با کیست

کیانند ایں ہمہ اجرامِ والا ... کہ گاہے زیر بینی گاہ بالا

جواب گفتن بزرگ امید خسرو را

جوابش داد دانائے فلک بیز ... کہ در گردوں فراواں دیدہ شد تیز

بتحقیق انچہ رازِ آسمان ست ... نہ بر ما بر ہمہ عالم نہان ست

ولے در دل نمایشہای فکری ... ز بعضے عقدہا برداشت بکری

بترتیب از فرودِ عقلِ اول ... چناں شد از سطرلاب خردحل

کہ ہر نہ چرخ نہ چرخِ بسیط ست ... کہ بر ہم تو بتو ہر نہ محیط ست

بہر یک جنبشے بے نقل و نقلے ... شریکِ ہر یکے نفسے و عقلے

سراسر ہر یکے از نقل پاکست ... کہ ایں سرمایہ وصفِ آب و خاک ست

ز جفت نیز جنبش خود جدا نیست ... کہ ایں اوصافِ بادی و ہوا نیست

---

۱ ق عقل ۲ ق - اوصاف آب و باد ۳ ق - زجفت تیز

وجودے از مواد طبع معصوم | کہ کس را مادہ او نیست معلوم
چو بود چار عنصر را دراں نام | تو خوانی عنصر خامس بنا کام
خرد را نیست روشن بیش ازیں حال | ز عقل اولیں تا عقل فعال
دگر گوئی کہ انجم چیست در دور | بگویم چوں فرو رفتم دریں غور
بظاہر ہر چہ روشن گردد از دور | ستارہ نیست الّا پارۂ نور
دگر خواہد کسے عین الیقینش | بباید رفت بر چرخ از زمینش
ولے گفتند ہر کس از کم و بیش | نمودارے بقدر دانش خویش
یکے شاں گفت مانند نگینے | کہ بنشانند در انگشترینے
یکے شاں حی ناطق گفت چوں ما | کہ بیرونند ایشان و دروں ما
ولے شاں را اگر حیواں نہادی | بہر سو سیر شاں باید ارادی
چو جنبش راست بینی بے چپ و راست | ز حیوانند بیشک شبہ برخاست
ازیں خاتم بہر نقشے کہ جست ست | ہماں کالنقش بالخاتم درست ست
نگینند انجم از فیروزہ خاتم | نوشتہ بر نگیں شادی و ماتم

سوال

ز نقشے کاں نگیں دارد در آثار | اثر در دہر میگردد پدیدار

لہ ح۔ گراز | لہ ح۔ کالفص فی الخاتم

فلک را چون بشرح آمد صنائع ... ملک پرسیدش از حالِ طبائع

که چون زافلاک روشن شد بسے چیز ... بیانے باید اندر عنصرم نیز

جواب

حکیمِ فلسفی چون فیلسوفان ... برون[1] آورد رختِ خود ز طوفان

که اینان نیز اجرامِ بسیط اند ... یکے نقطه است وآں دیگر محیط اند

تو حکمت بین که گوئی از گلِ خام ... چه سان بر روی دریا آرد آرام

زمین[2] کاں از هوا جنبش گرفتست ... بصد لطف اندر آغوشش گرفتست

هوا کرده است گردِ آب جا خوش ... مدوّر گشته گرد اگرد آتش

به نیروے اثیر ار تابش[3] مهرست ... که تشبیهے ز دورانِ سپهرست

هوا کو زیرِ آتش دارد آرام ... نگیرندش حکیمان عنصرِ تام

که گرمی سوے بالا[4] از اثیرست ... که آبش[5] از زیرِ او گرمی پذیرست

گر از حکمت پذیری[6] در همه باب ... نباشد عنصرے کامل تر از آب

ازاں معنی که آتش گرچه والاست ... دراں گرمی ز جنبشهای بالاست

هوا نیز ار چه از چار آخشیج ست ... چنانکش گفته ام ناقص مزیج ست

---

[1] نخ ح - بر آب آورد غور چار طوفان [2] نخ ح - زمین کاب از سه سو دستش [3] نخ ق - از تاب

[4] نخ ق - ار گزیره [5] نخ ح - ز آب اندر فروتری بدیرست [6] نخ ق - به تیزی

وگر خاکست نیز از ارجمندی | زفیض آب دارد سربلندی
چو فرقِ آب روشن شد بہ تمیز | ہوا را ہیچ شود از وے بیک چیز
کہ آب ار نیست نتواں زیست | کہ یکدم ہیچ نتواں بے ہوا زیست
ہر آنچہ اولاد را ترتیب ذاتست | زہفت آبا و این چار امہاتست
گروہِ دیگر آں ہر چار زن را | باقی وانی بر دند ظن را
پدر کردند نامِ آتش و باد | بآب و خاک نامِ مادر افتاد

سوال

کزیں مادر پدر چوں زاد مولود | موالید ثلثہ گشت موجود
چو آمد نکتہ در شرح موالید | ملک در جستنِ رازش سگالید

جواب

جوابش داد دانائے معانی | کہ ہست ایں جملہ را قسمت سگانی
کسانی کیں سہ را برہاں نوشتند | نبات و معدن و حیواں نوشتند
چو در ہنیم یک یک راز بنیاد | بہیں فرزندشاں ہست آدمی زاد
تو قدرت بیں کہ در معجز خیالی | نہاد از جلگی عالم مثالی

ق-ادل درآں

سوال

چو در مردم فتاد اندیشہ گفت ‌ ‌ ‌ ‌ ملک ز اندیشہ[1] دُرّ مردمی سُفت
بہ پرسیدش کہ مردم در جہاں کیست ‌ ‌ ‌ ‌ مرادے کاں ز مردم باشد آں چیست

جواب

جوابش داد کیں پرسش بلندست ‌ ‌ ‌ ‌ کسے اینجا رسد کو ہوشمندست
غرض گر شہوتست و خورد و آشام ‌ ‌ ‌ ‌ خرانرا ہم تواں کرد آدمی نام
اگر در سیم و زر کس تیز چنگست ‌ ‌ ‌ ‌ ستورے واں کہ زیرِ بار تنگست
گرش گنج و درم باشد جہانے ‌ ‌ ‌ ‌ چو در بینی بود محتاجِ نانے
چو ایں سرمایہ نبود با خرد جفت ‌ ‌ ‌ ‌ نشاید بے خرد را آدمی گفت
پس آنکس مردم آمد ز آفرینش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہستش بر خرد قانونِ بینش

سوال

ملک گفتا کہ چوں بکشادی ایں بند ‌ ‌ ‌ ‌ کہ مردم گفت نتواں جز خردمند
پس از مردم چنیں نیکو و بد کیست ‌ ‌ ‌ ‌ اگر گوئی خردمند آں خرد چیست

---

۱ ق- اندیشہ مردم ہمی

جواب

خردمند از خرد پاسخ چنیں داد | کہ پرسیدم خرد را پاسخ ایں داد
کہ آں باشد خرد نزدِ خرد جوے | کہ باشد مرد را در عاقبت روے
شناسد مرد را کو نعمتش داد | بتعظیم از ولی نعمت کند یاد
خردمند آں کسے باشد کہ ایں کرد | ہم از راہِ خرد بتواں یقیں کرد

سوال

دگر بارہ بہ پرسیدش کہ جاں چیست | وجودش را دریں قالب نشاں چیست

جواب

جوابش داد مردِ زندہ دل باز | کہ دشوارست پے بردن دریں راز
گروہے جوہرِ والاش گفتند | گروہے از حدوث آلاش گفتند
گروہے داخلش خواندند باخاک | گروہے دیگرش کردند ازاں پاک
گروہے خود رہش گفتند مشکل | کہ نے خارج نہادندش نہ داخل
چو تحقیقش بروں بود از مقالت | بامرِ غیب کردندش حوالت

نہ ح - کردند

سوال

دگرره گفت کاے گنجِ معانی بگو تا چیست مرگ و زندگانی

جواب

خبر دادش کہ تا ترکیب ذاتست ہوس دار نفس بودن حیاتست
چو از جذبِ ہوا عاجز شد اندام حکیم ایں حال را مردن نہد نام

سوال

بگفتش گر دم از نیروے جانیست چرا خوں در تن آب زندگانیست
چو ناید در خرد کز راہِ امکاں زید تن بے دم و بے خون و بیجاں
پس ایں عمر از کہ باشد بیش یا کم زجان و یا زخون و یا خود از دم

جواب

بگفتا جاں چراغے گیر روشن کہ می ریزد غذاے خویش روغن
چراغے نیست ایں کز دم بمیرد کہ خود از دم فروغش مے پذیرد

ن ق - ہوس را از نفس بردن   ن ق - خوں

سوال

دگر بارہ سوالش کرد کیں چیست | تنِ بے دم نیارد یکزماں زیست

جواب

بگفتا ہست خوں را در نہانی | مزاجے گرم و تر چوں زندگانی
ہوا چوں شد موافق با مزاجش | بخود خوں مے کشد بہرِ علاجش
قوامِ تن اگر از خوں نباشد | ہوا از وے بجز بیروں نباشد
بود بے دم کسے کز خویش ہم نیست | بہ بیں ماہی کہ خونش ہست آدم نیست

سوال

دگر گفتش کہ چوں صنعِ خداوند | ز آبے می نگارد نقشِ فرزند
یکے مادہ و دیگر نرچہ سانست | کہ بعضے گوشت بعضے استخوان ست

جواب

نیوشندہ ز طبعِ نکتہ انگیز | جوابے باز گفتش حکمت آمیز

ن ح۔ پوست

کہ آں قطرہ کہ او تخم از خورش یافت | درونِ استخوانہا پرورش یافت
چو تخمِ استخوانست آں در اندام | بناچار استخواں گردد سرانجام
دگر چیزے کہ خونش خوانی و پوست | تنِ فرزند را از مادرِ اوست

سوال

بپرسیدش کہ ہر گو خواب چہ بود | نمودارے از ہر باب چہ بود

جواب

چو بیداراں جوابش داد دانا | کہ اے را یت بہ بیداری توانا
خیالِ خواب کز وے دیدہ خالیست | تصورہائے نیر وے خیالیست
نمودارے کہ مے بینیم در خواب | خیالِ خاطرست اندر تگ و تاب
بہ بیداری کہ در ذہن آدمی زاد | زرے در چین رود و ز چین بہ بغداد
تواند بر فلک پرواز کردن | دگر زیرِ زمیں در باز کردن
چو در خواب از عمل می ماند اندام | غبارِ کالبد مے گیرد آرام
ز قالب میدہد نیروے جانی | تخیّل مے کند مطلق عنانی
چو جاں را جنبشِ تن در میاں نیست | دمے از جنبش پس رفتن عناں نیست
تن اندر خواب و وہم اندر تگ و پوست | چناں داند ہمیں بیندہ کیں اوست

نہ بینی آنکہ فکرت پیشہ دارد — شب آں بیند کہ روز اندیشہ دارد

سوال

دگر گفتش کہ تصویر خیالات — کہ از ما می شود پیدا بحالات

اگر از جنبشِ ہستی نام دارد — چہ چیز ست و کجا آرام دارد

چو در خاطر جہاں اندر جہانست — چگونہ اندریں مردم نہانست

اگر بیرونست چوں روشن نہ بینم — دگر در تن چرا در تن نہ بینم

چو نتواں صد جسد را پارہ کردن — وزاں نتواں چوے نظّارہ کردن

جواب

جوابش داد کاندر سر نہانی — دماغ آئینۂ معنیست دانی

درونیر وے ذہنی و خیالی — صفا آئینہ ایست از زنگ خالی

درو از سرِّ جاں فیضے ہویدا — چو عکسے می شود ز آئینہ پیدا

وگر در ذہنِ تو موجود و معدوم — مصوّر میشود چوں نقش در موم

زمین و چرخ و خورشید و ثریّا — ز گوہر گردہ پر سیماب دریا

بگوے از ہست از بینش فراغے — کہ چندیں چوں بگنجد در دماغے

ن ق - از جنبش ایں آرام

در آئینہ کہ بینی آسماں را
دراں گنجیدہ چوں می بینی آنرا

تواں گرچہ سمارا دید دروے
نگوید کس کہ آں گنجید دروے

چو در آئینہ صورت ہمہ حال
زمین و آسماں گنجد بہ تمثال

دراں آئینہ کز معنی است تصویر
چہ میگوئی چہا گنجد بتقدیر

دراں بینش کزاں بینندہ شیداست
چو تن را بشکنم دروے نہ پیداست

کہ گر آئینہ صدرہ بشکنی خورد
چہ گوئی صورتے بیروں تواں برد

سوال

بگفتش ایں ہمہ نقش خیالات
بجز مردم کسے راہست درذات

جواب

بگفتا ہست دیگر زندہ راہم
تصور در قیاس حس فراہم

فرس کو راست آخر در تصور
شب تار آید از ہر جا در آخر

دگر مرغیست چوں بر خورد ودانہ
رود نیز از تصور سوے خانہ

سوال

دگر گفتش کہ مرغ و مردم و مار
چرا ضد ہم ست ایں اصل ہر چار

ن ق۔ بگفتش

چرا آں بر ہوا ایں بر زمین ست   خزندہ خود بزیرِ گل ہمین[۱] ست

جواب

بگفتا مرغ کش بالا روائیست   ز ہر چار اندرو غالب ہوائیست

دگر گو بر زمیں رفتار دارد   بعنصر عدل ازاں ہر چار دارد

خزندہ در طلبگارِ مغاک ست   کہ غالب در تنش زیں جملہ خاکست

سوال

دگر گفت از خور شہا تن چو سیر ست   درو بالش ز بالا یا ز زیر ست

جواب

بگفتا در تن از بن[۲] مدتِ دیر   ہم از بالا بود بالش ہم از زیر

ببالا میکشد نار و ہوا ایش   کشانست آب و خاک از سوے پایش

کسے کش نصف زیر از تہ بلند ست   درو ثقلے و سفلی زورمند ست

وگر کس را تن از بالا دراز ست   درو زورِ و علوی سرفراز ست

وگر بالا برابر زیر و بالا ست   دراں یکیانست زور[۳]ے کاں ز ستِ والا

---

[۱] ح - ذخیں   [۲] ق - اندر   [۳] ح - زور دو ل والا ست

بہر سو کاخ شیخے شور دارد
ہمانا چار ازاں سوز ور دارد

سوال

عبارت را چو آمد سر بہ بالش
سخن را با نبات افتاد چالش

ملک پرسید کز یک تخم در گِل
چرا بالش دو جانب گشت مائل

کہ شاخش میکشد سر سوے افلاک
بہ پستی می گراید بیخ در خاک

جواب

جوالبش داد کز ضدِ عناصر
قوی شد رُستنی را نشوِ قاصر

خلاصہ کو لطافت بیش دارد
ببالا میلِ اصلِ خویش دارد

دگر ہر چہ از کثافت یافت ہستی
بمرکز مے گراید سوے پستی

ہمہ عنصر بکوششں بے کم و بیش
کشش دارند سوے مرکزِ خویش

سوال

دگر گفتا کہ مولودِ نباتی
کہ ہست اندر زمینش نشوِ ذاتی

چہ نقش ست اینکہ ہر تخمے ز ہر رنگ
بُرستن سبز رُویدنے دگر رنگ

ن ق۔ راستی را سوے قاصر

جواب

جوابش داد کآب انجا که کند د بحکم خاصیت زنگار بند د
گیاھے برگ زنگاری نبات ست ھمه سبزیش در زنگار ماست

سوال

چو بگذاشت از نبات اندیشه را گفت سخن گشت از معادن با گھر جفت
ملک پرسید کاول سنگباری چساں می خیزد اندر کوھساری

جواب

حکیم راستیں پاسخ که تا دیر بخارے در زمیں در می خورد سیر
چو گل با نم مخمر ماند چا وید شود سخت از ھوا و تاب خورشید
صلابت چوں زگل گشت آشکارا تو خواھش سنگ خوان و خواه خارا

سوال

دگر گفتش که ایں خود ھست روشن که از خورشید شد گوھر معدن

ھے ترکه زنگاری نقاب است ÷ ھمه سبزی در و زنگار آب ست ☆ ق آراستش

بگوکاں سرخی و زردی چگونہ است | کہ رنگِ ہر یکے دیگر نمونہ است

جواب

جوابش داد کاں نچہ از تابِ مہر ست | کہ آزاد از شریکان سپہر ست
بزردی می زند زاں آتشِ قوت | میان زرنابِ و در و یاقوت
دگر پہلوے خورشید اخترے ہست | ازو نیز آں گہر را زیوری ہست
ہر آں سنگے کزاں اختر دہد کار | در آں گوہر ہمی گردد پدیدار

سوال

دگر گفتا کہ چوں ہست ایں مقرر | کہ نوعِ[ن] آہن ست از زر فزوں تر
چرا از آہن حدِ زر بیش باشد | بقیمت زآہنے زر بیش باشد

جواب

بگفتا زر بذاتِ خویش بالعین | متاعِ زیور ست و مایۂ زین
ولیکن نیست آہن بہرِ راحت | مگر از بہرِ آزار و جراحت
ضرورت گرچہ باشد مردم آرائے | بعزت گیر و اندر سینہا جائے

ن نفع

دگر هرچه آں بود آزار پیشه | بود بیقدر و بے قیمت همیشه
چو دانا گفت هرچه از حکمتش خواست | همه رازِ جہاں را راست آراست

سوال

ملک گفت آنچه در چرخ و زمین ست | تو خود گفتی که میگوید چنین ست
بعقل ار چند مردم هوشمند ست | نداند موے ریش خود که چند ست
جہاں کو راست باریکی بهر موے | کسے چوں داند او را موی در موے

جواب

ز دانش داد پاسخ مرد دانا | که شرح فیلسوف از چرخ مینا
بسانِ تخم خشخاش ست کز آز | بخشخاش اندروں بردارد آواز
با انجیر اندروں گرم و بروں سیر | چه داند چیست در بیرونِ انجیر
زبر میہماناں ہر عزیزے | دریں نه تا بخانه پخت چیزے
ایا بر کس خیال آمد گواراں | که آساید دروں چوں هوشیاراں
حدیثے کاں گزاف نا پسند ست | ز نخهائے سزائے ریش خند ست

لہ ح - گیرم درون سیر   کہ ح - نه خانه بیرون

کلہ ح - آبائے کس خیاں ماند

زنخ[1] زن گر زنخ شد سست پیوند — نه بند و تا نه بندندش زنخ بند

گر انصاف ست راز سبز گلشن — حقیقت ہیچکس را نیست روشن

کسے کو سازگار[2] ایں عمار نیست — سخن در کار او گستاخ کار نیست

درستی را ہم او داند بجستی[3] — کز و دارد درستی ہا درستی

نظر به کاندریں ره بیش سازیم — خموشی را شعار خویش سازیم

ندیم کارواں زینساں بسے روز — بدانش بود شه را حکمت آموز

که تا زاں کیمیائے روشن و پاک — بدست آورد شه گنجے خطرناک

سوال

بدانا گفت کز حکمت بسینه — نہاں کردم خزینه بر خزینه

کنونم کن بکارے رہنمائی — که دستورم بود در پادشائی

جواب

بزرگ امید گفت ای دادگر شاه — ترا تلقین دولت ہست ہمراه

ز دولت نیست[4] خود نزدیک تر کس — ہماں دولت صلاح آموز تو بس

کسے کو بختیاراں را دہد پند — بسودا سوے خوزستان برد قند

---

[1] ق - زنخ گر از زنخ [2] ح کارساز [3] ق - نخستی [4] ح نیستت

چو تو خود هم بکارِ ملک فردی ‌‌ ‌ ‌ چه حاجت شیر را تعلیم مردی

نشاید نقش بر طاؤس کردن ‌ ‌ ‌ ‌ نه دانش پیشِ بطلیموس کردن

چو بر دریا ببارد ابرِ چالاک ‌ ‌ ‌ ‌ فرو افتد بخنده برق بر خاک

چو دستورِ تو فیض آسمانی ست ‌ ‌ ‌ ‌ نصیحت کردنت نز کاردانی ست

ولے چوں می‌نمائی حجت و جویم ‌ ‌ ‌ ‌ کم[1] و بیش آنچه میدانم بگویم

نمودارے که می گنجد بهوشم ‌ ‌ ‌ ‌ هوا خواهی نباشد گر بپوشم

نخست از مملکت بر پائے خواهی ‌ ‌ ‌ ‌ بنا بر عدل دارد پادشاهی

چو شه گسترده دارد سایهٔ داد ‌ ‌ ‌ ‌ جهاں در سایهٔ او گردد آباد

دگر بگذارد آئینِ شریفاں ‌ ‌ ‌ ‌ بر اندازندش از همت ضعیفاں

حکایتِ مردِ صاحبِ همّت

شنیدم من که وقتے جزیه خواهے ‌ ‌ ‌ ‌ پیامے برد از شاهے به شاهے

شه جزیه[2] رساں را بود بر در ‌ ‌ ‌ ‌ درختے نوجوان و سایه گستر

پیام آور چو از سختی سخن گفت ‌ ‌ ‌ ‌ ملک نیز از سرِ تندی[3] بر آشفت

به بست[4] و گفتش آنگه گردی آزاد ‌ ‌ ‌ ‌ که افتد ایں درختِ سخت بنیاد

اسیر آزادیٔ خود را بناچار ‌ ‌ ‌ ‌ در آں نورسته همت کرد[5] در کار

۱ح که در پیش ‌ ‌ ۲ق جزیه ستاں ‌ ‌ ۳ق بهنرمندی ‌ ‌ ۴ق به پستی ‌ ‌ ۵ح بر

چو پا در گِل دو رو نے ماند چوں میخ — در آمد بادے و بر کندش از بیخ

اگر ہمت ببد گیرد قیاسے — گزند آرد بحلم تراسے

پس آں بہتر کہ نبود[1] تشنہ کماں گیر — بر آں آہو کہ سلطاں راند تیر

چو شہ باشد نکوخواہ ہمہ چیز — ہمہ چیزش نکوخواہی کند نیز

جہاں با حیلہ[2] بازاں حیلہ بازد — مخالف با مخالف در نازد

چو سلطاں در ستم[3] دامن کند چُست — شود آسودگیہا را بنا سُست

شبانے کو بقصابی کند ریش — در آرد گوسفنداں را بہ تشویش

دگر حزم ست کارِ پادشاہاں — بہ پیش[4] پاس ملک از کینہ خواہاں

بزرگاں را بود زا فزونی کار — نکوخواہ اندک و بدخواہ بسیار

یکے تن را کہ صد زیرِ دِوالست — بود ہر صد نکوخواہ ایں محالست

ملک را گرچہ دشمن رام باشد — گر از دشمن نترسد خام باشد

اگرچہ باشدش یکخانہ پر دوست — یکے دشمن بود زانجملہ در پوست

زمیں گرچہ سراسر لالہ زارست — برہنہ پا مکن[5] در وے کہ خارست

ز دزد آنکس ستاند مایۂ خویش — کہ ترسد از خود و از سایۂ خویش

دگر عفوست رسمِ ملک داری — بہنگامِ سیاست بردباری

---

[1] ق - آں [2] ح - باقلب بازاں قلب [3] ح ظلم را

[4] ق - بہ پیش پاے [5] ح. مرو بروے

ملک باید که آرد غصه در زیر | بود در تند خشمی کند شمشیر

چو جان رفته ناید در درونے | چه باید بے محابا ریخت خونے

نه دانائی بود کز خشمِ بیباک | جہانے را بآسیبے کند خاک

سرِ مردم نه دیگر باز خیزد | گیا باشد که آں ہر باز خیزد

ببیں تا چند گردد چرخِ دولاب | که دریائے کند از قطرهٔ آب

رواداری که شمشیرِ خطرناک | بداں یک قطره دریا را کند خاک

دگر با دشمنِ خونی ستیزی | حلالت باد ہر خونے که ریزی

قصاصے کو صلاحِ پادشائیست | بکش کش در ہمه مذہب روائیست

اگر عدل آفتِ آلودگاں را | بود راحت جفا پالودگاں را

ہوائے خوش که ماہی را ہلاکست | حیاتِ جملگی حیواں چو خاکست

سیاست گرچه دردِ مردمانست | ولے داروے نامردم ہمانست

چناں زہرے که جاں را میکند خاک | بود مجذوم را معجون تریاک

عوام کش در تعصب وقت جانیست | ہلاکِ مردمانش زندگانیست

چو نزد زنگیاں زشتی نکوئیست | سیه روئی برایشاں سرخ روئیست

بود تاریکیٔ شب ہائے دیجور | بچشمِ کور موشاں چشمهٔ نور

چو حربا خپد از خورشید محروم | بسوے شپرک چشمک زند بوم

۱؎ ح- را ۲؎ ق- آسودگاں ۳؎ ق- حیواں خاکست

دگر سرمایۂ شاہی وقارست   نہ آں باشد کہ چوں کوہ استوارست

بہر کارے نیارد موزہ در پائے   بہر بادے نجنبد چوں خس از جائے

نہ دستِ راست را گردد چپ انداز   نہ گاہِ راستی باشد دغاباز

دگر با خصم بدگو در مصاف ست   خلافے را کہ می[1] بیند معاف ست

عدو را در شرابِ قہر دادن   شکر باید نمود[2] و زہر دادن

دگر کارے کہ دولت را مرادست   ملک را در صفِ جنگ ایستادست

نہ بگریزد کزاں در دم شکست ست   نہ جولانے زندگاں ہم شکست ست

شہے کش در وفا بنیاد سخت است   بسر سبزی سپاہش[3] چوں درخت ست

درختے را کہ جنبید از زمیں بیخ   در ایواں تختہ شد در خیمہا میخ

دگر اورنگ را پیرایہ[4] جود ست   کزاں ہر سر کہ بینی در سجود ست

چو فرماں دہ بود بخشندہ در شہر   ہمہ کس را رسد ز آسودگی بہر

چو دریا بند خلقے نعمتِ عام   بجاں خواہند منعم را بناکام

نہ تنہا دوست باشد سازگارش   کہ دشمن نیز باشد دوستدارش

چو خصم از لطف طاعت پیشہ گردد   سر پر از فتنہ[5] بے اندیشہ گردد

مشو لیکن چناں ہم لا ابالی   کہ تو مفلس شوی و گنج خالی

---

۱ ح- می سنجد   ۲ ح- نمودن   ۳ ق- بنا   ۴ ق- پوشیدہ

۵ ق- سر پر فتنہ را

بسختی نیز ازاں گونہ مشو سنگ — کہ از تنگی جہاں برخود کنی تنگ

جواں مرد آں بود کز راہ انصاف — نگہدارد[۱] میانِ بخل و اسراف

شہے کا مادہ گشت ایں چند کارش — دگر در ملک حاجت نیست یارش

جوانمردی نہ باشد جز بہنجار — کہ طوفاں خیزد از بارانِ بسیار

بزرگ امید چوں زیں نکتہ چند — امید خردِ شہ را داد پیوند

شہ از بخشش[۲] بزرگ امید کردش — بہ زر در غرقہ چوں خورشید کردش

ز دانش یافت اقبالش بلندی — فزوں شد زانچہ بودش ہوشمندی

از انگہ باز قانونِ جلالت — نہاد اندر ترازوے عدالت

مشورت شیرویہ با محرمان خود در کشتن خسرو

دریں فیروزہ[۳] باغِ نزہت آرائے[۴] — نوا زایں گونہ زد مرغِ شکر خائے[۵]

کہ چوں خسرو ز بختِ آرزو کوش — در آورد آرزوی دل در آغوش

شرابِ تلخ با شیریں ہمی خورد — ز شیریں عیش را شیریں ہمی کرد

چناں گشت از وصالش خرم و شاد — کہ ہیچ از ملک و دولت نامدش یاد

---

[۱] ح - کہ دارد جان نمک در چاشنی صاف　[۲] ق - تحسین　[۳] ح - فرخندہ

[۴] ح - نزہت فزا　[۵] ح - خوش آواز

یکے مے با حریف نیک بخشش — فزوں تر از ہزاراں تاج و تخشش

زبس عشرت غمِ شاہی نبودش — چہ شاہی کز خود آگاہی نبودش

ازاں سیلابِ مے کامد سبک خیز — خلل رہ یافت در بنیادِ پرویز

اگرچہ بادہ نغز و دلپذیر ست — ملک را آنقدر کو شیر گیر ست

مبیں از شہ[1] بے شمشیر گیری — کہ آں مستی بود نے شیر گیری

چو شہ خود شد خراب از آب انگور — ولایت کے تواند داشت معمور

چو دولتمند مے نوشد پیاپے — ز دولت دست شوید ہم بداں مے

مثل نیکو زد آں مردِ خدائی — کہ یا عشرت بود یا پادشائی

نہ شہ کافگندہ باشد علف خوار — کہ گرد و شاہد و مے را[2] طلبگار

شہے کو را پرستد جملہ ہستی — ز ہے عیب ار کند شاہد پرستی

بباید کرد لیکن کے بود سخت — ز ساقِ نازنیناں پایۂ تخت

چو نبود باغباں دنبالِ کارے — بہ بستاں خیزد از ہر سوے خارے

چو شہ با شیشۂ مے گشت بدخوے — بنگ انداز شد دشمن ہر سوے

چناں[3] بر سر زنند از کینہ خواہی — کہ نہل ماند کار پادشاہی

ز فرزندانِ خسرو بود خامے — ازیں شیر افگنی شیرویہ نامے

---

[1] ح - خوردن　[2] ق - بمستی　[3] ق - نہ از مستی بود شمشیر

[4] ح - پرستار　[5] ق - سراں سربہ

دلیرے سرکشے آتش نژادے　　درشتے کینہ جوئے بدنہادے
شب و روز از شگرفی حیلہ انگیز　　کہ تا چوں ملک بستاند ز پرویز
ملک پیوستہ بودے زو ہراساں　　طریقے کار او نہ گرفتے آساں
گہے کردے بزنداں اندرونش　　گہے از شہر میکردے برونش
چو پیدا شد لطوفانِ شرابی　　ز سرمستی و از دولت خرابی
بزرگانِ عجم گشتند باہم　　کہ دولت را کنند آئیں فراہم
نہاں با آنچناں آفاق سوزے　　صلاحِ مملکت جستند روزے
وزاں پس با مخالف محرمے چند　　دمیدند اندراں آتش دمے چند
کہ میدانی تو ہم تا چند گاہست　　کہ دولت بے سر و سر بے کلاہست
نہ تن بے سر کند صاحب کلاہی　　نہ سر بے تاج یا زد پادشاہی
چو شہ نبود عیبہ را کار فرمائے　　نماند مملکت را پاے بر جاے
بشاہی گرچہ خسرو سربلندست　　ولے خوابِ نشاطش ناپسندست
شباں کاہنگ خفتن شد صوابش　　صداے گرگ باشد بانگِ خوابش
بود تا ایستادہ پایۂ سرو　　بجنبد ہر گلے در سایۂ سرو
چو شیر از خواب باز آمد فرازش　　بجنباند در آتش درازش

---

[1] ن ح و بدفعالی　　[2] ن ح۔ آفت سگالی　　[3] ن ح بستے　　[4] ن ح۔ زشہ　　[5] ن ح۔ بناہ مصلحت

[6] ن ح۔ شدندش ہمنشیں پس　　[7] ن ح۔ داند　　[8] ن ح۔ چو سرو از باد خواب

تو اے گوہر کہ ہستی زیور ملک　　گرامی گوہرے بر افسر ملک

ز چندیں دودۂ خسرو در آفاق　　توئی روشن چراغے زیر نہ طاق

فراواں از پدر آزار دیدی　　بکن کارے چو وقت کار دیدی

چرا انگشت میخائی بآزرم　　چو طفلاں آستیں می خائی از شرم

اگر موزہ بپائے آری رہ آہنگ　　اگر افسر نہی بسم اللہ اینک

بگو تا دل کنیم ایمن ز کارت　　کزیں ہر دو کدامست اختیارست

چو دولت بر تو مے آید ز ہر جائے　　باستقبال دولت پیش نہ پائے

تناول گر نسازی لقمہ را زود　　پشیمانی خوری کے داردت سود

بجدار بر نمالی آستیں نیز　　برو دامن بدنداں گیر و بگریز

ز شیریں داد شاں شیرویہ پاسخ　　کہ آزار بزرگاں نیست فرخ

چو سر بر جاست چوں گردم کلہ پوش　　کلہ را بار بر سر بہ نہ بر دوش

بدریا ابر دُر بارد بفر سنگ　　بدا ابرا کہ بر دریا زند سنگ

من از جائے کلہ داری نخواہم　　کہ افتد از زبر دیدن کلاہم

چو وقت آید کہ خالی گردد ایں جائے　　خود آں پایہ بخواہش بوسدم پائے

سر خسرو ز شیریں بر سما باد　　غبار فتنہ خواہاں زو جدا باد

۱ح۔ در　　۲ح۔ کہ　　۳ح۔ کاستیں خایند　　۴ح۔ مگو

۵ح۔ چو در روزی نباشد خوردنی دود　　۶ق۔ کلہ از بار بر سر بہ کہ　　۷ح۔ بلا　　۸ق۔ نخواہم

۹ح۔ ز شیری

کسے خود جز من ایں افسر نہ بندد | وگر خواہد کہ بندد سر نہ بیند
سرانرا زاں شگافِ پردۂ راز | نبود از حیلہ جائے دوختن باز
ضرورت سر بغوغا بر کشیدند | زبانِ تیز چوں خنجر کشیدند
بدو گفتند کانچہ از رائے ما زاد | بداں باید چو دانایاں رضا داد
اگر خواہی صلاحِ زندگانی | صلاحِ کار ہمیں دیگر تو دانی
ز دولت کار آنکس بیش باشد | کہ در دولت صلاح اندیش باشد
دگر زیں فتنہ خواہی خویش را دور | بلا بر تست ما باشیم معذور
چو بشنید ایں سخن شیرویہ زیشاں | چو شیر[2] از تابِ آتش شد پریشاں
اشارت ہم بدیشاں کرد ناچار | کہ مالند آستیں در چارۂ کار
دویدند آں ہمہ ناحق شناساں | بکفرانِ نعم چوں ناسپاساں
چو حلقہ بر درِ خسرو نشستند | بگردِ قصر ز آہن حلقہ بستند
چو آگہ گشت شہ از شورشِ بخت | بپائے خویشتن زیر آمد از تخت
درونِ قصر باغے بود زیبا | ہمہ پشتِ زمیں چوں روئے دیبا
بہشتے در فراخی میل در میل | کشیدہ کوثرش در چشم بد میل
از انبوہے درختاں شاخ در شاخ | عمارت ہائے عالی کاخ در کاخ
کسے کاندر درونش[3] پے فشردے | رہ بیروں شدن بیروں نبردے

---

[1] ن ح - سداری　　[2] ن ق - سرو　　[3] ن ق - زاں پے

ملک پنہاں ازیشاں شد دراں باغ — شد آں شاہیں نہاں خانۂ زاغ

ہنوز او در حسیمن ناکردہ آرام — کہ از غوغاچیاں پر شد در و بام

بزرگاں ز اتفاقِ نیک رائی — رمیدند از حرمہائے سرائی

ز حرمت در حرمہا رہ نبردند — بزنہارِ حرم داراں سپردند

گرہ بر سکّہ خسرو نہادند — بہر گنجینہ مُہرِ نو نہادند

ہمہ گفتند با شہ کار داریم — وگر پرسد سخن بسیار داریم

بسے جستند در ایوان و در طاق — نبود اندر شبستاں شمعِ آفاق

چو شیرِ نر نیامد نزدِ شمشیر — بہ شیرویہ شدند از بیشۂ شیر

کہ دمہ ز اتفاق نیک خواہی — نشاندندش بہ تختِ بادشاہی

ز ہر جانب نثارے گشت باراں — سزائے تاج و تختِ تاجداراں

زمانہ دیر شد کیں پیشہ دارد — کزیں بستاند و آنرا سپارد

کرا داد آرزوے چرخِ نیلی — کہ نستد باز در آخر بسیلی

چہ نادان ہست یارب آدمی زاد — کہ گردد از متاعِ عاریت شاد

ن ج خریداران

کشتن شیرویہ خسرو را و بر تخت شاہی نشستن

رقم سنج نخست از خامۂ خویش — چنیں آراست نقشِ نامۂ خویش
کہ چوں شیرویہ شد بر تختِ شاہی — درآمد کینہ ور در کینہ خواہی
کہ شہرے را دو سلطاں برنتابد — چو ایں برجا بود آں برنتابد
نہ یک مسند دو شہ را پاے دارد — نہ یک سر دو کلہ را جاے دارد
بریں دادند آرامش سخن را — کہ جوید شاہ نو شاہِ کہن را
اشارت بر وکیلانِ حرم رفت — کہ پویند آں طرف کاں محترم رفت
گرش پایند ازو سر خواست باید — وگرنہ از سرِ خود خاست شاید
حرم داراں ازاں فرمانِ پُر بیم — نہادند از سلامت سر بہ تسلیم
بہر جوئندۂ کامد بجو نریز — نشاں دادند خلوت گاہِ پرویز
بباغ اندر شدند آزار جویاں — گلِ پژمردہ را در خار جویاں
بگرد خسرو از بہرِ خراشے — ز ہر سوئے درآمد دورباشے
فتاد از گردشِ دورانِ دوّار — یکے خورشید را با صد ذنب کار
نخستش آہنے بر پا نہادند — ز گوہر بند بر دریا نہادند
چو در زنجیر آہن بستہ شد شیر — زباں بکشاد شیرویہ چو شمشیر

که رای عاقلان راهست معلوم | که عمر و روزی آمد هر دو مقسوم
بکوشش چون فزون و کم نباشد | خوش آن کز مردنش در غم نباشد
چو یک بخت دهد دورِ سپهر بجی | دو بخت آرزو باشد برنجی
خردمند آن بود کز ترک تدبیر | بسر پوید باستقبالِ تقدیر
بهرِ فعلی که باشد نیک و بد را | نظر دارد جزای فعلِ خود را
جهان خسرو که عالم را پناه است | رهی را هم پدر هم پادشاه است
چو شد سرِ سخن با راستی جفت | حدیثِ راست باید با پدر گفت
فرامش کردهٔ یا باشدت یاد | که چون کردی پدر را ظلم و بیداد
تو چون خون پدر خوردی بناچیز | مرا معذور دار از خونِ خود نیز
چو بر خسرو رسید این حرفِ جانکاه | بنومیدی برآورد از جگر آه
بگریه گفت کاری همچنین ست | جهان با سروران گرم کین ست
اگر من بر پدر افسوس خوردم | سزای خویش دیدم آنچه کردم
چو بر شیرویه رفت آن پاسخِ درد | پدر زآن دشنه را در دل فرو خورد
اگرچش دور باشی در جگر بود | ازان سر وا نشد چون هم سر بود
چو تو بر من گشادی پردهٔ خویش | ببینی عاقبت هم کردهٔ خویش
رضا دادم بتقدیرِ الهی | بکن بسم الله اینک هر چه خواهی
همانا خسرو اندر عهد شاهی | یکی را کشته بود از کینه خواهی

پسر بود آں سیاست کردہ را چند | یکے زاں کینہ جوئے ناخردمند
سیہ فامے رخ از دودہ سیہ وام | سزائے خشمِ یزداں مزدکش نام
بدو کردند اشارت ناسپاساں | کہ دشواری کند بر خسروِ آساں
فرستادند نزدش مردِ خونریز | کہ خونِ کشتہ واخواہد ز پرویز
چو شہ سیمائے اورا دید دریافت | کہ نقب افگن بشارستاں گذر یافت
بدو گفت آمدی ہاں دردودم | کہ تا خونِ پدر شوئی زخو نم
چو از خونِ پدر کردی فراہم | بجوئی از پسر خونِ مرا ہم
فرو گفت ایں وشد تسلیم درحال | بہ نزدِ او در آمد مردِ قتال
چناں زد بر شکم زخمِ درشتش | کہ بیروں کرد خنجر سر ز پشتش
ز زخمِ آں پلیدِ علفِ بیباک | درختِ خسروی افتاد بر خاک
خراش دیو مغزِ آدمی سفت | فرشتہ بر پرید و آدمی خفت
کشندہ چوں تنِ خسرو بخوں خست | چو دیوے زود زاں موضع برون جست
چو آمد بر سرش شیرینِ دلتنگ | زسیلِ خوں جہانے دید گلرنگ
رسیدہ برگ ریزے در بہارے | فتادہ سروِے اندر لالہ زارے
بدیدہ وہم بدیدن بیخبر گشت | سرش در گشتِ او از پائے بر گشت
ز بالیں گاہِ خسرو دشنہ بر داشت | پس آں قطرہ بجانِ تشنہ بر داشت
چو بودش ز آتشِ دل در جگر تاب | ز دشنہ بر جگر زد قطرۂ آب

نهاد آں زخم را بر زخم سربست | جراحت را بخونِ گرم پیوست

بلوحِ خاک تعلیم وفا را | زخونِ خود نوشت ایں ماجرا را

خبر بردند بر شیرویه زیں حال | ندید اقبال خود را فرخ از فال

زبیمِ بدسگالاں مجلس آراست | طرب کرد و نثار افشاند و برخاست

چو گل با دوستاں خندید پیدا | نهانے شد چو مرغ از ناله شیدا

چو قرابه بگریه سرنگوں بود | دهن پر خندهٔ و دل پُر زخوں بُود

بخاصاں گفت تا زاں سوے پویند | دو خوں آلوده را از گریه شویند

پس اندر یک لحد دو سروِ چالاک | نهند اندر فرامش خانهٔ خاک

بدآرند اندراں مشهد بتعجیل | حرم جاے شهیداں میل در میل

دویدند آں همه فرمانبراں زود | چناں کردند در ساعت که فرمود

دو عاشق را بخوابِ خویش هم آغوش | یکے کردند و پوشیدند سرپوش

برآوردند عالی گنبدے خوش | بسانِ گنبدِ فیروزه دلکش

فلک کو گنبدِ زنگار خورده است | چنیں گنبد نگر تا چند کرده است

شنیدی گنبدِ بهرام را نام | کنوں بیں زیر گنبد گورِ بهرام

پلنگے همچو مرگ اندر بنا گوشر | پس آنگه غافلاں در خوابِ خرگوش

خلاصی نے وهر دم در زیانیم | که در گرد آفت و ما در میانیم

۱۔ ق۔ گریه　۲۔ ق۔ برآرند　۳۔ ق۔ بهر

چو گیرد ناگهان آتش بکشتی　　نباید سوخت در دریا بزشتی

چو اندر حلقهٔ[1] گرم او فتد مور　　شود تفسیده هر سو کاورد زور

تنِ ما کاندرین طوفان مهیاست　　سفالِ خام در گردابِ دریاست

چو گردد کوزهٔ خام از نمے خورد　　درست از قعر دریا کے[2] توان برد

فلک چون اژدهای تندپر بیم[3]　　درونِ حلقهٔ او ما به تسلیم

درآید هر زمان چون زورمندان　　رباید هر کرا خواهد بدندان

نه دستِ آنکه با زورش ستیزیم　　نه پائے آنکه از پیشش[4] گریزیم

اگر عالم بغوغا گردد انباز　　کسے را کو بزد نتوان ستد باز

حذر زین زال ابرو وسمه کرده　　کزین وسمه است چندین شوی خورده

ازین زال آنکسان آزاد جستند　　که خوش رفتند و دل دروی نه بستند

گوارا نیست جام روزگاران　　تو خوش خور تا ترا باشد گواران

مخسب اے دل که دزدان[5] در کمین ست　　اجل گرگ و حصارت گوشتین ست

ولے چون برکشد تقدیر خنجر　　نخست از عقل بیدار افگند سر

سپهر اول کند چشمِ خرد کور　　پس آنگه بر خردمند آورد زور

چو دزدے جوید اندر خانهٔ سود　　کشد اول چراغِ خانه را زود

---

[1] ق- حلقه　　[2] ق- چون　　[3] ح- دریم　　[4] ق- پیشش

[5] ق- دزد اندر

چو شیر اندر رمہ گشت آدمی خاے | نخست از پاسباں خالی کند جاے
چو سوے کیسہ دارد کیسہ بر ہوش | بافیون مالد اول عقل را گوش
بود گر چارہ پیش از مرگ بودے | چو مرگ آمد ندارد چارہ سودے
بسا کس کاں بچارہ پے فشردند | کہ در روز اجل بیچارہ مردند
سکندر کاب حیواں را ہوس برد | چو وقت مردن آمد در ہوس مرد
برہ کیں ذرہاے گرد بینی | سلیمانان بادآورد بینی
گدا کش کاسۂ گل بہر آبے است | چو بینی کاسۂ افراسیابے است
کلاے کو کند بازیچہ سازی | مداں بازیچۂ او را ببازی
چو مردم ساز از گل ہیں بہ تمیز | کہ مردم بودہ باشد پیش ازیں نیز
ہر آں مردہ کہ دارد بر زباں بند | بخاموشی ہمی گوید ترا پند
تو دل را گوش دار و پند می نوش | کہ نتوانی شنید آں پند ازیں گوش
چہ بنیاد است یا رب آدمی زاد | دمے در شش جہت صد سالہ بنیاد
دم مردم کہ دست آویز جانست | چو در بینیم بادے بے نشانست
اگر صد سال بر لب سائے انگشت | ز دم جز باد نتواں یافت در مشت
چو باد است ایں حیات سست بنیاد | خردمندی نباشد تکیہ بر باد

ن ق - بیچارہ کس کہ راہ تن سپردند (ق دے) — ن ق سلیمانان ہاے آورد — ن ق - ازاں بازیچہ او را بسازی

ن ق - چو مردم ساز بینی گل بہ تمیز — ن ح - ہماں — ن ح - ساز — ن ح خاے

چو سست است بنا کاندر وجودست | دگر ایوان گل کردن چه سودست
رواقی را چه باید ساخت حالی | که خواهد ماند از سازنده خالی
مگو کایوان کسری تاکنون ست | چو کسری رفت گو در خاک نسوبست
نماند جان به تن پیوسته جاوید | که جاسوس فلک شد چشم خورشید
چراغ از بهر جان دزد داغ ست | مگر گردون که دزد با چراغ ست
بقائی نیست چون در هیچ چیزی | همه ملک جهان نرزد بشیزی
فسوس ما نه بهر زندگانی است | که این فرصت نه کس را جاودانی ست
ز بهر آنست افسوسی که داریم | که فرصت هست و ضایع میگذاریم
چو زین خواب گران بیدار گردیم | بکار خویشتن هشیار گردیم
چو نتوانیم گرد کار گشتن | چه سود از آنچنان هشیار گشتن
خداوندا دران فرموشکاری | تو بخشی عاقلان را هوشیاری

در خاتمت کتاب گوید

مرا چون همت خورشید پایه | برین میمون سواد افگند سایه
طرازش نقش چین را آب می برد | خرد را هم ز دیده خواب می برد
در آمد قاصد اقبال سرمست | بتوقیع ابد منشور در دست

ن ح - چو   ن ق - بخواب

که خسرو چیست این جادو خیالی — که عالم پر شده گنجینه خالی

نگویم دهر پر آوازه کردی — که تاریخ کهن را تازه کردی

بدین رنگین خیالے پرنیاں سنج — بجیب هفت گردوں ریختی گنج

نوردی پرنیانت را خداوند — بدامان قیامت دوخت پیوند

ازین مشکین عبیر مغز پرور — دم روحانیاں کردی معطر

عطارد را قلم در هم شکستند — ملایک بر جناحش نقش بستند

نشاید گفت سحرش هم ترازو — که حرز جاں شد و تعویذ بازو

ولے چه سود چندیں نکته گفتن — گهر سنجیدن و یاقوت سفتن

که مشتے مهرچیں اندر کمیں اند — که در بینند و آنگه مهره چینند

مبادا کاید ایں طوطی گرفتار — که بر بایند زاغانش بمنقار

مرا کاقبال داد ایں فرّخ بخت — زدم اندیشه را بر آسماں تخت

بیا سنج شکریں کردم زباں را — که اے نامت حلاوت داده جاں را

بگفتن نیست چنداں آرزویم — ولے چوں باز می پرسی بگویم

خدایم داد چندانے خزینه — که دریا زاں بود یک آبگینه

اگر صد سال گرداند دولاب — چه کم گردد ز دریا قطرهٔ آب

رها کن تا درآید هر که داند — برد چندانکه بردن مے تواند

ببر زیں خانه رختم جمله بے مزد — که رخت خود حلالت کردم اے دزد

بیک تحسینت ای همدم حلالست   وگر دشنام گوئی هم حلالست
وگر بی‌گم کنی کین آن گهر نیست   حریفی از سخن غمّاز تر نیست
چو افتد گوهری در دستِ درویش   همان گوهر کند غمّازی خویش
چو سگ دزدد ز دیگِ خواجه ماهی   سیه روئی دهد بر وی گواهی
بود خورشید را جا بیتِ معمور   بکنج بیوه زن کی گنجد آن نور
تهی چشم اند این مشتِ علف خوار   بباید زلّه شان دادن بخروار
ز باد و دم کسی کو بر تر افتاد   تهی تر دان لسانِ مشک پر باد
سرِ کلکش که تمیزی ندارد   بدان ماند کالف چیزی ندارد
عروسی را که برقع کرده ام باز   ندارد وسمه بر ابروی ناز
اگر بینی مکرّر معنیِ بکر   ز سهوِ طبع نی از سستیِ فکر
بدل می نگذرد چون میکنم درج   که این سرمایه جای کرده ام خرج
وگرنه خانه پُر خوبانِ فرخار   بتی را کی نمایم جلوه ده بار
درین هنگامه ده جا گرم دارم   نه دزدی کرده ام تا شرم دارم
زرم کز شرکتِ بیگانه پاکست   گرش ده بار بر سنجم چه باکست
وگر بر ماه بندی تهمتِ سلخ   کی از زهرِ مگس حلوا شود تلخ
بداند آنکه صاف از درد بیزد   که از نحل انگبین چندین نخیزد
تو بر دریا کلوخ انداز داری   اگر صیدی کنی پروا نداری

بهر حرفم که در خواهی زدن چنگ   زکان هم لعل خواهی یافت هم سنگ

معاذ الله اگر من بر تو پیچم   چو تو هیچی چه بر خیزد ز هیچم

مگس را چون توان کشتن بشمشیر   چه گونه پشه را سیلی زند شیر

مگوکین زاغ نولان گرم کارند   که مرغانِ دلم عنقا شکارند

مبین سبزه که آن رنگین و خوش رست   کز آسیبے توان کند از بنش سست

برآید گربهٔ بیدار چه چالاک   هم آخر خورد کنجشکان کند پاک

چو من چابک روے باید جهانگیر   که شبدیزِ مرا گردد عنان گیر

جهان در خمسه داد اندیشه را داد   که در سبعِ شدادش بست بنیاد

دلم دیر ست کین سودا بسر داشت   که گل چینیم ز باغے کو گذر داشت

نظامی کابِ حیوان بیخت از حرف   همه عمرش دران سرمایه شد صرف

و لے ترسیدم از گل خندهٔ باغ   که دانم رقص کبک از جستنِ زاغ

تگِ تیزے بود با گاو نیلی   کشد چون بوم بلبل را ز سیلی

فراغ دل مرا از صد یکے بود   هوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت   دل از آزرم بے آزرم تر گشت

میان در بستم و جستم بزاری   ز بازوے توکل دستیاری

بدین ابجد که طفلان را کند شاد   مثالے بستم از تعلیم استاد

گرت شیرین نخوانی بار بد هست   دگر جان نیست بارے کالبد هست

گرم فرصت دہد لطفِ خداوند — کنم حلوائے او را تازہ زیں قند

گشادا و پنج گنج از گنجۂ خویش — بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش

فرو گویم بشیریں تر زبانے — بعرضِ داستانے داستانے

کہ تا گوید مرا عقلِ گرامی — زہے شائستہ فرزندِ[1] نظامی

نخست از پردۂ آں صبحِ سورم — نمود از مطلع الانوار نورم

پس از کلکم چکید ایں شربتِ نو — کہ نامش کردہ شد شیریں و خسرو

بقا را گر تہی ناید خزینہ — سہ گنجِ دیگر افشانم ز سینہ

در آغازِ رجب شد فرخ ایں فال — ز ہجرت ششصد و ہشت و نود سال

وگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست — چہار الف و چہارست و صد و بیست

خراب آنکو ز چندیں بیت معمور — کند بیتے ز جائے خویشتن دور

تو اے بلبل چو بخرامی دریں باغ — بہر لختے نگیری نکتہ بر زاغ

بپوش ار از خلل یابی نشانے — کہ نبود میوہ بے استخوانے

بد و نیکِ مرا از ہم جدا کن — نکو ہر گیرد بد بر من رہا کن

نہ مقصودِ من آں بُد[2] اندریں راہ — کہ گردم شہرۂ ہر شہر چوں ماہ

ولیکن خاطرم زیں[3] سو عناں تافت — عناں از کفِ[4] خاطر چوں تواں تافت

من از جانش در آوردم بہ پرواز — خدایش جائے در جاںہا دہد باز

۱ح - شاگرد شایستہ　۲ق - بود ندزیں　۳ق - زیناں　۴ق - گفت

خدایا خاک من چون خود سرشتی ق سخن بر من بکلکِ خود نوشتی

نه در خور بود مغزِ من بدین بوی تو دادی روز بازارم درین کوی

ازین هنگامه چون بیرون روم فرد مگر دان گرمیٔ بازارِ من سرد

چنان کن دست تخم را نمک ریز که باشد تا قیامت رغبت انگیز

چو بگشاید فرو دا پردهٔ راز نه پُرسی از من این بازیچه را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی
گناهش عفو کن باقی تو دانی

باتمام پذیر